

میرے تصورات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وَضَعَ لِلنَّاسِ لَذُكْرَ بَكَّةَ مُبَارَّكًا
وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ - (آل عمران)

تاریخ بیت اللہ الشریف

www.KitaboSunnat.com



شنبه

مکالمہ
نیشنل

ناشر
مركز الدعوة الإسلامية
م - صمد پورہ - اولکارٹا
پاکستان

تصنيف
المواسيف الرحمن الفلاح



معزز قارئین توجہ فرمائیں

کتابِ مہنت کی روشنی میں لمحیٰ جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا منتظر

- کتاب و سنت ذات کام پرستیاب تمام الیکٹر انک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
 - بحثیں تحقیق اسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
 - دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیه

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر متمم کتب متعلقہ ناشرپن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com
🌐 www.KitaboSunnat.com

برائے تہذیب حرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِكَثَةٍ مُبَارَكًا
وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ - (آل عمران)

تاریخ بیت اللہ شریف



ناشر
مركز الدعوة الإسلامية
م. صدر پورہ۔ اونکار
پاکستان

تصنيف
المناسيف الرحمن الفلاح
ایم۔ اے علوم اسلامیہ
ریڈیا برڈ عربی چھپر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت نمبر ۲۵

انساب

اس کتاب کی نسبت اس مقدس اور بارکت ذاتِ ربّانی کی طرف تک ہوں
جس کے مقدس گھر کی تائیخ مرتب کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوتی۔

بندہ ناچیز

سیف الرحمن الفلاح

ایم۔ اے

04745

حفيظ الرحمن طو

طابع و ناشر

تائیخ اشاعت

ملنے کا پتہ

مركز الدعوة الاسلامية

حمدپورہ اوکٹرا۔ پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لانبي بعد ٥ .

اما بعد

فانا عابد مجید عبد المجید مدرس بالجامعة المحمدية باوکارا من قبل دار الافتاء والدعوة والارشاد

ذرت قبل عدة شهور مدرسة رحمانية ومركز دعوة الاسلامية والمركز قمضى الايام تحت رعاية فضيلة الشيخ سيف الرحمن الفلاح منذ السنوات العديدة وعدد الطلاب بهذه المدرسة حوالي مائة .. ايتعلمون من هذا المنهل العذب بالعقيدة السلفية الصحيحة على نهج السلف الصالح والقرآن والسنۃ النبویة ويحفظون الانسید الّتی باللغة المحلیة الّتی نظمها علماً الافضل بالباکستان وبالاضافة الى ذکاء فضیلۃ الشیخ له يد طوی لمعرفة باللغة العربية وترجم معدۃ کتب من اللغة العربية الى لاردویة وليسعني ویجتهد ویبذل جمیع مساعیه باللیل والنهار صباحاً ومساءً في اشاعة الدین الحنیف وانتشار العقیدة السلفیة الصالحة وبالاخیر ارجو من اهل الخیر والزروۃ ان یمدو بهذه المدرسة والمركز بید العون المثاب وكذا لک لا ینسو ن نی دعوانهم المستجابۃ

واخر دعوان ان الحمد لله رب العالمین وان یوقتنا اللہ لما یحب ورضاه ولعافیه خیر للناس فی دیننا وآخرنا

العيذ بالذنب

عابد مجید عبد المجید مدرس بالجامعة المحمدية باوکار بالباکستان

المبعوث من رئاسة البحوث العلمیة والافتاء والدعوة والارشاد ریاض حترر فی ١٧ - ٨٨

فہرست عنوانات تاریخ بیت اللہ شریف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	صفحہ	عنوان
۱	سخنہاں کے نقشی طبع نہانی	۷	۱۹	۱۹	بیت اللہ شریف کے دیگر نام
۲	تاریخ بیت اللہ شریف اہل قلم نکاح یا	۹	۲۰	۲۰	بیت اللہ شریف کی تعمیر اول
۳	مصادر و مراجع تاریخ بیت اللہ شریف	۱۷	۲۱	۲۱	فرشتوں کی تعمیر
۴	حرف اول	۱۹	۲۲	۲۲	حضرت آدم علیہ تعمیر
۵	مقدمہ	۲۲	۲۳	۲۳	حضرت آدم علیہ کا حج
۶	بیت اللہ شریف کی امہیت	۲۷	۲۴	۲۴	بیت اللہ شریف کو حج عادہ
۷	مکہ مکرمہ	۳۲	۲۵	۲۵	ابراہیم علیہ السلام میں
۸	حرم مکہ مکرمہ	۳۶	۳۶	۳۶	حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ
۹	مسجد حرام کے فضائل و خصوصیات	۴۱	۲۶	۲۶	کاملہ میں قیام
۱۰	حرم مکنی	۵۰	۲۷	۲۷	حضرابراہیم علیہ السلام کی وبارہ مکریہ مدد
۱۱	تعظیم حرم	۵۲	۲۸	۲۸	ابلیسی تعمیر کا بیان
۱۲	مسجد حرام کا ادارہ	۵۳	۲۹	۲۹	بارا تمیر عربہ کے اسباب
۱۳	مسجد حرام کے دروازے	۵۷	۳۰	۳۰	تعمیر قریش
۱۴	مسجد حرام کے دیگر حالات	۶۰	۳۱	۳۱	تعمیر عبداللہ بن زبیر
۱۵	مسجد حرام کی توسعات	۶۱	۳۲	۳۲	تعمیر حجاج بن یوسف شققی
۱۶	مسجد حرام کا پہلا مودعہ	۶۳	۳۳	۳۳	تعمیر سلطان مراد خاں
۱۷	مسجد حرام کا ذکر قرآن میں	۶۶	۳۴	۳۴	کعبہ شریف کی پیالش
۱۸	بیت اللہ شریف کا محل قوع	۶۸	۳۵	۳۵	اندرون بیت اللہ شریف
					خانہ کعبہ میں داخلہ کا حکم

۱۷۲	خانہ کعبہ کی دربانی	۵۶	۱۱۳	بیت اللہ شریف میں ولحدہ کے آداب	۳۶
۱۷۵	مُطاف	۵۷	۱۱۵	کعبہ شریف کے اندر غاز کا حکم	۳۷
۱۷۶	مقامِ ابراہیم	۵۸	۱۱۷	غلاف کعبہ شریف	۳۸
۱۸۰	مقامِ ابراہیم کا مقصودہ	۵۹	۱۲۳	غلاف کعبہ کی تیاری	۳۹
۱۸۸	چاہہ زمزم	۶۰	۱۲۶	افراط تقریط	۴۰
۱۹۵	فضائل آب زمزم	۶۱	۱۲۷	کعبہ شریف کا دروازہ	۴۱
۱۹۹	آب زمزم اور منکرین حدیث	۶۲	۱۳۱	قفل و کلید کعبہ شریف	۴۲
۲۰۳	تو سیعات سودیہ	۶۲	۱۳۲	کلید بداران کعبہ شریف	۴۳
۲۱۱	صفاو سروہ	۶۳	۱۳۵	حظیم	۴۴
۲۱۹	بیت اللہ شریف کی پاسیانی	۶۵	۱۳۷	منکرین حدیث کا معاملہ	۴۵
۲۲۸	بیت اللہ شریف میں تول کی امد	۶۶	۱۳۱	میزاب رحمت	۴۶
۲۲۳	اسلام کا پانچواں رکن حج	۶۷	۱۳۳	میزاب کعبہ کے پاس دعا کا حکم	۴۷
۲۳۲	حج کے احکام	۶۸	۱۲۵	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴۸
۲۳۷	گھر سے نکلنے کے آداب و عایش	۶۹	۱۳۶	حجر اسود	۴۹
۲۴۱	مواقیت احرام	۷۰	۱۰۷	تقبیل حجر اسود پر اعتراضات	۵۰
۲۴۲	احرام باندھنے کا طریقہ	۷۱	۱۴۲	اور ان کے جوابات	۵۱
۲۴۳	حج کی اقسام	۷۲	۱۴۲	حجر اسود کے تقبیلی حالات	۵۲
۲۴۵	حج متنع اور قرآن و نوویں کا ایک	۷۳	۱۴۵	زینیز کعبہ شریف	۵۲
۲۴۷	ہی حکم ہے	۷۴	۱۴۶	زیارت بیت اللہ شریف	۵۳
۲۴۸	محرم کیلئے منوع کا حکم	۷۴	۱۴۸	طواف کعبہ شریف	۵۴
۲۴۹	محرم کو کون امور کی جائزت ہے	۷۵	۱۴۰	غسل اندر و ان کعبہ	۵۵

۲۷۱	طواف وداع	۸۹	۲۵۰	فریبہ کب دینا پڑتا ہے	۷۶
۲۷۲	عمرہ کا بیان اور طریقہ	۹۰	۲۵۰	زیارت بیت اللہ کی دعائیں	۷۷
۲۷۳	مسجد بنوی اور روضہ اطہر کی	۹۱	۲۵۲	بیت اللہ کا طوات	۷۸
۲۷۴	زیارت		۲۵۵	مذاہم ایرانیم کی دور حکمت	۷۹
۲۷۵	مسجد میں داخل ہونے کے آداب	۹۲	۲۵۶	صفاو مردہ کی سعی اور دعائیں	۸۰
۲۷۶	روضہ اطہر کی زیارت کے آداب	۹۳		وغیرہ	
۲۷۸	مسجد بنوی میں غاز کی فضیلت	۹۴	۲۵۸	جماعت	۸۱
"	لگھر کو داپسی	۹۵	"	حج کامسنوں طریقہ	۸۲
۲۸۰	ضمیر	۹۶	۲۵۹	میدان عرفات کی دعائیں	۸۳
۲۸۰	حدائقِ حرم نومبر ۱۹۷۹ء	۹۷	۲۶۵	مزدلفہ میں قیام اور وانگی	۸۴
۲۸۲	حدائقِ حرم کی تفصیل	۹۸	۲۶۷	کنکریاں بازنے کا طریقہ اور دعا	۸۵
۲۸۸	ایک فوجی افسر کا بیان	۹۹	"	خراء و حلق کے احکام	۸۶
۲۹۱	نئی تو سیع حرم مکی	۱۰۰	۲۶۸	طواف زیارت اور آب زفہم	۸۷
۲۹۳	نئی تو سیع حرم مدنی		۲۶۰	پینے کے احکام	
				منی میں قیام	۸۸

علوم اسلامیہ کی عظیم دینی درس گاہ

الجامعة الحمالیہ دارالحدیث
راجو وال ضلع او کاڑا

سخن ہائے گھنٹی بر طبع ثانی

تاریخ بیت اللہ شریف جب پہلی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی تو اس وقت میری شیعیت بزم علم و ادب میں شمولیت کرنے والوں میں ایک نوادرد کی تھی جس سے بزم کے کسی مبارکی جان پر چنان نزدیکی لیکن محمد اللہ تعالیٰ کا اکاہل علم نے ہاتھوں مانگ لیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کتاب بازار سے عطا ہو گئی میرے بعض مخلص احباب نے دوبارہ طبع کرنے کی فرماش کی جو اپنی بعض مجوہ یوں کی بناء پر پوری ذکر سکتا بالآخر ان کے بار بار اصرار پر اس کی طبع ثانی کے لئے متوجہ ہوئے اس پیغام تعمیق ڈالی اور چند امور کا اضافہ کیا۔

۱۔ کتاب کے مصادر اور مراجع کی فہرست شروع میں دیے دی ہاکر تحقیق کے طالبین کتاب کے اصل مراجع اور مصادر کی طرف رجوع کر کے اپنی تحقیق کر سکیں و ایات کے حوالجات ساتھ ساتھ ساتھ درج کر دیئے۔

۲۔ بیت اللہ شریف اور اس کے دیکھ ملکہ مقامات کے تاریخی حالات کے سلسلہ میں جوئی معلومات حاصل ہوئیں ان کامناسب مقامات پر ضافہ کریں تو سیعات سعودیہ کی مکمل رپورٹ، جو سعودیہ کے آفس سکریٹری نے بیان کی، کوشامل کیا گیا۔

۳۔ حدائقہ محرم کی ۱۹۷۹ء کی اخباری رپورٹ اور اکٹر جیب الرحمن کیلانی کا مضمون جو تو سیعات کے تعلق تھا ان کا آخر میں بطور ضمیر ذکر کیا گیا۔

۴۔ اس پیغام تعمیق کے لئے ہمارے فاضل دوست، مشہور صحافی اور ادیب جناب بشیر النصاری صاحب مدیر اعلیٰ باغت روزہ الحمدیت لاہور کو زحمت دی کیا۔

جو انہوں نے بصندوقی قبول کی اور اول تا آخر تمام مسودہ پر نظر ٹھیک ڈالنے اور اس کی نوک پلک درست کرنے کے بعد طبع ثانی کے لئے تیار کیا۔

۶۔ طبع اول کے متعلق چند اہل علم اور اہل فلم کی آراء اور مشوروں کو کتاب کے تفروع میں ذکر کیا گیا۔

۷۔ حتیٰ المقدور تاریخی حالات جو احاطہ تحریر میں لا کئے گئے تاریخ اور احادیث کی کتب میں سے اصل مأخذ اور مصادر کی تلاش کر کے پوری تحقیق کی کوشش کی گئی ہے تاہم برعکاضاً لینتہیت ان کان فیہ خطافمنی و ان کان صواب افغان عہد اللہ جواہاب اس میں کوئی قابل اصلاح بات محسوس کریں وہ بندہ احتقر کو اطلاع دیں۔ ان کے مشوروں کو بصندوقی قبول کیا جائے گا۔

۸۔ ان تمام اجباب کا تہذیب دل سے معمون ہوں جنہوں نے اس کی اصلاح اور بہتری کے سلسلہ میں اپنے قیمتی مشوروں سے فواز اخاص طور پر پیش انصاری صاحب ایام اے مدیر اعلیٰ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کا معمون ہوں۔
جنہوں نے میرے اس سفر میں نہ صرف قلمی تعاون کیا بلکہ اس کی طباعت کے سلسلہ میں ہر لحاظ سے میرا ساتھ دیا۔

اللّٰهُ ذٰلِ الْجَلٰلِ الْكَبِيرِ
کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے اس عمل کو نجات اخزوی کا
محبب بنائے اور صحت و توانائی کو برقرار رکھئے تاکہ دین اسلام کی
بیش از پیش خدمت کر سکوں۔ (آئینِ ثم آین)

۹۔ عرض نقشے است کز مایاد ماند کہ ہستی رانے بیتم بقا
مگر صاحیدے روزے برجست کند در کار ایں مسکین دعا

بندہ احتقر: سیف الرَّحْمَن الفلاح

تاریخ بیت اللہ شریف اہل قلم اور اہل علم کی نگاہ میں

تاریخ بیت اللہ شریف پر کافی اہل قلم اور اہل علم نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے تبصرہ کیا ہے سب کا احاطہ مشکل ہے کچھ تبصرے ملاحظہ کیجیے۔

کوہستان راولپنڈی ۱۹۵۸ء

روزنامہ کوہستان راولپنڈی کا ایڈٹر ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں یوں تبصرہ کرتا ہے۔

بیت اللہ کی تاریخ سے کہنے مسلمان کو دلچسپی نہیں ہو سکتی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر شاید اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی عربی اور انگریزی کتب میں معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے جن کو سمجھا کر کے اردو کے فارمین کو مسلمانوں کی سب سے زیادہ قیمتی، دینی اور تاریخی میراث سے روشناس کرایا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ اب تک اس طرف کسی صاحب قلم نے توجہ نہیں فرمائی۔ زیرِ نظر کتاب اس ضرورت کو ٹبی حذیک پورا کرنی ہے اور فارمین کو اس کے اندر اچھا خاصاً مادہ مل سکتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ کہنا پڑے گا کہ اس موضوع کا حق ادا نہیں کیا گیا اور تصنیف میں جو اونچا علمی انداز اختیار کرنا چاہیئے تھا وہ اختیار نہیں کیا گیا۔ درستہ کتاب کی افادیت دو چند ہو جاتی۔ بہر حال ایک دور دراز بستی میں بیٹھ کر جہاں علمی وسائل سے استفادہ کا فعدان ہوا تا انہوں مادہ اکٹھا کر لینا بھی کارنامہ ہے۔

نواب وقت لاہور

نواب وقت ۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں تبصرہ کرتے ہوئے

لکھتا ہے اقبال نے کہا ہے ۔

غزیب سادہ رنگین ہے داستانِ حسم

نہایتِ اس کی حسین ضاہداب ہے اسماعیل

یکن اس ابتدا اور انہا کے درمیان کی تاریخ خدا کے نام کی سر بلندی کی تاریخ ہے
محض کی اس تصنیف کو ہر چند استثناء کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ تاہم فاضل مؤلف
نے اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کے سلسلہ میں کافی عرقزینی کا ثبوت
دیا ہے۔ اور جیسا کہیں کوئی اسے ظاہر کی ہے وہاں ضروری حوالہ بھی دے دیا ہے بیت اللہ
کی اہمیت، وجہ تکمیلہ، ابراہیمی تعمیر، پیغمبر، اندرون بیت اللہ، علاف کعبہ، حطیم،
چہر اسود، زینیۃ کعبہ، مطاف، مقام ابراہیم، جاہ زمزم، عرض بیت اللہ کے ایک
ایک حصہ کی تفصیل بیان کی ہے قاری لوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ ہر مقام کا عین
مشاهدہ کر رہا ہے۔

۳۔ ہفت روز چہان — لاہور

آغا شورش کا شمیری مرحوم سابق ایڈیٹر ہفت روزہ چہان مورخ ۲۰ مارچ

۱۹۵۹ء کی اشاعت میں اپنے قلم سے یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

کعبہ کے تقدس اور اس کی اہمیت سے کون بے خبر ہے زیارتِ کعبہ سماں کے
لیجان کا رکن ہے اس کی عظمت اور بزرگی پر لیل دنہار کی کوئی گردش اپنا کر دغبار اس پر
پھینک سکی ہے نہ پھینک سکے گی۔ لیکن چن طرح دنیا مختلف ادوار میں القبابات اور
تغیرات کے مراحل سے گذرتی رہی اسی طرح دنیا کے نکدوں میں خدا کا سب سے پہلا
گھر بھی خود اسی تعمیر و تحریب سے گذرتا رہا۔ خانہ کعبہ کی دخواہگ اور سیلاں کی تد
ہوا۔ کبھی ابرہم نے اسے سمارک نے کی گوشش کی۔ تو کبھی بوجوہ اس پر سنگباری ہوتی۔

یکن یہ ہر بار بہتر سے بہتر تعمیر کا پیر ہیں زیب تن کرتا رہا۔

زیر نظر کتاب میں مؤلف نے بیت اللہ کی مسکل تاریخ جمع کر دی ہے اس کے ہر حصے اور تمام مستعلقات کے فضائل بھی تفصیلًا بیان کئے گئے ہیں۔ جو محضہ نہ اور دلچسپ ہیں۔

۲۔ پہندرہ روزہ الحدیث دہلی بھارت

اہل حدیث کا ایدیٹر تاریخ بیت اللہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ کتاب کیا ہے؟ حقیقت میں یہ ایک علمی تحریر ہے ایسا کون مسلمان ہے جسے بیت اللہ سے محبت نہیں اور اس کے حالات سے آگاہ ہوتا نہیں چاہتا۔

تاریخ بیت اللہ پر یوں توبہت سی کتابیں نظر سے گذریں مگر ایسی دلچسپ کتاب آج تک نہ دیکھی۔ مصنف نے کعبۃ اللہ، چاہ زمزم، سعاً ابراہیم، حجر اسود اور عمارت کعبہ دغیرہ سب ہی کی تاریخ کو تحقیق کے ساتھ لکھا ہے اور کتاب کا ہر ہر حرف اس باہ کی غازی کرتا ہے کہ مصنف کتاب اپنا تاریخی مزاج بھی رکھتا ہے جبارت اس قدر دلچسپ اور ادبی انداز کی ہے کہ خواہ نخواہ کتاب کے پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کتاب کے مصنف کو جزا کے خیر عطا فرمائے اور ان کی خدمت قبول فرمائے (رأیں)

اہل حدیث دہلی بھارت ۱۵ دسمبر ۱۹۵۹ء جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۱۶

۳۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھوی ثم مد فی کاتب تبصرہ

الحمد لله والصلوة والسلام على من لا بنى بعدة اما بعد

مولانا سیف الرحمن صاحب مولوی فاضل فریزو ز پوری کی کتاب تاریخ بیت اللہ جو اپنے موضوع کا اسم بامسمی ہے اردو داں حضرات جن کو اقرب الی الصحت بیت اللہ کی تاریخ کا شوق ہو۔ ان کیلئے اس سے بہتر کری اور کتاب سے مواد نہیں ہل کے گا۔ جو اس میں ہل سکتا ہے۔ اور ایک خصوصیت اس کی یہ ہے کہ جو خلافات یا بدعات

عوام میں رغوب ہوتے ہیں ان کی حقیقت بھی اس کتاب میں واضح کر دی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اس سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ لفغ عطا فرمائے اور بیت اللہ کی عظمت و تھیقیت صحیح ہے اضافہ ہوا اور مصنف کو اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے (آینے)

حررہ محمد علی الحموی
از منزل اہل حدیث مدینہ منورہ

۲۰/۱-۸۱

ہفت روزہ الاعتصام - لا ہور

ہفت روزہ الاعتصام لا ہور کے سابق ایڈٹر محترم مولانا عبد العزیز زبیدی صاحب حفظ اللہ تایخ بیت اللہ پر تبصرہ کرتے یوں کرتے ہیں
فضل مصنف نے پیش نظر کتاب میں بیت اللہ شریف کی اہمیت اس کے متعدد نام، اندر ورنی و بیرونی نقشہ، تعمیر مقام ابراہیم، چاہ زمزم، حرم کعبہ اور صفا و مرود کے حالات تحقیقات اندراز میں قلم بند کئے ہیں۔ قاری یوں محسوس کرتا ہے کویا کہ ان مقامات کا عینی مشاہدہ کر رہا ہے۔ عازیز حج بیت اللہ شریف کے لئے مشعل را مہے دیکھ مسلمانوں کے لئے بھی اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے کیونکہ یہ اس مقدس مقام کی تایخ ہے جو ہمارا قبلہ و کعبہ ہے۔

فضل موصوف کے پیش لفظ سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے اس کتاب کو تالیف دینے میں محنت شاقہ برداشت کی ہے فاضل مصنف نے آب زمزم، تقبیل حجر سود اور حطیم وغیرہ پر متجدد اعراض کرتے ہیں ان کے محسوس اور مسکت جواب دے کر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ان کے اعراض اور شبہات مبنی علی الحقیقت نہیں ہیں بلکہ من قبیل تلبیسات شیطان ہیں عبارت میں روانی اور تسلیم قائم ہے بعض مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی آمیزش سے عبارت میں مزید لکھی پیدا ہو گئی ہے

لیبرپچ کر نیوا لحضرات بھی اس کتاب سے بے اعتنائی نہیں بہت سکتے۔
لیونکرافٹ فضل موصوف نے حوالہ جات کا دامن کہیں نہیں تجوڑا۔ تاہم مولانا اگر اس کی
غرا فیائی حدود بیان کرتے تو کتاب میں ابک اور خوبی کا اضف فر ہوتا۔

ہفت روزہ ال عصام
باحت ۲۱ راکتوبر ۱۹۵۸ء

سہ روزہ منہاج — لاہور

-۷-
اس جمیعہ کے ابڈیٹر مولانا محمد سحاق صاحب بھٹی مشہور اہل قلم اس پر تبصرہ کرتے
ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

مولانا سیف الرحمن صاحب فیروز پوری صاحب، باذوق اور تحقیق فوجوان ہیں ان کے
محل علمی و تحقیقی مضایں اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ رواد، دواں اور صاف
کھرے انداز داسکوب کے مالک ہیں مسائل پر اپنی نظر بے تفصیل اور تلاش کے عادی ہیں
میں چھوٹے سے جھوٹے علمی مسئلہ کے لئے بھی دلیل اور حوالہ کے متلاش رہتے ہیں۔
یہ مخلص اور متواضع ہیں۔

زیر نظر کتاب تاریخ بیت اللہ، انہوں نے بڑی محنت سے لکھی ہے اور اللہ تعالیٰ
کے مبارک بکھر کے متعلق بے شمار معلومات فراہم کر دی، ہیں بیت اللہ کی تاریخی اہمیت
س کے مختلف نام اور وجہ تسمیہ، تاریخ تعمیر اسباب تعمیر، پیغامش، بیت اللہ کا انداز دلی
لہ، غلاف کعبہ، قفل اور کلید کعبہ، کعبہ کے بخی بردار، کعبہ کی سیڑھیاں، اس کا بیرونی حصہ
طاف، حیطہ اور اس کی تاریخ، جہرا سود، مقام ابراہیم، چاہ زمزم، صفا و مردہ کی تاریخ،
کعبہ، بیت اللہ کی پابندی، حج اور اس کی تاریخ وغیرہ تمام اہم اور ضروری مسائل کتاب
وچھپ انداز میں جمع کر دیتے گئے ہیں۔ آئینہ حج کے دن آرہے ہیں جو تحقیقت
رات اس مبارک سفر کی تیاریاں کر رہے ہیں ان کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہے گی اور

ان کی ایک قسم کی رہنمای اور بہرہ ثابت ہوگی۔ جو شخص حج کے لئے جائے ضروری ہے کہ اس کی پوری تایخ اور اس کے مختلف ادوار اس کے سامنے ہوں۔

ہم مولانا سیف الرحمن صاحب کی خدمت میں ہدایہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے عوام کی آسانی کے لئے اردو زبان میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے اور بخوبی کے نہایت اچھی چیزوں کے حوالے کی ہے

سرروز منہاج بابت ۵ مارچ ۱۹۵۹ء

ماہنامہ رحیق لاہور

-۸

ماہنامہ رحیق کا ایڈٹریٹر اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتا ہے۔ اس کتاب میں بیت اللہ شریف کی تحریر، غلاف، دروازہ، طیڑھی، جریسوں، مقام ابتدیہم، صفات مرحہ کے کوائف، عقیدتمندانہ اور دلکش تایخ کا ذکر ہے۔

اس سلسلہ میں منکرین حديث اور مغرب زدہ حلقوں کی طرف سے پیدا کردہ بعض شبہات کا بھی منبع ہوئے انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔ کتاب کو منقرہ ہے لیکن بیت اللہ شریف کے اجمالی تعارف کے لئے کافی معیید ہے بعض نقشے بھی دیئے گئے ہیں۔

ماہنامہ رحیق بابت دسمبر ۱۹۵۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



از قلم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب خیفیف، الاعتصام الاهور

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه

وابتعاده الى يوم الدين۔ اما بعد :-

انسان کو جس چیز سے مجتہ بھوتی ہے۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی اس کو دھن رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علی نبینا علی الصلوٰۃ والسلام کے تیار کردہ اللہ کے مقدس و مطہر گھر بیت اللہ سے مجتہ اور اس کی تنظیم توہر مسلمان کا جزو ایمان ہے۔ ومن يعظم شعائر الله فـاـنـهـاـمـنـ تـقـوـیـ القـلـوبـ یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ شریف سے متعلقہ معلومات کے فراہم کرنے میں اہل علم کو یہ شرپ و لچکی رہی ہے۔ اور ہر زملے میں اس پر مقالات اور کتابیں لکھتے ہے مولانا سیف الرحمن صاحب مولوی فاضل بہت خوش قمت ہیں کان کوتایخ بیت اللہ کتاب لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس احقر الخلق والخلائق کو اس مبارک کتاب کے بُجُستَهِ بُجُستَهِ مقالات دیکھنے کا الفاق ہوا اپنے موضوع پر اُنسے خوب پایا۔ اندازِ تحریر والہانہ اور تحقیق کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ مختصر طور پر اچھے خاصے معلومات جمع کر دیئے گئے ہیں جو اجمالی تعارف کے لئے کافی ہیں۔

کتاب میں ان لوگوں کی تبلیغات یا شبہات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے جن کے دریسرج درک، کی دست درازیاں حق تعالیٰ کے اس پاک گھر اور اس کے متعلقہ جھر اسود وغیرہ بک بھی پہنچ رہی ہیں۔ متوّلّف نے اس طبقے کے معاشر

کا پرده خوب چاک کیا ہے۔

اسی طرح جو لوگ غلو محبت میں گرفتار ہو کر بدعات کا ازالہ کا کتاب میں بھی ہاکنہیں کرتے
مصنف نے ان پر مدلل لھا ہے۔ مصنف نوجوان ہیں اور میدانِ تصنیف میں مزید
دھڑکانے کے تھنی ہیں اسید ہے کہ اہل علم مصنف کی کتاب سے گہری دلچسپی لیکر
اس کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

سماں ہم یہ کوشش متحسن اور مستحق تبریک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلم نافع
اور اعمالِ تقبیلہ کی نعمت سے مصنف کو سفر فراز فرمائے تاکہ وہ دو رحاد و فتن و نجود
میں دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ ویرحم اللہ عبیدا
اذ اقال آمینا۔

بندہ ضعیف

اقرئ محمد عطاء الرّد حنیف بھجو جانی

۱۳۷۸ھ

مصادر و مراجع تاريخ بيت الله شريف

نمبر شمار	نام	نمبر شمار	نام
١	قرآن مجید	١٩	فتح الباري شرح بخارى
٢	تفسير ابن كثير	٢٠	ارشاد السارى
٣	تفسير ابن جرير طبرى	٢١	مشكوة المصانع
٤	تفسير خازن	٢٢	الترغيب والترحيب
٥	تفسير يضادى	٢٣	جامع الصغير از سيوطى
٦	تفسير بغوى	٢٤	شرح معانى الاشار
٧	مسند اماماً احمد بن حنبل	٢٥	مصنف ابن ابي شيبة
٨	كتاب الام اماماً شافعى	٢٦	تاریخ ابن جریر طبری
٩	جامع صحيح بخارى	٢٧	تاریخ سروج الذصب
١٠	صحيح مسلم	٢٨	تاریخ ابن اثیر
١١	جامع ترمذى	٢٩	تاریخ البداية والنهاية
١٢	موطأ اماماً مالك	٣٠	تاریخ القرى القاصد امام القرى
١٣	سنن ابى داود	٣١	تاریخ العقد الشهين باخبر البيلد الامين
١٣	سنن نسائي	٣٢	تاریخ شفاعة الغرام باخبر البيلد الحرام
١٥	سنن ابى ماجد	٣٣	تاریخ اصحاب الوراى
١٦	سنن دارقطنى	٣٤	تاریخ بلوغ القرى
١٧	سنن بیهقى	٣٥	الجامع للطيف
١٨	طبراني	٣٦	تاریخ ذیل الاعلام

رحلة الصديق الى بيت الله العتيق	٥٧	تاریخ الارج المسکن	٣٢
سفر ناصر حجاز زعيم الماجد ريا ابادي	٥٨	تاریخ اتحاف فضلاء الزمن	٣٨
شفاء الجليل في حج بیت الله الجليل	٥٩	تاریخ مناجة الكرم	٣٩
مناسك الحج از ابن تیمیه	٦٠	تاریخ تحصیل المرام	٤٠
مرعیة الحرمين	٦١	تاریخ افادۃ الانام بذکر	٤١
ارشاد السائل الى دلیل المسائل	٦٢	اخبار البلد احکام	٤٢
ہدایت الناک ای احمد المناک	٦٣	تاریخ الكعبۃ المظہم	٤٣
مشک از ابن صلاح	٦٤	تاریخ عمارة المسجد احکام	٤٤
مجھم البلدان	٦٥	تاریخ حرمين	٤٥
دو قران از غلام جیلانی برتری	٦٦	تاریخ ابن خلدون	٤٦
مناسک الحج از نووی.	٦٧	تاریخ اسلام از اکبر نجیب آبادی	٤٧
خطبایت احمدیه از سریّ احمد خال	٦٨	خلاصه تاریخ مک	٤٨
التعییه از امام مالک رحم	٦٩	اخبار مک	٤٩
المخدر	٧٠	روض الانف	٥٠
غیاث اللغات	٧١	زاد المسعاد	٥٠
محجه اللہ البالغ	٧٢	سیرت النبی از سید میغان نووی	٥١
نفحات الانس از جامی رح	٧٣	سیرت ابن ہشام	٥٢
کنوز المحتائق از مناوی	٧٤	مدارج النبوة	٥٣
کتاب البحر العتیق از ابو القار	٧٥	رحلت ابن جبیر	٥٤
		رحلت ابن بطوطه	٥٥
		الرحلة المجازية	٥٦

مکتبہ موسیٰ بن جعفر (ع) رضا

لے کر حیران کر دیتے ہوئے جلوں والے ہیں ۔

۱۰۷- مکالمہ علی

لهم لجأنا إليك من كل شر

سی ایکس

لَوْلَا تَرَكَنَّا بِهِ لَمْ يَكُنْ لَّا
يَكُونُ لَكُمْ مِّنْ حَاجَةٍ شَيْءٌ
لَّا يَعْلَمُونَ

جے پر کوئی مارہا نہ ہے جیکب

۱۰- مکالمہ علیہ السلام کے درجہ سے اپنے بھائی کو پڑھ دیجئے۔

و جمله از اسرار پروردگاری، که بخوبیت تواند این پرسش را در جای خود بپاسد.

بعض اخبار نے میرے اس نصب العین سے اختلاف کیا اور مجھے کسی اور راہ پر
کامزد ہونے کا مشورہ دیا۔ لیکن پونکھ میرے دل درماغ اس کام کو سرانجام دینے کا
پختہ فیصلہ کر چکے تھے بڑی وجہ پر نصب العین پر قائم رہا۔

عشق مے وزم داسید کہ ایں فن شریف
چوں ہنر لائے دیگر موجب حرطان نہ شود

چنانچہ کام سلسل ہوتا رہا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی نیا پھول گلشن کتب سے تلاش کر
کے گلستہ کو مزین کرتا رہا۔ رات کی نیندا اور دن کی راحت سے میرا اکثر حصہ
اس تاریخی گلستہ کی نذر ہو گیا اور کام سے بچ آرزو دہ خاطر ہوا مگر معاہمیرے ضمیر
مجھے تلقین کی۔

۴ در بیان گر بہ شوق کعبہ خواہی زدت
سر زنشہ ہاگر کند خابر معیناں غم مخور

اس تلقین نے میرے عزم رائخ میں مزید استحکام پیدا کر دیا اور مسٹر شاما
سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اور کئی ماہ کی سلسل کوشش اور پیہم، جدوجہد کے
بعد گلستہ تایب کو گلہائے زنگارنگ سے نہایت ترتیب سے آراستہ اور مکمل کی
اور تلب میں فرحت حکوس کی۔

۵ شادم اذ زندگی خویش کہ کارے کرد
الله بہر جانتا ہے کہ اس میں کیا راز مضمیر تعالیٰ جو ہبی بندہ احتراں گلستہ
کی تحریک سے فارغ ہوا تو بہاولپور کا سفر در پیش ہوا۔ باز دیگر اس مسودہ پر
نظر کرنے کے لئے اپنے ہمراہ لے گیا لیکن دوران سفر اپنی اس متاع غربیتے
جو نہایت جائفشانی اور عرق ریزی سے تیار کی تھی ہاتھ دھو بیٹھا یعنی اتنا کے سفر وہ بیگ
جس میں مسودہ تھا بمع مسودہ ضائع کر بیٹھا۔

ہ قسمت کی بات دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

اس کی گشتنگی میرے لئے بے حد حزن و ملال کا موجب بنی اس نے ان تمام
دقعات پر پانی پھیر دیا۔ جو اس دل فکار المیر سے چند منٹ پیشتر میرے دل میں
ٹکیاں لے رہی تھیں اور اب یا اس وحیمان کے سوا کسی جیز کا سایہ بھی بچ پڑنے رہا۔ پھر
مفت عالم فتویٰت میں گزارنے کے بعد فرمان خداوندی لائق نصوص و امن رحمۃ اللہ
اویا اوسیا بر دیکھی ہی تاریخی گلستانہ تیار کرنے کا عزم بالجزم کیا چنانچہ کچھ عرصہ تک علمی دینا
میں سیرہ سیاحت کرنے اور گلشن کتب سے گلہائے رنگارنگ حاصل کرنے کے بعد
تھے ذوالجلال کے فضل و کرم سے ایک تاریخی گلستانہ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گیا
لوگ کام نہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں کام سے مل چراتے ہیں مہر فقت احت طلبی کے خواہاں
ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نہ میرے جسم کی مٹی کچھ عجیب ہی قسم کی بنائی ہے میرے نزدیک الیں نہیں
میں سوز و گلزار نہیں کا نام حیات رکھنا جیات کی شان کے خلاف ہے زندگی کام کرنے اور مفروضہ
مل رہنے کا نام ہے۔

ہ موجیم کہ آسودگی ساعدِ ما است
مازنہ از ایں نیم آرام نے گیریم

آخر میں علیہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس ادنیٰ عمل کو قول فرمائے اور سفرِ آخرت کا توہنہ بنائے آئینہ
کہ اپنے دین تین کی نشوشا نا سمع کیلئے بیش از پیش توفیق بخشنے اور لوگ اس کے زیادہ سے زیادہ
ستفیدہ ہو سکیں۔ وَآتُهُ دُعَوَانَا نَ الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

بندہ نیچمدادان

سیف الرحمن غفران الرحمن الغلاح

ایم اے

حوالی ۶۱۹۵۸

مقدمہ

تاریخ کی ضرورت

اس عالم فانی میں کسی بشر کو ایک حالت میں قرار نہیں
قرار ہو جھی کیسے۔ جبکہ انقلابات کے سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں تغیرات عالم اس کی
گود میں میں پروردش پاتے ہیں۔ جو اداثت زمانہ کے ساتھ اس کا چھوٹی دامن کا رشتہ ہے
مختلف ادوار کی تاریخ پر نظر کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ابوالانبیاء
حضرت آدم ع سے تا ایں دم نوع انسانی سینکڑوں وغیر انقلابات اور تغیرات کے تعمیرے کھا
چکی ہے۔ یہ تغیرات و حادث دینی اور دنیوی دونوں قسم کے تھے تاریخ اس بات کی شاہد ہے
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم دار الفروہ میں تشریف لانے سے پیشہ، تمام دنیا جہالت
ضلالت اور کفر و شرک کی شب و بکری میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ خلم و ستم کی باہر سوم سے
لوگوں کے دل و دماغ بہری طرح ماؤف ہو چکے تھے بد کاری، فحش کاری اور بے حیائی کی
نہماست سے بنی نوع انسان کے دامن بدبودار ہو چکے تھے رشد و ہدایت کا تیر اعظم ضلات
اور جہالت کے دیسرپریوں میں روپوش ہو چکا تھا آنکاب تو حید افت شرک میں ڈوب
چکا تھا شکل کے پودوں کو کشت دنیا سے ایک ایک کر کے اکھاڑا جا چکا تھا تقویٰ دپار سالی
دنیا سے معدوم ہو چکی تھے۔ عدل و انصاف کو جو رو جھاکی دودھاری تلوار سے موت کے
منہ میں دے دیا گیا تھا اور کوئی نہیں کہتا تھا کہ اس کا رگاہ ہستی میں ایک ایسا بزرگ
انقلاب آئے گا جسے آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھا۔

چنانچہ ستر رکائزات خزانہ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث سے تجید
اور خدا پرستی کی صبح نمودار ہوئی۔ رشد و ہدایت کی بارانِ رحمت کا نزول ہوا جہا و ضلات
کے سیاہ بارل جھٹ کئے جو رو جھا کا گلا مھوٹا گیا۔ ہمدری، انوت و ایثار کا درود وہ ہوا

عرضیکہ ایسا الغلام بزرگ عظیم آیا کہ کفر و شرک کے تمام تنکوں اور فتن و نجوم کے تمام خس دخاشاں کو بہاکر لے گیا۔ نیکی دنیا میں پوری طرح جلوہ گہبہ تی۔ بدی کو یعنی وبن سے الکھاڑا گیا حتیٰ کہ ہر کر و مر کے قلب میں یہ بات سما گئی کہ اب رشد و ہدایت کے پارے استقلال میں لغزش کا کوئی امکان نہیں، ہادیت رسی اور زین داں پرستی کے شجر طوبی کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اب حادث زمان کی آنکھیوں سے کوئی خوف نہیں رہا۔

آہ! مگر مدتِ قلیل میں شجر رشد و ہدایت کی جڑیں کامنے کی سازشیں ہونے لگیں وہ قصرِ اسلام، جس کی داعیٰ بیل بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی تھی اور عمر بن نے اسے شرمذہ تکمیل کیا تھا ابھی اس قصر کی تعمیر میں حصہ لینے والوں نے اپنے اجسام سے گرد و بخار بھی نہیں اٹاری تھی کہ اس کو منہدم کرنے کی سازشیں اور منصوبے گھٹرے جانے لگے۔

خلیفہ ناٹ سیدنا حضرت عثمان رضی کے دورِ خلافت میں عبد اللہ بن سبابی نیاپاک کوششوں سے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکی اور اس کے شعلوں نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ امنِ اسلامی کا کوئی پانی ان پر اشراز نہ ہو سکا۔ قصرِ اسلام کی دیواروں میں شکاف پڑنے شروع ہو گئے گھشنِ اسلام میں تحزب اور تشتت کے بخس پودوں نے عبد اللہ بن سبابی نیاپاک ہاتھوں سے جنم لیا اور اس کی فریت خدیث کے زیرِ سایہ پھلے اور بھولے۔ یہ پودے شیعہ، خوارج، رواضن، جہنمیہ، معترزلہ اور قدریہ وغیرہ تھے۔ امرِ حق نے اپنے اپنے وقت میں ان بخس اور بودھ دار پودوں کا مکلح قبح کرنے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں تاہم ان کا کلی استیصال نہ کر سکے بلکہ ایک طرف سے ہمدرد این اسلام گھشنِ اسلام سے خود رہ اور اذیت رسائیں پودوں کو الکھاڑا ہے تھے اور دوسری طرف سے طائفی طاقتیں انہیں پودوں کی آبیاری کر رہی تھیں۔

آج بھی کچھ لوگ ہم اس دام کو جاڑا نے اور بیداہ کرنے کے درپے ہیں کبھی تبر تاہیل سے شجرِ اسلام کو تراشنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور کبھی اس کی جڑیں دوں کو الکھاڑتے میں

مصروف ہو جاتے ہیں چنانچہ بیت اللہ شریف جیسے مقدس مقام کے قدس کو مجدد حکمرانی کی ناپاک کوشش سے بھی باز نہیں آئے۔ اور علی الاعلان اپنی تصریروں اور حکمریوں میں کہتے پھرتے ہیں کہ ہر سال لاکھوں لوگ زیارت بیت اللہ کی عرض سے قریب و یہ مقامات سے مکمل محظی جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حجج بیت اللہ سے جرام کا طوق ہماری گزوں سے آتا دیا جائے گا۔ اور ہم فوز ائمہ پیغمبر کی طرح مخصوصیت کا تاج پہنے ہوئے خوشی خوشی والیں مگر آئیں گے یہ نصب الحین اور نظریہ منافع عقل ہے بلکہ اس اجتماع کا مقصد وحید یہ ہے کہ باہم مل کر کوئی تعمیری پوگرام طے کیا جائے جس کے تحت صحیفہ کائنات سے نصف باخبر لیکر پوری طرح ممتنع بھی ہو سکیں۔ لواہ، فولاد اور دیگر ایسی دھاتوں سے غیر مسلم اقوام تو حظِ دافر حاصل کر رہی ہیں لیکن ہمارا ملاں اجتماع کے مقصدِ عظیم سے خود بھی نااشتنا اور دوسروں پر بھی پرداہ لاعلمی ڈالنا چاہتا ہے اور بیت اللہ کے قدس اور فضیلت کی احادیث سنانا پھرتا ہے (ردِ فرقان)

علاوه ازین حظیم، جبرا سود، چاہ زمزم کے فضائل کا انکار کرتے ہیں اور خوب دل مکھوں کران پر تنقید کرتے ہیں بنا بریں ضرورت تھی کہ بیت اللہ شریف کے قدس کی صیانت اور حفاظت کی خاطر قلم کو حرکت میں لایا جائے۔ چنانچہ اس یہی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو تصنیف کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو حرم کی بیت اللہ شریف اور اس کے محقق مقامات کی تاریخ اور آداب و احترام سے پوری واقفیت ہو جائے گی۔ مزید بیان اردو زبان میں سلامی، دینی، مذہبی اور تاریخی کتابوں سے لائے جائیں اور کتب خلنے پڑے ہیں۔ ایک ایک موضوع پر بیسیوں کتب دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لیکن میری نظر سے کوئی ایسی کتاب نہیں گزرا جو بیت اللہ شریف کی مکمل تاریخ بیان کرے اور اس کے قدس اور فضیلت پر روشنی فراہم کرے۔

لہ یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے اب تو اس موضوع پر کئی کتب چھپ چکی ہیں۔ (المیں آر۔ الفلاح)

بعض تاریخی کتب اور سیرت کے لڑپچر میں اور کتب حدیث اور کتب تفسیر میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر میرے دل میں بیت اللہ شریف کو تاریخی گلستان میں مرتب کرنے کا خیال پیدا ہوا جنہیں پارچ ۱۹۵۶ء کو اللہ کا نام لے کر اس نیک کام کا آغاز کر دیا اور کئی مہینوں کی رکھتا کوشش اور مسلسل تگ و دو سے بیت اللہ شریف کی تاریخ کے خواب کو شرمندہ تکمیل کیا۔

ہندو، عیسیٰ اور دیگر غیر مسلم اقوام اپنے اپنے مقدس مقامات کی تاریخ سے پوری طرح واقف ہیں حالانکہ ان کا تقدیس تاریخ کی نگاہ میں اتنا اہم نہیں جتنا یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان سب سے مقدس ترین مقام رکھنے کے باوجود اس کی تاریخی حیثیت اور اس کے تقدس سے ناشنا اور نادا اتفاق ہیں جب کسی شے کی حقیقت اور اصلیت لاعلمی کے پڑھ میں مستور ہو تو اس سے محبت ہوتی کا رشتہ قائم نہیں ہو سکتا بلکہ اسے نام تعلق رہتا ہے اگر تاریخی حقائق پر اس کی نظر ہو گی تو لامحال اس پر خیریت و محبت کے چھوٹی پچھاوڑ کر کے گا۔ اور بیت اللہ شریف سے رسمی اور واجی تعلقات رکھنے کی بجائے قبلی اور وحانی رشتہ قائم کرے گا۔

تاریخ کے فوائد خالق کائنات نے کان سننے، آنکھ دیکھنے، دماغ سوچنے اور قلب تازیت کے فوائد اس سے اشہد پر ہونے کے لئے غنیمت کئے ہیں۔ چنانچہ خوش اندام اور گلفام پیروں اور دلاؤ نیز اور دل را مناظر کو دیکھ کر انسان کا دل ان کے حون جمال سے متاثر ہوتا ہے۔ اور بالآخر ان سے رشتہ الفت اور رابطہ محبت پیدا کرتا ہے خوش الحان آوانوں اور سریلے نغموں سے جس قدر کان محفوظ ہوتے ہیں اسی قدر قلب لطف انداز ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے تاثرات کان سے زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ پسند فضائح بھی انسانی قلب میں انقلابی مادہ پیدا کرنا کتابعث بنتے ہیں علاوہ ازیں میسیبوں اقسام

کے افعال، اقوال اور مناظر و تماقاب انسان پر انقلابی مادے کی تحریر یعنی کرتے رہتے ہیں لیکن جس قدرتیائیخ نے قوموں، پارٹیوں، جماعتوں اور حکومتوں میں انقلابی آتش پیدا کی اس کی نظر کبھی بھی سکونتیں نہیں بلتی چنانچہ قدر ذات میں پڑی ہوتی اقوام نے جب اپنا آباد اجداد کی تاریخ کا مطالعہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے اسلاف نے قید و بند کی مصائب جھیلیں اور دار و سر کا خندہ پیش کیا لیکن جادہ حق سے سرمود اخراج نہیں کیا۔ اپنی عزت و ناموس کی خاطر موت کی آغوشش میں ابدی نیند سو گئے۔ میدان کا زار میں تواروں، برہپیوں اور نیزوں کی چھاؤں تک دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جانیں، جان آفرین کے سپرد کیں۔ میدان کا زار میں عفریت موت کی ہمیشہ شکل کو دیکھ کر راہ فرا رخیار کر کے اپنی عزت و ناموس کے دامن کو ذلت و رسائی سے داغدار نہیں کیں پھر انہیں قوموں نے، ہبودوسروں کی کفشن بردار تھیں جو ہر طاقت در قوم کے علم و قم کا ہر فتنی ہوئی تھیں۔ جن کی عزت و ناموس کی جاڑ پھاڑی جا چکی تھی اور جن کی زنگی کا انحصار دوسروں کے رحم و کرم پر تھا اپنے آباد اجداد کے کارناویں کا زسرنو احیا کیا طوفان اور آندھی بن کر اٹھے اور بگولہ بن کر چار دانگ عالم پر چھا گئے دنیا جیران و ششد رہ گئی بار بار ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے لگی اور کہنے لگی کہ ان میں کوئی سپرط پیدا ہو گئی جس کے باعث تخت اشری کی پستیوں سے نکل کر جا عروج سے ہمکار ہو گئے۔ وہ کوئی مشتعل مادہ ہے جس نے شعلوں کی شکل اختیار کر کے تما اور نیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ لوگ کس طاقت کے بل بوتے پر اتنے ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ فلکی سیار سے بھی شرمندگی سے منہ چھا گئے ہاuff نے جواب دیا کہ وہ سپرٹ آباد اجداد کی تاریخ ہے ٹرول کے کارنامے اور سلف صالحین کی سرگزشت ہے اس لئے تاریخ جیسا خاسوش ناصح اور واعظ نا ممکن ہے۔ ان ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب ہذا کو مرتب کیا گیا ہے اب قارئین کرام

فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ کس حد تک میں اپنے طلح نظراً و نصب العین میں کامیاب ہوا ہوں
بیت اللہ کی اہمیت یہ دُہ مقدس گھر ہے جس کی عظمت، بزرگی اور
 فضیلت کا سکھ سرزی میں عرب پرسی نہیں بلکہ تمام

ربع مسكون پر ابوالبشر حضرت آدم ع کے زمانہ سے لیکر آج تک بیٹھا ہوا ہے۔
 اور قیامت تک اس کی بہتری اور فویت کے تاج کوئی نایاک عزائم رکھنے والا حدودِ اسلام
 چھیننے اور آثار نے کی قبیح حرکت کا ارتکاب نہیں کیا گا۔ اور اق تاریخ میں مر قم اور
 فلک نیلوں کے وسیع سینہ پر متفوش ہے کہ جن لوگوں نے اس قابلِ اصرام گھر کی
 رداء عظمت بھاڑ نے کی نیت کی اور اسے علی جامد پہنانے کے لئے اٹھے
 تو وہ ذلت و رسولی کی سیاہی ہی اپنی چہروں پر ڈال کر ہی واپس نہیں ہوئے بلکہ
 موت کے آہنی پنجے میں پھنس کر دنیا سے ابد الہاد کے لئے نیت و نایا وہ گئے
 اس کا یہ تفوق اور برتری صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ جن لوگوں کو اس
 کے ساتھ کری قسم کا معاملہ پیش آیا ان کی عظمت و فویت کو چار چاند لگائی گئی۔ وہ
 اہل ایمان جو اپنے دیرینہ دشمن شیطان کو فراموش کر کے غفلت اور تساهل سے
 راہ درسم پیدا کر لیتے ہیں۔ اور شیطان لعین اس موقر سے نیجا نہ استفادہ کر تے ہوئے
 ان کے قبلے ایمان پر فتن و فجور کے دھمیتے ڈال دیتا ہے تو ان دھمتوں کو آب بیت اللہ
 شریف ہی صحیح معنوں میں محو کر سکتا ہے جو اُن کی وہ گھٹڑی جو بنی نوع انسان کے
 نیخف و نزار کندھوں کو دبائے ہوئی ہے بیت اللہ شریف کی حد میں پہنچے ہی آن کی آن میں فتح ہو جاتی ہے۔
 پھر اس کے نقش پاٹکار اس رعنی تباہیت اللہ شریف کے خانہ خدا ہے جس نے اپنے ارد گرد کو باہر کر کے اور باعظمت
 بنادیا ہے۔ اہل مکہ اپنی بزرگی اور سعادت کا سکھ لوگوں کے دلوں میں اسوقت بیٹھا
 سکتے ہیں جبکہ اس کی آنکھیں میں پناہ لیں۔ ارض عرب کو سرزی میں عرب کا خطاب
 اس کے یاعش نصیب ہوا۔ ورنہ وہ نہ تو قابل زراعت ہے کہ اس میں کھتی باڑی

کا کام کیا جائے اور نہ اس کے سینے میں زر پہنہاں ہے تاکہ اسے مکھو دنے کی سعی کی جائے لے بلکہ بخرا دربے کا رز میں ہے اور اپنے باشندگان کی معاشری اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے سے قاصر ہے یہ اسی پاک گھر کا کر شمر ہے کہ ارض عرب سنگلخ، بخرا اور غیر مزروع ہونے کے باوجود دیکھ راضی سے کوئے تفوق لے گئی۔ لہ

اس گھر کی جاذبیت اور کرشم محتاج بیان نہیں ہر سال موسم حج کے موقع پر دور دراز سے سفر کی صعبوتوں اور کلفتوں کو برداشت کرتے ہوئے لاکھوں علیغانی ہم چین، جیلان، مصر لویان، روم، برصغیر ہندو پاک اور افغانستان وغیرہ مالک سے کشاں کشاں دیوانہ وار حرم پاک کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ موسم حج میں اس مقدس گھر کے ارد گرد خلائق ہمیں کی طرح ازدواج ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد اپنے گھروں کو خیر بار اور وطن اونکو خدا حافظ ہوتی ہوئی اس تاریخی اور عظمت والے گھر کے دامن میں آگئی ہے خلائق کو اور اہل ایمان کے قلوب کو یہ اپنی طرف یوں کرشم کرتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو فدا یا ان حرم پاک کو جو ہی نژاد راہ میسر آتا ہے تو وہ زن و فرزند اور خویش و اقارب کی مفارقت کا صدمہ سبھتے ہوئے سر زمینِ عرب کا رخ کرتے ہیں اور جو ہی کعبۃ اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں مسیرت دشادمانی ان کے چہروں پر رقص کرتی ہوئی دھکائی دیتی ہے۔ ان کے قلوب سے رنج و غم کے سیاہ بادل چھپٹ جاتے ہیں۔ اور فرحت و انباط کا ابہم محیط بر سرنے لگتا ہے۔

لے کعبہ، لے بیت اللہ، تو وہ مقدس گھر ہے جس کی عظمت و سعادت مسلم جاذبیت اور کرشم انہر من الشمس، شان و شوکت قابلِ رشک، جاہ و جلال قابلِ فخر لہ آج کل تو عرب کی زمین سونا اگل رہی ہے اور اس کے سینے متیل کے چشمے بھوٹ ہے یہیں دایں آں الغلوج

اور سحر آفرینیاں اور دلادمینیاں لاثانی ہیں تو ہی وہ قدیمی اور تاریخی عمارت ہے جس کے متعلق پوروگار عالم نے اپنی مقدس ترین کتاب میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ أَقْلَى بَيْتٍ وَضِيقَ لِلنَّاسِ لَكَذِئْ بِيَكَهْ مُبَارَكًا حُدَى لِلْعَالَمِينَ
رَأْلَ عَمَانَ ع ۱۰

”سب سے پہلا گھر بیت اللہ شریف ہے جو لوگوں کی عبادتِ حج اور طواف کیلئے بنایا گیا ہے۔ یہ گھر مکہ مظہر میں واقع ہے یہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے باعث برائیت و برکت ہے۔“

دوسرے مقام پر اللہ نے تیری یوں مدح سراہی فرمائی ہے
مَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمْنًا - (آل عمران ع ۱۰)

”جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ رہنمی کی تکلیف سے امن میں رہے گا۔“
ایک اور مقام پر خدا غیرِ ذوالجلال نے حرماءمت، سے تیری صفت کو اجاگر کیا۔ الشیعائے اکے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرفتار ہے کہ، مسجدِ حرام میں ایک نماز پڑھنے سے لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے (ابن ماجہ)
تو وہ گھر ہے جس کی داستان انوکھی اور سرگزشت نرالی ہے اور روشنائی کے
بجائے آب زر سے نوشست کے قابل ہے تیری داستان کے بھرپور کار میں
خوط زنی سے لعل و جواہر کا حامل کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ نہایت کٹھن اور تھکا دین والا
کام ہے۔

الغرض تیرے فضائل کی طویل و عریض داستان خداوند تعالیٰ اور اس کے پیاسے
پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیان کر سکتے ہیں بندہ الحقرانی کوتاہ علمی کے باعث
تیری داستان فضائل کا تحقیقیان کرنے سے قاصر ہے اور محدث خواہ ہے۔

لَهُ دَامَانَ نَحْرَانِكَ وَكُلِّ حَسْنٍ تَوْبِيَارَ
لچیں بہار تو زد اماں گلہ دارد

مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے اس کی فدرشناسی نہ کی ان لوگوں پر جنہوں نے بیت اللہ شریف کے مقابلے میں کئی اور بیت تیار کر لئے، ان لوگوں پر جنہوں نے زیارت بیت اللہ شریف سے محروم ہو کر بندرگاہِ دین کی قبروں کو زیارت کا ہیں بنالیا۔ ان لوگوں پر جن کے پاس زاد را ہے اور خللت کی نیند میں مدھوش ٹپے ہیں اور بیت عقیق کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے کندھوں سے عصیاں اور گناہوں کا حملِ تقلیل آئانے کی جدوجہد نہیں کرتے اور ان لوگوں پر جو پاکپتن، لاہور، اجیر، مہلی، ملستان اور سرہند وغیرہ تو ہر سال بندرگاہِ دین کی خانقاہوں پر جا کر اپنی نذریں اور نیازیں پوری کرتے ہیں مزاروں کو سبز رنگ کے غلافوں سے ملفوف کرتے ہیں اور رات کو دہلی پرچارخ روشن کر کے اپنی دلی محبت اور عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں بلکہ سرخود ہو کر عجز و انحرافی سے اپنے دنیوی مفاد کی خاطر دعائیں مانگتے ہیں جو شرعی حافظ سے شرکِ عظیم ہے مگر وہ کعبۃ اللہ جو صحیح معنوں میں قابل زیارت ہے جس کی زیارت سے آنسو جوں میں نور اور قلب میں سرور پیدا ہوتا ہے جو فتن و فجور کے ان داعوں کو جو بارہ آب استغفار سے دھونے کے باوجود نائل نہیں ہوئے ایک لمبی مسکونی محو کر دیتا ہے اور جس کا آب زمزہمِ شنگی زائل کرنے کے علاوہ غذا یافت اور دوائیت کے کام بھی آتا ہے ایسے گھر سے رشتہ توڑ کر اور منہ موڑ کر عذیزوں سے روابط پیدا کرتے ہیں یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔ کیا کوئی اب خرد سے عتمانی اور ہوشمندی کا کام بھی گا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ۵

تجب ہے مسلمانوں پر جو ہیں غیر کے طالب
کہ کچھ چاٹتے پھرتے ہیں شیریں چاہ کرتے ہوتے

کوئی اجیر کلیر کو کوئی دہلی پکھو پھے کو
بخف کر کر بلا کو جائیں بیت اللہ کے ہوتے

درصل یہ لوگ بھی معدود ہیں کیونکہ ان کی علیت خانقاہوں اور مزاروں تک
محدود ہے اور انہیں کو اپنا بلج� اور ماڈی سمجھتے ہیں بخاست سے شکم پروری کرنے والا کو اُ
رنگارنگ کے خوشبو دار بچوں کی قدر و منزالت کے اسرار سے واقف نہیں ہو سکتا
یہ عنده یہ بچین کا کام ہے کہ آنکھوں میں ٹھنڈ ک اور قلب میں فرحت پیدا کرنے والے
گھلٹائے چمن کے صحیح مقام سے آگاہ ہو۔ سید الانبیا رکی قدر رشنا سی کا دعویٰ کرنا
صرف شمع رسالت کے پروالوں کو حق پہنچانا ہے جنہوں نے اپنان، من اور ڈن
معادی ابکر کے اشاروں پر برضا و رغبت اور برد چشم قربان کر دیا اور جنہوں نے
پانی کے مطالب پر خون کی پیش کش کی یہ حقیقت ہے کہ خانہ خدا کی صحیح قدر و منزالت
ہر کرد مر کے دل میں نہیں ہو سکتی۔ ۷

تر اچنا نکھر قوئی ہر کے بکادا ند لقدر ہر بت خود میں کند است را ک

اس مقدس گھر کی ایمت، فضیلت، عظمت و سعادت وغیرہ بطور مقدار
بیان کرنے کے بعد اب مجھے گلستان تایخ سے کچھ بچوں کا ثواب کر کے گلدستہ
کی صورت میں پیش کرنا ہے جو نہایت کھنکا ہے جس میں لخراش بتفاضل
بشریت بہت ملکن ہے۔ لہذا پروردگار عالم کی بارگاہ عالی میں نہایت بجز و انحرافی
اور خلوص قلب سے دعا کرنا ہوں کہ محمد پر اپنے فضل و کرم کی بارش بر سارے تاکہ
اس گلدستہ کو مناسب اور موزوں بچوں سے آرستہ پیر استہ کر سکوں (آمین)

سید الرحمن الفلاح ایم اے

مدیر مرکز الدعوة الاسلامية اوکارا

مکہ مکرمہ

بیت اللہ شریف مکہ معظمہ شہر میں واقع ہے بنابریں تایخ بیت اللہ شریف میں مکہ معظمہ کا تذکرہ ضروری تھا لیکن کتاب کے قارئین نے اس کی کی طرف توجہ نہیں دلائی۔ اب کتاب کی کتابت کے بعد اقسام السطور کے ذہن میں یہ بات کھٹکی کہ مکہ معظمہ کے تعارف اور تذکرہ کے بغیر یہ تایقی گلستانہ نامکمل ہے لہذا مجلہ دلخی گو بر انوالہ حج نمبر سے درج ذیل مضمون شکریہ کے ساتھ شامل کتاب کیا جاتا ہے

مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بتائی جاتی ہے اس کا عرض البلد ۲۱ درجہ اور طول البلد ۹ درجہ ہے۔ یہ مشرقی ساحل سمندر سے تقریباً ۵ کلو میٹر مشرق میں واقع ہے۔

نکہ مکام القری اور البلد الامین وغیرہ اس کے نام ہیں۔ یہ جس وادی میں آباد ہے وہ پھریلی اور سیلگ وادی ہے۔ اس میں شہر مکہ مکرمہ مشرق سے مغرب تک کئی میلوں میں پھیلا ہوا ہے شہر کا عرض بھی دو میل کا ہے اس کی وادی ابطن اور بطن کے نام سے مشہور ہے جو مشرق سے شروع ہو کر مغرب تک چل گئی ہے۔

ان میں سے ایک سلسلہ شمالی ہے اور ایک جنوبی ان دونوں سلسلوں کو اختیاب کہتے ہیں شمال سلسلہ جبل الفلق، جبل القیغان اور جبل کدا اور پشمبل ہے کل ربع مکہ کے مشرقی حصہ میں واقع ہے جو کہ شہر کا بلند حصہ ہے فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے داخل ہوئے تھے شہر کے جنوب مغربی سرے پر جبل عمر ہے پھر وادی ہے پھر جبل ابو قیس پھر جبل جند میں ان سب پہاڑوں کے دامن اور بعض کی بلندیاں اب عمارتوں سے پُر ہیں شہر

کوچاروں طرف سے پھر دل کے ٹیکے باچھوٹی چھوٹی پہاڑیاں گھیرے ہوئے ہیں جو ایک طرح سے اس کی فصیل کا کام بھی دیتی ہیں۔ حرم شریف شہر کے وسط میں واقع ہے۔

شہر میں پانی کا ایک ہی چشمہ ہے جس کو زم زم کہتے ہیں اس کے علاوہ یہاں پانی کا کوئی خاص کنوں نہیں ہے پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کی زمین میں پچھ کاشت نہیں ہو سکتا۔ اب دونہری شہر میں دوسری جگہ سے لانی کی ہیں ان کی وجہ سے پانی کی سہولت ہو گئی ہے اس کی مدد سے پکھ گھاس اور پودے بھی لگادیئے گئے ہیں۔ عہدِ عماں میں طائف کے قریب سے یہاں ایک نہر لائی گئی ہے۔ یہ نہر زبردست کے نام سے مشہور ہے یہ عماں خلیفہ میں ارشید کی والدہ زبیدہ نے بنوائی تھی اور بعد میں اس کو ترقی دی جاتی رہی ہے اب پانی پہنچانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کئے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے اب پانی کی بالکل قلت نہیں رہی۔ مکہ چونکہ ایک دادی میں ہے اس لئے ایام گزشتہ میں بڑے سیلابوں سے اس میں پانی بھر جایا کرتا تھا۔ اب حکومت نے معلاۃ سے پہلے ایک بند بنا دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر کے آگے ایک زمین دوز نالہ بھی بنادیا ہے جس میں شہر کا گندہ اور سیلاپ کا پانی بہر کر مکہ کے نشیبی حصہ سفلہ کی طرف سے نکل جاتا ہے۔

پھاڑوں کے درمیان خصوصی طور پر گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے۔ شہر کا موسم گرمیوں میں سخت ہوتا ہے اور بارش صرف جاڑوں میں ہوتی ہے اس کی سالانہ مقدار چار، پانچ۔ انج سے زیادہ نہیں لہذا اگر میں کا موسم، ماہی سے شروع ہو کر آخر اکتوبر تک رہتا ہے پھاڑوں میں گھرے ہونے کی وجہ سے موسم سرما میں سردی کم ہوتی ہے۔

ہوا اُل میں سب سے بہتر ہوا امغربی ہوا ہوتی ہے یہ سمندر کی طرف سے آتی ہے اور سب سے گرم مشرقی ہوا ہوتی ہے جو خشک پہاڑوں سے گزرتی ہوئی گرم ہو کر آتی ہے اس سے کم گرم جنوبی ہوا ہوتی ہے۔ اس کے پہاڑوں کو قورات میں جبال فاران بتایا گیا ہے یہ نام غالب فاران بن عمر بن عمیلین بادشاہ کی نسبت سے ہوا

اسی شہر کو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور اپنے شیرخوار بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو یہاں پر ٹھہر کر آباد کیا تھا اور پھر کعبہ شریف کی دوبارہ تعمیر کی تھی جب نے یہ شہر قرب وجوہ بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے لوگ یہاں مقیم ہوئے اور پھر قرب وجوہ میں بھی پھیل گئے آخر میں قریش یہاں کے متولی اور باشندے ہوئے پھر قریش میں سے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور اپنے عمر کے تریپن سال یہیں گزارے کعبہ شریف کی وجہ سے مکہ مظہر کی تعظیم اور احترام سائے جزیرہ العرب میں یکساں طریقہ سے برآبر کیا جاتا رہا۔ تمام عرب اسلام سے ڈھانی ہزار سال قبل ہی سے کعبہ شریف کا طواف اور زیارت کرتے رہے ہیں۔

مکہ کی آبادی پہلے خیموں میں رہتی تھی بھرت سے صرف دو صدی پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدّ قصی بن کلاب جب شام سے آئے تو ان کے مشورہ سے مکانات بننے شروع ہو گئے اور مکہ مظہر کے کے معاشرہ کو اور اس کی اجتماعی اور مذہبی ذمہ داریوں کو منظم کیا گیا۔ اور ان کو قصی بن کلاب نے سنھالا۔ اس سے قریش کی اہمیت بڑھی اور یہ ذمہ داریاں ان میں مخصوص ہو گئیں اسلام آنے کے بعد شہر کو بڑتی ہوئی

اب یہ اپنے قرب و جوار میں دور دور تک سب سے بڑا اور پوچھے عالم اسلام
سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔ شہر کا شمال مشرقی حصہ بلند ہے اور
علاقہ کے نام سے موسم ہے اسی میں شہر کا مشہور اور تاریخی قبرستان ہے جس
وال معلاتہ کہا جاتا ہے۔ یہ الجون اور کداء پہاڑیوں میں متصل ہے یہاں سے
مکر مسر میں داخلہ منون بتایا گیا ہے۔ بعد اوقل سے اب تک اسی قبرستان
اہل مکہ کی تدفین ہوتی رہی ہے معلاتہ کے بالمقابل شہر کے جنوب
مندر بی جزء میں شہر کا نشیبی محلہ سفلہ ہے معلاتہ سے بہرہ کرنے والا
سیلا بی پانی اسی طرف سے باہر جاتا ہے۔ شہر کا مشرقی حصہ جبل حنذہ
شتمل ہے جس کے دامن میں بنی ملائم کا خاندان آباد ہے یہ جبل ابو قبیس
کے شمال میں ہے شہر کے مغربی حصہ میں جبل عمر اور شمال مغربی حصہ
مقامِ کعبی ہے یہاں سے مکر مسر سے باہر جانا منون ہے۔

حرم شریف کے شمالی جانب کے علاقہ کو اشامیرہ کہا جاتا ہے اسی کے
 مقابل حرم کے جنوبی علاقہ کا مشہور محلہ جیاد ہے یہ مکر مسر کا ممتاز
تھا ہے۔ اسی کے پہلو میں مکہ کا مشہور پہاڑ جبل ابو قبیس ہے شہر کے
بیا وسط میں حرم شریف یعنی مسجد حرام ہے

محلہ واضحی

شمارہ نمبر ۲ جون ۱۹۹۳ء

حرام مسکوہ مکر مسہ

مسجد حرام :.. خانہ کعبہ کی عمارت کے متعلق تاریخی معلومات بیان کرنے سے پہلے اس کے ارد گرد اور ماحول کے متعلق معلومات بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ مکان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے تعمیر کیا تھا اور جس کے ارد گرد کھڑے ہو کر جماج کرام اور اہل مکر نماز ادا کرتے ہیں اسے بیت اللہ کے نام سے ہو سوم کیا جاتا ہے اور اس کے ارد گرد کو جہاں پر نماز پڑھی جاتی ہے خواہ صحن ہو یا برآمدے ہوں - مسجد حرام سے تعمیر کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اہل علم کے اور صحی کی اقوال ہیں مثلاً بعض نے اس سے خود کعبہ شریف کی عمارت مرادی ہے وہ قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال پچھلتے ہیں۔ **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** (البقرہ - ۱۲۲) اس آیت میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ہوا ہے کہ آپ اپنا چہرہ انور کو مسجد حرام کی طرف موڑ لیں۔

بعض علماء نے کعبہ شریف اور اس کا ارد گرد مراد لیا ہے وہ اپنے مدعا کے بیوتوں میں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت پیش کرتے ہیں -

سُبْحَنَ اللَّهِ الْذِي أَسْرَى بَعْدَهُ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْعَرَامِ إِلَى
الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (ربنی اسرائیل)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک دز میں کی ہے سیر کرائی۔

بعض ائمہ اور مفسرین نے اس سے تمام مکر شہر مراد لیا ہے ان کی دلیل

بِ ذِيلِ آیت ہے۔

بَلْ تَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْعَرَامَ (الفتح ۲۷)

(مسافرین) تم ضرور بضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔

بعض ایل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد تمام حرم شریف ہے جس میں شکار

نامنع ہے ان کی دلیل مندرجہ ذیل ہے۔

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ كُوْنَتْ نَجْسٌ فَلَا يَقْرُبُوا الْمَسْجِدَ الْعَرَامَ (توبہ ۴۸)

مشرک لوگ ناپاک ہیں بدین وجہ انہیں مسجد حرام کے نزدیک جانے کی بھی

اذت نہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا۔ إِلَّا أَذْنِينَ عَاهَدَتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْعَلَمِ

(توبہ - ۳)

یہکوں وہ لوگ بن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے ران کو قتل مت کرو

الائک ان کا عہد حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا۔ لہذا وہ حرم شریف میں شامل ہے۔

یہ تماہ بحث علام ابن ظہیرہ کی کتاب «اباجام اللطیف» سے اختصار کے

سا تحریکیان کی گئی ہے۔ بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسجد حرام سے مراد جس میں

لہذا فضیلت ثابت ہے وہ مسجد ہے جو کعبہ شریف کو محیط ہے یہ خواہ کتنی

سیع ہو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ کی صاحت سے لیکر آج

کی صاحت سب اس میں شامل ہے۔ حقیقت کہ مستقبل میں مسجد کے صحن میں

و اضافہ ہو گا وہ بھی مسجد حرام میں شامل ہو گا۔

سے پہلی مسجد روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد، مسجد حرام ہے چنانچہ

حضرت ابوذر غفاری فرمادیت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ سب سے پہلے کونسی مسجد تعمیر ہوئی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے مسجد حرام کو تعمیر کیا گیا۔ میں نے پھر عرض کیا چھر کو نئی مسجد بنائی گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی میں نے عرض کیا کہ ان دونوں مساجد کی تعمیر کے دوران لکنا و تفریبے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کے درمیان چالیس سال وقفہ ہے۔

ایک اشکال | اس حدیث میں ایک اشکال ہے جسے قاضی القضاۃ شیخ الاسلام نخرالین خطیب مسجد حرام ابو بکر بن علی بن ظہیرہ شافعی نے تغمد اللہ بر حمته و اسکنہ فسیح جستہ۔ اپنی کتاب دشنفاء العدلیل فی حجج بیت اللہ الجلیل، میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی مسجد کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

وَإِذْ يُرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدُ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْتَحْمَاعِيلٌ^۹ (البقرہ ۱۲۴)

یعنی جبکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام بیت المرشیف کی تعمیر کر رہے تھے اور مسجد اقصیٰ کے باñی حضرت سليمان علیہ السلام ہیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی کی روایت نسائی میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان سینکڑوں سال کا فاصلہ بن جاتا ہے۔

اشکال کا حل | حافظ ابن قیم رحمہ نے زاد المعاد جلد اول میں اس اشکال کو یوں رفع کیا ہے کہ حضرت سليمان علیہ السلام بیت المقدس کے باñی نہیں بلکہ انہوں نے اس کی تجدید کی ہے اس کے باñی اول درحقیقت حضرت یعقوبؑ ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے مزید تحقیق کے لئے فتح الباری جلد ثالث اور مشکوہ جلد اول حدیث ہذا کا حاشیہ کا مطالعہ کر کجیئے۔

اول بیت کی تفسیر | دِ انَّ أَوَّلَ بَيْتٍ إِلَى الْعَالَمِينَ،

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔

- ۱۔ رو تے زمین پر یہ سب سے پہلا گھر ہے اس سے قبل کوئی مکان نہیں تھا۔
- ۲۔ یہ لوگوں کے لئے قبلہ اور اللہ کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر ہے۔
- ۳۔ مکہ معظومہ میں یہ سب سے پہلا گھر ہے جو سورہ حج و وجود میں آیا۔

آخر الذکر قول پر اکثر اہل علم کااتفاق ہے ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مفسرین نے اس کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ «ان اول بیت» سے مراد اللہ کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر ہے جو برکت والا ہے اور ہمارا جہاں والوں کے لئے باعث ہدایت ہے یہ مکہ معظومہ میں واقع ہے کیونکہ اس کردار پر یہ سب سے پہلا گھر نہیں بلکہ اس سے پیشتر مکانات موجود تھے اس قول کو حضرت علی رض کی طرف منسوب کیا ہے۔

خالد بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی رض کے پاس آیا اور سوال کیا کہ مجھے بتائیے کہ کیا بیت اللہ شریف رو تے زمین پر سب سے پہلا گھر ہے؟ آپ نے لفی میں جواب دیا پھر فرمایا از رو تے برکت یہ سب سے پہلا گھر ہے اور مقام ابیت عالم بھی با برکت ہے جو شخص اس میں داخل ہو گا اسے ہر طرح کا امن ہو گا۔ لہ بچھو لوگوں نے کہا ہے کہ کعبہ شریف کی جگہ زمین پر سب سے پہلے رکھی گئی۔ اس قول کو قنادہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قنادہ کہتے ہیں کہ جا سے پاس یہ بات بیان کی گئی کہ بیت اللہ شریف حضرت آدمؑ کے ساتھ آتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لے آدمؑ میں تیرے ہمراہ اپنا گھر تاریا ہوں اس کے ارد گرد ایسے طواف ہو گا جیسے میرے عروش کے گرد طواف ہوتا ہے پھر اپنے حضرت آدم علیہ السلام نے اور ان پر

ایمان لانیوالوں نے اس کا طواف کیا۔

ابن جریرؓ نے آخر میں فیصلہ دیا ہے۔

وَالصَّوَابُ مِنَ الْأَقْوَالِ فِي ذَلِكَ أَنَّ أَوْلَ بَيْتٍ وَضَعَ لِلنَّاسِ إِلَى لِعْبَادَةِ
اللَّهُ خَيْرٌ۔

یعنی تمام اقوال میں سے درست اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سب سے پہلا
گھر از روئے عبادت الٰہی کے ہے۔

اس میں معلوم ہوا کہ ”ان اقل بیت و وضع للناس“، سے مراد خانہ کعبہ ہے
اور تقدیناً وہ پہلا گھر ہے جو عبادت الٰہی کی عرض سے بنایا گیا اور حضرت آدم اس کے
بانی ہیں۔

یاقوت حموی نے مجمع البلدان میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ
آسمانوں کی تخلیق سے پہلی تخلیق جب کر عرش الٰہی پائی پر تھا اور اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا صبحی اس نے
پانی کو دھکیلا جس سے خشغہ دایک آبی بوٹی ظاہر ہوتی۔ وہ بیت اللہ شریف کے مقام
پر تھی اور بیت اللہ شریف قبر کے مانند تھا۔ اس کے نیچے سے تمام زمین پھیلائی گئی پھر
اس پر پہاڑوں کو بطور تینیں نصب کر دیا رہ

پھر یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ
نے کعبہ شریف کو بنایا پھر اس سے تمام زمین پھیلائی گئی اس لحاظ سے یہ زمین کی ناف دنیا کا
وسط اور امام القریٰ ہے۔

ظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ”ان اول بیت“، کے سلسلہ میں جو روایات وارد
ہوتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ تخلیق ارض سے دو ہزار سال قبل خانہ کعبہ عرض و جو دیں آیا تھا
وہ سب موقوف ہیں بعض صحابہ کرامؓ یا آمیابین کے اقوال ہیں۔ اسی سلسلہ میں آخر ہے

صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مرفوع اور صحیح حدیث ثابت نہیں۔ ہاں المبرہ ایک روایت مذکور ہے جو صحابین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یوں ارشاد فرمایا

وَلَيَقُلُّنَا إِنَّ شَهْرَكُوَالَّذِي نَسِيَ رَدْزَسِ عَزْتٍ وَحِرْمَتٍ وَالْبَنَيَا يَعْلَمُ بِهِ جِنْ دَنْهَرٌ
نَزِينٌ وَآسَمَانٌ حَرِّصٌ وَجَوَدِينٌ لَاسَيْ كَعَنْهُ اُورَابٌ بَعْنَی اسَ کی حِرْمَتٍ بَدْسُورْ قَامَهُ ہے لَهُ
لَیکن یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ بیت اللہ شریف کا وجوہ آسمان اور نزین
کی تخلیق سے پیشتر موجود تھا یہ تو صرف اس کی حِرْمَتٍ قدیمی پر دلالت کرتی ہے کہ خانہ کعبہ
سب سے پہلاً مگر ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا اس قول پر مفسرین اور تواریخین
کااتفاق ہے۔

مسجد حرام کے فضائل و خصوصیات

اول:- اللہ کی عبادت کے لئے روئے زمین پر یہ سب سے پہلاً مگر ہے چنانچہ
قرآن مجید میں اس کے متعلق واضح نص موجود ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وَقِيعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بَيْكَهُ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ
سب سے پہلاً مگر جو لوگوں کے لئے اللہ کی عبادت کرنے کی خاطر بنایا گیا وہ ہے
جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے جو بارکت ہے اور تمام روئے زمین کے لوگوں کیلئے
باعث صدایت ہے۔

(آل عمران ۹۲)

دوم:- خانہ کعبہ کو ہر سال حج کے ذریعے آباد کرنا فرض کفایہ ہے کیونکہ وہ حدیث
حج کی ترغیب اور فضیلت کے متعلق اور اس کی فضیلت میں وارد ہوتی ہیں ان سے یہی
بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

العمرة الى العمرة لغير المسلمين والحج المبرور ليس له جزاء الا
الجنة وقال عمر بن عبد الرحمن وحج نعم ينفي الفقير والمنينه المسوء (رسائل جلد ۲ ص ۳)
یعنی ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیانی وقت کے گناہوں کا لغادہ بنتا ہے اور
حج مبرور کی جزا تو صرف جنت ہے نیز فرمایا لگاتار حج اور عمرے فخر کو دوڑ کرتے ہیں۔
اور بربادی ہوتے پچلتے ہیں۔

سوم:- پانچ اوقات میں نماز پڑھنا ہے۔

- ۱۔ جب سورج طلوع ہو رہا ہو یا ان تک کہ ایک نیزہ کے برابر اونچانہ آجائے
 - ۲۔ خط استواء پر پہنچنے کے بعد زوال آفتاب تک۔
 - ۳۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ۴۔ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک
 - ۵۔ سورج کی دھوپ زرد ہو جائے کے بعد غروب آفتاب تک
کیونکہ صحیحین میں ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن
مسجد حرام اس سے مستثنی ہے کیونکہ سنن الرجه میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
- یابنی عبد مناف لاتستعوا احد اطاف بهد الbeit وصلی اللہ علیہ سلی اللہ علیہ شام من
لیل او نہار (رسائل جلد ۲ ص ۳۵)

اے بنی عبد مناف اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے کسی کو مت روکو جس وقت
کوئی چاہے نماز پڑھے خواہ رات کا وقت ہو یا دن کا۔
حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور صحیحین کی شرط کی طبقاً ہے ایک روایت میں یہاں یا یہ
لاصلوۃ بعد الصبح الابمکہ۔ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز جائز نہیں بلکہ مکمل حظیرہ جائیز ہے
اس سے مراد حرم شریف ہے مطلب یہ ہے کہ قضاکی زیادتی ان مقامات میں جائز ہے مگر
مقتضی لکڑی زیادہ غازیں پڑھے تو اسے کوئی ممانعت نہیں اما احمد رحمان کے نزدیک طواف کی

دور کعت کے سوا کوئی نماز صبح کی نماز کے بعد جائز نہیں اور بیان کرتے ہیں کہ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کے بہت مشابہ ہے۔ اماماں مالک اور امام ابو حیفہ کے نزدیک ممانعت کے حکم کا اطلاق سب پر پوتا ہے اور مکہ مظہر میں بھی صبح کی نماز کے بعد نماز جائز نہیں کیونکہ ممانعت کی حد شیندیگی احادیث پر مقدم ہیں۔

چہارم۔ درحقیقت خانہ کعبہ کا طواف اس کا سلام ہے حدیث مذکورہ بالا کی بناء پر ان اوقات میں یہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ امام شافعیؓ اور امام احمدؓ کا یہی نظریہ ہے امام مالکؓ کہتے ہیں کہ طواف کی دور کعت کا وقت جواز تک تاخیر کر کے امام ابو حیفہ کے نزدیک اوقات مکونہ میں طواف کرنا منع ہے۔ دیگر مساجد کا تجیہ خانہ ہے لیکن بیت اللہ کا تجیہ طواف ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت عبدالرشد رضی سے مردی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے

ر. بخاری جلد اول ص ۲۱۹

علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو اور امام صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ میں مشغول ہو تو اس وقت مسجد کا تجیہ یعنی دور کعت اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ کیونکہ مقصودیہ ہے کہ مسجد میں ہو ولعب کی حالت میں داخل نہ ہو۔

پنجم۔ مکہ مظہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے چنانچہ علماء بیان کرتے ہیں کہ مکہ مظہر میں داخل ہونے کے آداب میں غسل کرنا بھی شامل ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی سے مردی ہے کہ جب وہ مکہ مظہر میں آئے تو رات مکہ مظہر سے باہر مقام اذی طویل پر قیام کرتے صبح کو غسل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے اور بیان کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے

ر. بخاری جلد اول ص ۲۱۲

اس مسئلہ میں حرام باندھنے والا اور غیر محروم دونوں کا ایک ہی حکم ہے جو بھی مکہ مظہر

میں داخل ہوئے غسل کرنا مستحب ہے اما شافعیؒ نے اس سلسلہ کی اپنی کتب، «لام»، میں پوری پوسی وضاحت کی ہے۔

ششم۔ مسجد حرام کی ایک نماز دیگر مسجدوں میں ایک لاکھ نمازوں میں سے افضل ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت ابو حصریؓ سے مردی ہے کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، کہ صلوٰۃ فی مسجدی افضل من الف صلوٰۃ فی ما سواه الا المسجد الحرام میری مسجد میں ایک نمازوں پر صنادیگر مساجد میں ہزار نمازوں پر صنادیگر مساجد میں سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے کیونکہ اس میں نمازوں پر صنادیگر مساجد سے بھی زیادہ ہے۔ (ابن ماجہ) اس کا مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ میں نمازوں پر صنادیگر مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نمازوں پر صنادیگر مساجد میں سے بہتر ہے چنانچہ اس پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن زبیر رضیؓ سے مردی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صلوٰۃ فی مسجدی هذَا افضل من القصلوٰۃ فی غيره من المساجد الا المسجد الحرام۔ وصلوٰۃ فی المسجد العرام افضل من الصلوٰۃ فی مسجدی هذَا بمائة صلوٰۃ۔ (ابن ماجہ ص ۱۰۳)

میری مسجد میں نمازوں پر صنادیگر مساجد میں نمازوں پر صنادیگر مساجد سے ہزار گناہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کے، اور مسجد حرام میں نمازوں پر صنادیگر مساجد سے سو گناہ افضل ہے اس کی شدید بخاری کی شرط پر ہے نیز اسے احمد، بنوار اور ابن جبان نے بیان کیا ہے ابن عبد البرؓ نے «تمہید»، میں اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں حضرت جابر رضیؓ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بیان کئے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا

صلوٰۃ فی مسجدی هذَا افضل من الف صلوٰۃ فی ما سواه من المساجد الا المسجد العرام وصلوٰۃ فی المسجد العرام افضل من مائة ألف فی ما سواه
ابن ماجہ ص ۱۰۲

میری مسجد یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا دیکھ مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے کیونکہ اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیکھ مساجد میں ایک لاکھ نماز پڑھنے سے فضل ہے۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ اس روایت کے مطابق کہ مسجدِ حرام کی ایک نماز لاکھ نماز سے فضل ہے میں نے حساب لگایا تو ایک نماز پچپن سال، چھ ماہ اور بیس دن رات کی نمازوں کے برابر ہوئے اور ایک دن اور رات کی پانچوں نمازوں کا حساب لگایا گیا تو دوسو ستر سال نوماہ دس دن اور رات کے برابر ہو گیں۔

ذالث فضل اللہ یو تیار من لیشاء اللہ ذوالفضل العظیم

ہفتہ تم ۔ ۔ ۔ ثواب کا زیادہ ہونا صرف نماز پڑھنے سے بلکہ تمام عبادات کا یہی حکم ہے کیونکہ نماز اور کعبہ شریف کی زیارت کے ثواب کو مدد نظر رکھتے ہوتے یہ فصلہ کیا گیا ہے کہ دیکھ راعی عمال صالح کو بھی اس پر قیاس کیا جائے۔

حن بن بصری رحمہ کہتے ہیں کہ مکہ مکملہ کا ایک روزہ لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درہم صدقہ کرنا لاکھ درہم صدقہ کرنے کے برابر ہے بلکہ ہر شکلی کا لاکھ گناہ کو ثواب ملتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد الشبل بن عباس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

یہ شخص نے ماہ رمضان المبارک مکھ مساعظ میں گزارا وہاں پر روزے سکھے اور حسب استطاعت رات کو قیام کیا تو اسے باقی مقامات پر رمضان کے روزے رکھنے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اس کا ہر دن اور ہر رات شکیوں میں شمار ہوں گے اور اسے ہر دن رات میں ایک گرد آزاد کر انیکا ثواب ملے گا۔ نیز دو گھوڑوں کے بوجھ کے برائے خدا میں خرچ کرنیکا ثواب ہو گا۔ (اخبار مرکز جلد ۲ ص ۲۳)

بزار نے اپنی مسند میں میں حضرت ابن عمر رضی سے مرفو غایبان کیا ہے کہ

رمضان بمحکمۃ افضل من الف رمضان بغایم مکہ
مکہ معظمہ میں ایک رمضان گزارنا دیگر مقامات میں ہزار رمضان گزارنے سے بہرہ
ھیشمند رہ نے مجھے الزوائد میں کہا ہے اسے بزار نے روایت کیا ہے کہ اس
میں ایک راوی عاصم بن مفریسے جس کو امام احمدؓ اور دیگر ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن
ابن جبانؓ نے اسے ثقیر قرار دیا ہے۔

ابن عباسؓ کی روایت میں مرفو عاذ کور ہے کہ حرم شریف کی ایک نیکی کی
دیگر مقامات کی لاکھ نیکیوں کے برابر درج رکھتی ہے۔ حاکم نے اس حدیث کی سند
کو صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو بیہقی نے بھی بیان کیا ہے۔

ہشتم علماء کا ایک گروہ اس نظریہ کا حامی ہے کہ جس طرح وہاں نیکیوں
کا قاب زیادہ ملائے اسی طرح وہاں پر برائی کرنے کا گناہ بھی زیادہ
ہوتا ہے پچنانچہ مجاہدؓ، ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کا ہمیں نظریہ ہے لیکن جن علماء نے
عمومی دلائل کو مذکور رکھا ہے وہ گناہ کی تضیییف کافتوںی نہیں دیتے ان کی دلیل
درج ذیل فرمان ایزدی ہے۔

مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ هُلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا (اللانعماً) ع ۲۰
جو شخص برائی کرے گا تو اسے ابن کی مثل سزا دی جائے گی۔
نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ هُمْ بِسِيَّةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا مَمْ يَكْتُبْ عَلَيْهِ شَيْءٌ فَإِنْ عَمَلْهَا كَبِيتْ

علیہا سیئہ واحدہ رابن کثیر جلد ۲ ص ۱۹۶

جو شخص برائی کا رادہ کرتا ہے لیکن عملی طور پر وہ کام نہیں کرتا تو اسے اس
کا کوئی گناہ یا موافذہ نہیں ہو گا اگر وہ اسے عملی طور پر کر گزتا ہے تو یہ فعل بداس کی
ایک برائی لکھی جائے گی۔

بعض متاخرین نے یہ نزاع بیان کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ تضعیف بحاظ کیفتیت کے ہوگی لیکن کمیت کے حاظ سے ایک ہی برائی شمار ہو گی نیز وہ کہتے ہیں کہ برا یوں کے مختلف مدارج ہوتے ہیں مثلاً جو آدمی کسی بادشاہ کے سامنے خلاف ورزی کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہوتا جو کہیں دور دراز مقام پر جا کر اس کی حکم عدالتی کرتا ہے۔

اما انفرادات کے مطابق حرم شریف کی تعظیم اور دہل پرخوف خدا اصروری ہے۔

ایسے مقامات جہاں پر اجر کئی گنازیادہ ملتا ہے۔ وہاں پر برائی کا ارتکاب کرنے سے درنا چاہیے۔

نہشتم: یہاں پر برائی کا ارادہ کرنے پر بھی سن اعلیٰ ہے خواہ برائی نہ کی جائے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی حرم شریف میں کسی کو مارنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب کرے گا پھر یہ آیت شریفہ پڑھی۔

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْعَادِ بِظُلْمٍ نُذْفَهُ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ (الیم ۲۵)

جو آدمی اس میں یعنی حرم شریف میں الحاد اور ظلم کرنیکا ارادہ کرتا ہے تو ہم اس کو دردناک عذاب کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی فرماتے ہیں کہ مکہ مظہر کے سوا ایسا کوئی شہر نہیں ہے جہاں پر گناہ کا ارادہ کرنے پر بھی موافذہ ہو پھر یہ آیت شریفہ پڑھی۔

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْعَادِ بِظُلْمٍ مُذْفَلٌ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ (الیم ۲۵)

اس کے آیت کے مطابق مکہ مظہر اس قاعدہ سے مستثنی ہے کہ برائی کا ارادہ کرنے پر کوئی موافذہ نہیں ہوتا بلکہ وہاں پر برائی کا ارادہ کرنے پر بھی موافذہ ہوتا ہے۔

وھشم: حرم شریف میں شکار کرنا حرام ہے خواہ محروم ہو یا حلال۔ کہیں صورت میں بھی جائز نہیں کیونکہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد گرامی ہے۔

ولایفرو صیدھا (مشکوٰۃ جلد اص ۲۳۸)

یعنی وہاں پر ایسے جانوروں کو جن کا شکار جائز ہے بھگانا منع ہے۔

جب ایسے جانور کو دہاں سے بھگانے کی ممانعت ہے تو انہیں مارنے اور ملاک کرنے کی بالاولی ممانعت ثابت ہو گئی اور اس کا تاداں دینا پڑے گا۔

لیکن مودی اشیاء جیسے چمپکلی، سانپ اور بچھو وغیرہ زہری اور مودی اشیاء کو دہاں پر مارنا جائز ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مارنے کی اجازت فرمائی ہے۔

(صحیح بن ماجہ ج ۱ ص ۲۳۶)

گیارہوں: حرم شریف میں درخت اور گھاس کاٹنا منع ہے کیونکہ آخرت نہ کام جائے یہ ممانعت حرم اور غیر محروم دونوں کے لئے یکساں ہے مل المبتدا بوقت ضرورت اذن رائیک خوشبو دار گھاس) کاٹنا جائز ہے

امام مالکؓ کے نزدیک حرمین شریفین کے درخت کاٹنے میں کوئی تاداں نہیں دینا پڑتا ہاں المبتدا جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ برا کرتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ملی جس سے تاداں ثابت ہو لیکن امام شافعیؓ نے ٹڑے درخت میں گائے اور بچھوٹے درخت پر بجڑی کا تاداں لازم قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفؓ تاداں میں قیمت کو واجب قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ گھاس اور اس درخت کے متعلق ہے جو خود بخود لگتے ہیں لیکن جن چیزوں کو لوگ اگاتے ہیں مثلاً کھیتی اور سبزیاں وغیرہ تو وہ اس میں شامل نہیں۔

بارہوں: قربانی حرم شریف میں کتنا ضروری ہے اس سے باہر قربانی

کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح وہ قربانیاں جو حرم شریف کے لئے لائی جائیں ان کا حرم شریف میں ذبح کرنا ضروری ہے۔ حج تمتع اور قران کی قربانیوں کا بھی یہی حکم ہے حاجی کی قربانی کے لئے سب سے افضل جگہ حرم شریف میں منی ہے اور عکرہ کے لئے مروہ پہاڑی ہے۔ لیکن تمام حرم میں جہاں چاہو قربانی کرنا جائز ہے تیرہ ہویں۔ جو شخص حرم شریف میں جانے کا قصد کرے تو وہ اپنے ساتھ ایک قربانی لے کر جائے کیونکہ یہ حرم شریف کی تعظیم میشامل ہے ہاں البتہ جو بار بار اس میں داخل ہو جیسے لکڑیاں لانے والا دغیرہ وہ اس حکم سے مستثنی ہو گا۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایک آدمی جسے کری رہن، ظالم اور جاہر کا کوئی خطرہ نہیں اور ایسا پرمن ما حول ہونے کے باوجود احرام باندھنے کے بغیر حرم میں داخل ہو جائے ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ راجح مذہب یہی ہے کہ اُسے ایسا کرنے جائز ہے اور اسے احرام باندھنا ضروری نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کا سر مبارک خود سے ڈھکا ہوا تھا۔ اگر آپ نے احرام باندھا ہوتا تو سر پر خود نہ پہنچتے کیونکہ حرم کیلئے سر کو ڈھانپنا کری قت بھی جائز نہیں۔

پودہ ہویں۔ مکہ معظمہ کے باشندے پر قربانی لازمی نہیں خواہ وہ ممتع ہو یا قارن کیونکہ فرمان خداوندی ہے۔

ذَالِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرٍ الْمُسْجِدُ الْعَرَامُ (البقرہ ۹۶)
یعنی قربانی دینا اس شخص پر لازم ہے جو مکہ مطہرہ کا باشندہ نہ ہو
حاضرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ مطہرہ سے دو منزل سے کم

مسافت پر مائش پذیر ہوں۔

پسند ہوں: کافر کے لئے حرم مکّہ میں داخل ہونا منع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ لے کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْسَأْتُمُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجْسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْعَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا أَهْرَافٌ (التوبۃ آیت نمبر ۲۸)

اے ایمان والو بمشکر ناپاک ہیں اس سال کے بعد مسجد حرام میں ان کا داخلہ بند ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ذکر کیا ہے کہ

لَا يجتمع مسلم و كافر في الحرم
لینی مسلمان اور کافر حرم میں اکٹھنے ہوں۔

حَرَم مَكَّى

اس سے مراد بیت اللہ شریف کے ارد گرد کی وہ جگہ ہے جہاں پر طیور و حیوانات کا شکار کرنا منع ہے یا ان کو ایذا اور سانی کا موجب بنتنا قطعاً ممنوع ہے جہاں سے گھاس اکھاڑنے کو اسلامی تقاضوں کے منافی قرار دیا گیا ہے اور کسی کو وہاں پر گئی ہوتی کوئی چیز اٹھانے کی اجازت نہیں۔

اس کی حد مدد ہے منورہ کی جانب مکّہ معظمہ سے تین میل حدود حرمؓ کے فاصلہ پر مقام تنیم ہے بعض علماء نے یہ فاصلہ چار سیل بتایا ہے چنانچہ ابو محمد بن زید مالکیؓ نے اپنی کتاب ”النواودر“ میں لکھا ہے

کہ تتعیم کی انتہا تک چار میل کا فاصلہ ہے میں کی جانب مقام اتنا لین کے
کنارے تک چھ میل کا فاصلہ ہے ابن ابی زید نے یہ فاصلہ سات میل ذکر
کیا ہے طائف کی جانب بطن نمرہ تک گیارہ میل حد حرم ہے اسی طرح
علام ازرقیؒ نے بیان کیا ہے ابن ابی زید نے یہ فاصلہ ۴ نو سیل بتایا ہے۔
عاق کی جانب یہ حد غل گھٹاٹی تک ہے جو سات میل کا فاصلہ ہے۔ جرانہ
کی جانب سے حد حرم نو سیل ہے جدہ کی جانب سے اس کی حد المساس
تک ہے جو دس میل کا فاصلہ ہے ۲۰ اور جدہ کے راستے حدیبیہ
کی انتہا تک دس میل ہے۔

امام مالکؓ نے اپنی کتاب، «العتیر»، میں لکھا ہے کہ حدیبیہ حرم
میں شامل ہے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے حدود حرم پر تپھر
نصب کئے پھر عہد نبوی میں قریش نے انہیں اکھاڑا دیا۔ یہ بات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت ناگوار گذرا پھر حضرت جبریل امین تشریف لائے
اور دریافت کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ پر یہ بات ناگوار گذرا ہے؟
فرمایا ہوا۔ حضرت جبریل نے خوشخبری دی کہ وہ غفریب ان تپھروں کو
دوبارہ نصب کریں گے۔ ایک دن ان میں سے کسی کو خواب آیا کہ اسے
کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اس حرم کی وجہ سے اللہ نے تمہیں عزت بخشی تھی۔
تم نے اس کے تپھروں کو اکھاڑا دیا۔ تمہیں عرب اچک لے جائیں گے۔
جب صبح ہوئی تو آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بالآخر انہوں نے
وہ اکھاڑے ہوئے تپھروں بارہ حدود حرم پر نصب کر دیتے پھر حضرت
جبریل امین آپ کے پاس دوبارہ تشریف لائے اور بتایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
انہوں نے دوبارہ ان تپھروں کو پہلی جگہ پر نصب کر دیا ہے آپ نے فرمایا

اسے جبریل انہوں نے ٹھیک کیا ہے کیونکہ انہوں نے جو تپھر بھی لگایا ہے وہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لگا ہے۔ ۱۶

زہری سے روایت ہے کہ وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے حرم شریف کے پتھر کھئے ان کو نصب کرنے کی وجہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتائی پھر قصیٰ کے زمانے تک یہ پتھر لوپنی نصب ہے پھر قصیٰ نے ان پتھروں کو اکھاڑ کرنے پتھر لکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بستور رہے فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم بن اسیر خناعی کو نئے پتھر لکھانے کے لئے بھیجا چنانچہ انہوں نے ولہاں پر نئے پتھر نصب کئے پھر حضرت عمر رضیٰ کے زمانہ میں پتھروں کی تجدید کی گئی۔ حضرت عمر رضیٰ نے قریش کے چار آدمی اس کام کے لئے منتخب کئے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نخرمه بن نوفل (۲) ۲۔ سعید بن یہ لوع (۳) ۳۔ حولیطہ بن عبد العزیز (۴)

۴۔ زہرہ بن عبد مناف۔

پھر حضرت معاویہؓ کے عہد میں ان کی تجدید کی گئی بعد ازاں عبد الملک بن مروان نے پتھر نصب کر دئے ہیں

تعظیم حرم

حضرت عبد اللہ بن زہر رضیٰ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسی قوم ہوئی جو کہ مظلوم میں پاکیں میں جو توں سمیت داخل نہیں ہوتی تھی وہ حرم شریف

کی تعظیم کی خاطر مقامِ ذی طوئی پر پہنچ کر جوتے آوار یلتے تھے ۔ (۱۷) سفیان منصور سے اور وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ مکرم ظفر میں جاتے تو وہاں پر ایک قرآن پاک نخت کئے بغیر واپس نہیں آتے تھے ۔ ۲۷ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی سے مروی ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی نے مجھ سے مکر پر پڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی تو میں نے ان سے کہا کہ اگر مجھے یہ خدا شرمنہ ہوتا کہ لوگ مجھ پر عیوب لگائیں گے یا آپ اس بات کو برا منائیں گے تو میں اپنے ماں سے آپ کے سر کو پچھلیتا ان کو حضرت علی رضی کا قول یاد تھا۔

لَاك اقتل بمکان كذا او كذا احب الى مت ان يستعمل حرمتها باني
یعنی اگر مجھے فلاں فلاں جگہ پر قتل کر دیا جائے تو مجھے پسند ہے لیکن
خانہ خدا کی حرمت کو پامال کرنا مجھے ہرگز پسند نہیں۔
بنابریں حضرت علی رضی نے سب کچھ بھلا رکھا تھا ۳۷
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جنگِ تبوک کے موقع پر راستہ میں مقامِ جزر پر اترے اور لوگوں کو خطاب
فرمایا:

لوگو؟ اپنے بی سے نشانیاں مت طلب کرو حضرت صالح علیہ کی قوم نے
اپنے بی سے نشانی طلب کی تو السداب العزّت نے ایک اوٹنی بطور ان کی سالات
کی نشانی بیچھ دی وہ ایسی اوٹنی تھی کہ جس راستہ سے گذرتی تھا اپانی بی جاتی
تھی لوگ اس اوٹنی کا دودھ پیتے اور اتنا بیٹ بھر کر پیتے جیسے چشمے کاپانی
پیا جاتا ہے پھر وہ اس راستہ سے گذرتی۔ ان لوگوں نے اپنے پروردگار
کے حکم کی نافرمانی کی اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے اوٹنی

کی کوچیں کاٹ دیں اس کا نجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تین یوم کے اندر اندر ان پر عذاب بھجنے کا وعدہ فرمایا..... اللہ کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا پھر اچانک ایک بیخ سنائی دی اس کو سنتے ہی تمام لوگ مشرق سے مغرب تک ہلاک ہو گئے صرف ایک آدمی بیک رہا وہ حرم شریف میں تھا اور حرم کے اندر ہونے کی وجہ سے وہ عذاب الہی سے محفوظ رہا۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون شخص تھا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا وہ الور غال تھا لہ

محمد بن سائب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنے پور دکار سے بیان فرماتے ہیں کہ مکر مکر مرد میں تین قسم کے لوگ نہیں رہ سکتے۔

۱۔ جو خون بہلنے والا ہو ۲۔ جو سودخور ہو

۳۔ جو چغلخور ہو۔

تمام زمین مکر مکر مرد سے پہلی اُنگی سب سے پہلے فرشتوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا حب اللہ تعالیٰ نے اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا تو فرشتوں نے عرض کی کیا الہی؟ کیا زمین میں تو ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جو اس میں فساد برپا کرے گی۔ اور مکر مکر مرد کی زمین میں خون بھائے گی۔

مسجدِ حرام کا ادارہ | زمانہ قدیم میں مسجدِ حرام کے ادارہ پر مکر مکر مرد کے امراء اور لوگوں نے تعین ہوا کرتے تھے چنانچہ خلفائے

راشدین، خلفاء بنو امیہ، خلفاء بنو عباس اور سلاطین چہ اسکے عہد میں ایسے ہی ہوتا رہا۔ وہی مسجد حرام کے خادموں کی ہر قسم کی کوتا ہی کے خلفاء اور سلاطین کے سامنے جو ابدہ ہوتے تھے۔ جب آل عثمان کے سلاطین حرمین شریفین پر حکمران ہوئے تو انہوں نے بھی مکرّمہ میں حاکم اور گورنر مقرر کئے اور ان کے سپردیہ کام کیا۔ نیز ان کو شیخ کا لقب دیا جو مسجد حرام کے خادموں کی پوری نیگرانی کرتا تھا۔ خادموں کی مندرجہ ذیل اقسام تھیں۔

۱۔ موذنین یعنی اذان کہنے والے ۲۔ چنائیاں بچھانے والے۔
 ۳۔ دروازوں پر نیگرانی کرنے والے ۴۔ روشنی اور تعمیر کا انتظام کرنے والے
 پھر محکمہ اوقاف مقرر کیا گیا۔ اس کے سپرینڈرٹ یا نیگران اعلیٰ کو مدیر اوقاف کا لقب دیا گیا۔ اس کا کام مکرّمہ میں بورڈ پیسے پسیہ وقف ہوتا تھا اسے کھانا کرنا ہوتا تھا وہ مخصوص قسم کے صدقات بھی اکٹھے کرتا تھا مسجد حرام کے تنخواہ دار ملازموں کی تنخواہیں مقرر کرتا اور سالانہ آمدنی کا خرچ کرنا جو باہر سے آتی تھی اُس کے ذمے تھا۔ نیز مخصوص قسم کے عطیے اور گندم کی بورڈ یا جمع کرتا تھا اس کام کے لئے ایک دفتر تھا اس میں تنخواہ دار ملازموں کے نام درج ہوتے تھے ملازمین حسب ذیل اقسام پر مشتمل تھے۔

۱۔ آئندہ، خطباء اور اذان کہنے والے

۲۔ روشنی کا انتظام کرنے والے

۳۔ جھاڑو دینے والے اور دریاں بچھانے والے۔

۴۔ مرمت کرنے والے اور دربان وغیرہ

اس طرح کچھاں میں خانہ کعبہ کے جاودا اور ان کے مددگار تھے نیز جاودوں

کارمیں بوجنی شیبہ بن عثمان حجی کی آل سے ہوتا تھا خانہ کعبہ کو نوشبو لگانے
بخور اور سخود جلانے اور بیت اللہ شریف کو عنسل دینے پر خرچ کرتا تھا ۔
دائرۃ الاوقاف کا انتظام بحیثیت ادارہ شیخ الحرم کرتا تھا یہ شیخ الحرم مکہ مکرہ مہ
کی گورنمنٹ کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا مالی حیثیت سے اوقاف کا سربراہ
تحما اور اس کا انتظام کرتا تھا سلطان سلیمان خال اول کے زمانہ سے بدستور
ایسے ہی کام چلتا رہا پھر جب ۱۳۲۷ھ میں ملکِ جماز پر شریف حسین قابض ہوا
تو اس نے بھی اس کام کو جاری رکھا نیز حرم کی خدمت کے لئے پولیس کا
محکمہ مقرر کر دیا اور ان پر ایک افسر مقرر کیا۔ پولیس کے علاوہ پھر فوج بھی دہلی پر
متعدد کی۔ ان کی ڈیوٹی جیب کر دیں پر کڑی نگرانی کرنا اور فساد برپا کرنے والوں کو
روکنا اور مسجد حرام میں جاج کی گئی ہوئی اشیاء کو اکٹھا کرنا اور ان کا اعلان کرنا تھا
پھر جب سلطان عبدالعزیز بن عبد الرحمن فیصل آل سعود نے ملک عرب
کی بگڈی دوڑ پنے لاتھوں میں تھامی تو اس نے مسجد حرام کے لئے ایک خاص
محکمہ مقرر کر دیا اس کا صدر حرم کا نائب مقرر کر دیا اور اس محکمہ کا نام مجلس
ادارہ الحرم رکھا اس کا کام مسجد حرام کے جلد امور کی دیکھ بھال کرنا نیز مسجد حرام
کے ملازموں کی نگرانی کرنا تھا۔

اب وہ رقم بوجرمیں شریفین کے لئے ممالک اسلامیہ سے آتی تھی
اور محکمہ اوقاف عثمانیہ کے دفتر میں جمع ہو کر حرم شریف کے خادموں
کی تغواہ پر صرف ہوتی تھی نہیں آتی۔ اب ملک عبدالعزیز مرحوم و مغفور کے
زمانہ عاقدار سے مسجد حرام کے خادموں کی تغواہ ہیں سعودی حکومت کے
خزانہ سے دی جاتی ہیں۔ چنانچہ موذنوں، ائمہ، دربانوں، صفائی کرنیوالوں
اور دیوالیں بچھانے والوں کی کافی معقول تغواہ ہیں مقرر ہیں جو ہر ماہ سعودی حکومت

اپنے خزانہ سے ان پر صرف کرتی ہے شاہ فیصل مرحوم کے زمانہ میں حرم
کے خادموں کی تخلوا ہوں میں مزید اضافہ ہوا اور وہاں کے ادنیٰ خادموں کی
ذرا .. ۹ روپے مقرر ہوتی جبکہ مؤذن کی .. ۱۳ روپے میل اور المکہ کی .. ۳۰۰..
ہزار روپے اور خطباء کی .. ۳ ہزار روپے مقرر ہوتی۔

مسجد حرام کے دروازے

مولانا عبدالملحد دیبا آبادی نے اپنے سفر نامہ مجاز میں حرم کا طول
۱۶ اور عرض .. ۹ فٹ سے زائد بیان کیا ہے۔ اس کے چاروں طرف
مڑے ٹڑے و سین دالان بنے ہوتے ہیں۔ حرم کی چار دیواری میں ۲۴ دروازے
ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پانچ بجانب مشرق ہیں۔ جن کے نامیہ ہیں
باب السلام، اس کا سابق نامہ باب بن شیبہ تھا۔
باب قتایبیانی

باب النبی۔ اس کا سابق نامہ باب الجنائز تھا زمانہ قدیم میں لوگ اس دروازہ
سے جازہ لے کر خاتم تھے اسی لئے اُسے باب الجنائز کے نام سے
موسوم کیا گیا۔

باب الجاس۔ چون کجیہ دروازہ ان کے گھر کے مقابل واقع تھا اس لئے
اسے اس نام سے پکارا جانے لگا۔

باب علی۔ اس کا سابق نامہ باب بنی اشم تھا اسے باب بظاہی کہتے ہیں۔
سات دروازے بجانب جنوب ہیں۔

- ۱۔ باب النساء : اس کا سابق نام باب باذان ہے۔
- ۲۔ باب البخلہ : علامہ ارزقی رحمتے اس کا نام باب بنی سفیان بیان کیا ہے۔
- ۳۔ باب صنعا : فقہاء نے اسے باب بنی مخزوم کے نام سے ذکر کیا ہے۔
- ۴۔ باب الرحمۃ یا باب جیاد صغیرہ : اس کا نام باب المجاہدیہ بھی ہے اس کا یہ نام اس نئے رکھا گیا کیونکہ یہ ملک مجاہد صاحب یمن کے مدرسہ کے پاس ہے۔
- ۵۔ باب اجیاد : علامہ ارزقی رحمتے اسے باب بنی مخزوم کے نام سے موسوم کیا ہے۔
- ۶۔ باب التکیہ یا باب مدرستہ الشریف بحلان : علامہ ارزقی رحمتے اسے باب بنی تیم کے نام سے موسوم کیا ہے
- ۷۔ باب الحمیدیہ سابق نام باب ام ہالی بنت ابی طالب : اندقی رحمتے بھی یہ نام لکھا ہے فاسی رحمتے اسے باب ملا بصر کے نام سے موسوم کیا ہے
چار دروانے اس کے مغربی جانب ہیں۔

- ۱۔ باب الوداع
- ۲۔ باب ابراہیم : فاسی بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ایک درزی تھا جو دروانہ پر بیٹھ کر کپڑوں کی سلانی کیا کرتا تھا اس کے نام پر یہ دروانہ مشہور ہو گیا۔
- ۳۔ باب داؤدیہ
- ۴۔ باب عمرہ : چونکہ عمرہ کرنے والے اس دروانے سے نکلتے ہیں جو تنیم کی طرف جاتے ہیں اور پھر اسی سے داخل ہوتے ہیں علامہ ارزقی رحمتے اس کا نام باب بنی سہم لکھا ہے۔

اٹھ دروانے شماں جانب میں نہ

- ۱۔ باب عیشق یا باب عمر و بن العاص
- ۲۔ باب زمامیہ
- ۳۔ باب باسطیہ:- اس کا سابق نام باب الجملہ ہے۔ یہ عجلہ کے گھر کے نزدیک ہے۔ اس لئے اس کے نام پر شہور ہوا۔
- ۴۔ باب القبطی
- ۵۔ باب الزیادۃ
- ۶۔ باب الملکۃ
- ۷۔ باب السیمانیہ
- ۸۔ باب الدریبیہ لہ

اہ علامہ ازرقی رح نے اخبار مکہ جلد دوم ص ۸۶ تا ۹۱ پر دروازوں کا مفصل ذکر کیا ہے۔

مسجد حرام کے دیگر حالات

مسجد حرام کے چاروں کونوں پر آذان کہنے کے لئے بینار بننے ہوتے ہیں۔ گند تو ان گنت مقدار میں ہیں باہر سے خانہ کعبہ تک پہنچنے کے لئے حرم شریف میں روشنی بنی ہوتی ہیں جو بارہ کے لگ بھگ ہیں یہ روشنی چوڑائی میں تقریباً چھ چھ فٹ ہیں۔ صحن میں چھوٹی چھوٹی لنکریاں ہیں جنہیں عربی میں حصار کہتے ہیں۔ آفتاب نصف النہار کی منزل پر پہنچتا ہے تو زمین اس کی حرارت سے قطعہ جہنم بن جاتی ہے خصوصاً پتھریلی زمین اس سے بہت متاثر ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں حرم شریف کی روشنیوں پر چنانچال ہو جاتا ہے۔ اس سے بچاؤ کی غاطر اہل مکنے ایک سفید رنگ کی ہلکی پھیلکی سلپیر تیار کی ہے جسے حرم میں داخل ہوتے وقت پہن لیتے ہیں اور باہر آتے ہی اسے پاؤں سے اتار لیتے ہیں۔ سبی میں بھی ایسے سلپیر تیار کرنے کے لئے ایک فرم بنی ہوتی ہے جو ایسے سلپیر حاجیوں کے لئے مہیا کرتی ہے۔ صحن میں بھلی کا انتظام ہستین ہے۔ جا بجا بھلی کے مقاموں کے ستوں نظر آتے ہیں۔ رات کے وقت مقاموں کی روشنی سے تمام حرم بقعتہ نور نظر آتا ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ امام مقام ابراہیم کی جانب کھڑا ہوتا ہے۔ دیگر لوگ خانہ کعبہ کے چاروں طرف کھڑے ہو کر اس کی اتکدا میں نماز ادا کرتے ہیں۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مسجد حرام میں پاراموں کے مصلیے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ وہاں پر سبی لوگ ایک ہی امام کی اقتداء میں ایک ہی وقت میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اہ اب تو حرم شریف کے فرش پر ایسے پتھر لگائے گئے ہیں۔ جن پر بہتر پاؤں چلنے سے گرم یوسوس نہیں ہوتی۔

عوام میں یہ بات مشور ہے کہ چونکہ اتمہ اربعہ کے وہاں مصلحتے ہیں اس لئے وہ
دول اتمہ واجب الالتباع ہیں اور راہ ہدایت پر تھے۔ باقی سب لوگ صراط مستقیم اور نجع
یم سے بھٹکے ہوتے ہیں لیکن یہ دلیل ہے بنیاد اور غیر بنی علی الحقائق ہے۔ کیونکہ
مصلحتے بنی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں تھے نہ عمرین کے عادلانہ عہد میں
کاذکر ملتا ہے۔ ذوالنورین اور حیدر کرار اور ان کے بعد 800 ہتھ ان مصلحوں کا
ومنصہ شہود میں نہیں آیا۔ یہ مصلحتے سلطان فرج بن بر قوق نے تویں صدی کے
تل میں بننا کر ایک نئی بدعت ایجاد کی اور عمارت بیت اللہ کو مذاہب اربعہ میں
بیم کر دیا جس سے لامحالہ دین محمدی بھی چار حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ
بھی حکومت کو جزاتے خیر دے جس نے ان مصلحوں کی بدعت سے خانہ کعبہ کو پاک
اور تمام لوگوں کو ایک امام کے پیشے نماز پڑھنے کے پابند بنایا اور اتفاق و اتحاد کی
سیداکی۔

مسجد حرام کی توسعیات

اہلی توسعی۔ حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب نے 17ھ میں کی۔

دوسری توسعی۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان نے 26ھ میں کی
تیسرا توسعی حضرت عبد اللہ زبیرؓ نے 65ھ میں اپنے دور انتدار میں کی

چوتھی توسعی۔ ولید بن عبد الملک نے 69-70ھ میں کی

پانچویں توسعی۔ ابو جعفر منصور نے 137ھ میں کی

چھٹی توسعی۔ خلیفہ محمد مہدی عباسی نے 160ھ میں کی

ساتویں توسعی۔ دارالندوہ کی توسعی کی گئی۔

خلیفہ عباسی مہدی کی تعمیر کے بعد مسجد حرام میں شمالی جانب توسعی کی گئی۔ اب

حااضر میں یہ باب الزیادة کے نام سے مشہور ہے۔

آٹھویں تو سیع مقتدر باللہ عبادی نے مغربی جانب کی سلطان عبدالعزیز کی تعمیر اور توسعی

جب سلطان عبدالعزیز بن عبد الرحمن فیصل آل سعود نے ملک جاز کا اقتدار اپنے ہاتھوں میں سنگلا تو ان کو مسجد حرام کی تعمیر و توسعی کا خیال پیدا ہوا۔ یہ 1344ھ کی بات ہے اس کام کا بیڑا سابق وزیر اوقاف ابوالخیر محمد سعید نے اٹھایا۔ اس نے مسجد میں سنگ مرمر لگایا اور جہاں مرمت کی ضرورت تھی مرمت کروائی۔ مسجد کی دیواروں اور فرش میں جہاں کچھ نقش واقع ہوا اسے دور کرایا اس کے ستوں کی اصلاح کرائی۔ خانہ کعبہ میں جانے کے راستے، مطاف اور دروازے مرمت کئے۔ مقام ابراہیم کو سبز روغن سے طلا کیا گیا۔ اسی طرح پیتل کے ستوں جو مطاف کے گرد واقع ہیں کی اصلاح کی گئی۔ موسم حج کی آمد کی وجہ سے ان امور کو جلدی سرانجام دیا گیا۔ پھر 1346ھ کے اوائل میں جناب ملک عبدالعزیز نے مسجد حرام کی داخلی اور خارجی مرمت کا کام جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ کام شیخ عبداللہ دہلوی کے سپرد کیا۔ کیونکہ وہ کتنی سال تک نہ رہ زبیدہ کی تعمیر میں کام کرتا رہا تھا اور اپنی حسن کار کر دی کی کافی شہرت پا چکا تھا۔ اور مسجد حرام کی تعمیر و توسعی کے کام کو بخوبی سرانجام دینے کی اہمیت رکھتا تھا۔

چنانچہ جمادی الاولی 1346ھ کو کام شروع ہوا اور مسجد حرام کے چاروں برآمدوں کے فرش کی اصلاح کی گئی۔ پھر دارالندوہ اباب ابراہیم عام راستے، اور مطاف اور دروازوں کی مرمت کی گئی گنبدوں کو اندر اور باہر سے صاف کیا گیا۔ مسجد حرام میں جو لکڑی خستہ ہو گئی اس کی مرمت کی گئی۔ پھر مسجد حرام کی دیواروں ستوں وغیرہ کو روغن سے مزین کیا گیا اور مناسب اور موزون رنگ لگاتے گئے۔ چنانچہ بعض پتھر ساہ روغن سے رنگے گئے، بعض پر زرد رنگ لگایا کچھ نازنگی رنگ سے سجائتے گئے اور کچھ سرخ، عنابی اور خاکستری روغن سے مزین کئے گئے۔ سنگ مرمر کے تمام

نوں پر پڑی ہوئی گرد و غبار کو دور کیا گیا۔ اب وہ دودھ کی طرح سفید پھکنے لگے اور کاصلی رنگ ظاہر نظر آنے لگا۔ سب سے پہلے سلطان عبدالحمید نے 1314ھ میں وغں کئے تھے۔ بعد ازاں تقریباً تیس سال تک کسی نے انہیں پاش نہیں کی اور نہ لکھا۔ قبة زرمم کی پچھت کی مرمت کی گئی اور اس پر سنگ مرمر کے سفید پتھر لئے گئے اور دیگر مقامات کی طرح سبز روغن لگایا گیا۔ پیتل کے ستوں جو مطاف گرد واقع ہیں جن پر بھلی کے بلب لگے ہوتے ہیں سبز روغن سے مجاہتے گئے ان مصروف پر سنہری روغن لگایا گیا۔ کعبہ شریف کے شاذ والی کی مرمت کی گئی اس میں لگائی گئی اور پتھروں کے درمیان سینٹ وغیرہ لگا کر مضبوط کیا گیا مسجد حرام انگرازیا کر مسجد کے صحن میں پچھاتے گئے۔

مسجد حرام کا سب سے پہلا موتاذن

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کروں اس کو حج کی دعوت دو۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا الہی میری آواز تمام زمین پر بسنے والوں تک نہیں پہنچ سکے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارا کام آواز دینا۔ اس آواز کو لوگوں کے کانوں تک پہنچانا میرا کام ہے چنانچہ آپ ایک بلند مقام ہوئے ہوتے بعض روایات میں ہے کہ آپ ایک پتھر پر کھڑے ہوتے تھے جب شین نے لکھا ہے کہ آپ صفا پہاڑ یا جبل ابی قبیلیں پر کھڑے ہوتے تھے جب پہاڑ پر کھڑے ہوتے تو آپ سب سے اوپ پہنچتے ہوئے اور وہاں سے بینچے سب کچھ آرہا تھا آپ نے دیکھا کہ تمام روئے زمین کے لوگ جنگلوں میں رہنے والے اور مژدوں میں رہنے والے سب اکٹھے ہو گئے تو اس وقت آپ نے تمام انسانوں اور مل کو پہنچا ملی سنایا۔ آپ نے اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کر کے لوگوں کو یوں ازادی۔

یا ایحیا الناس ان ربکم قد اتخذ بیتا فخجوہ

لوگو! یہ تمہارے رب کا گھر ہے۔ اس کا حج کرو ایک یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ پہاڑ آپ کے لئے متواضع ہوتے اور آپ کی آواز تمام روتے زمین پر پھی گئی یہاں تک کہ ان لوگوں نے بھی یہ آواز سنی جو ابھی تک حکم مادر یا المہشت قادریں تھے۔ ہر انسان حیوان، شجر و حجر وغیرہ نے جو ساتوں زمینوں کے نیچے تھے اور مشرق سے مغرب تک زمین کے کناروں تک رہنے والوں نے یوں جواب دیا۔

لیک الحُمَّ بِیک لَهُ

بعض علماء نے پیدل چل کر حج کرنے کو افضل قرار دیا ہے بشرطیکہ چلنے پر قادر ہو کیونکہ اللہ نے پیدل چلنے والوں کا ذکر سواری پر آنے والوں سے پہلے کیا ہے۔ لیکن اکثر علماء کا رجحان اسی طرف ہے کہ سوار کا حج پیدل چلنے والے سے افضل ہے۔ وہ اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کے باوجود سواری پر حج کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے مودن ہیں جنہوں نے حج بیت اللہ شریف کے لئے لوگوں کو دعوت دی جن لوگوں نے آپ کی دعوت پر لیک کی انہیں دینی اور دنیوی دونوں طرح کے فوائد حاصل ہوتے آخرت کا فائدہ تو یہ ہوا کہ اپنے پروردگار کے حکم کی اطاعت کر کے اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کی۔ دنیا کا فائدہ یہ ہوا کہ آپس میں بنی نوع انسان کا ایک دوسرے سے تعارف ہوا اور محبت و مودت کا رشتہ قائم ہوا اور مختلف مالک کے لوگوں کے احوال اور ان کے چہرے مہرے سے واقفیت حاصل ہوتی اور خاص طور پر ایمانی شان و شوکت کا اضافہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ میرے گھر کو، طوف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک اور صاف رکھو تاکہ وہ دینی اور دنیوی فوائد حاصل کریں اور ایام معلومات میں اپنے چوپا یوں

نہ اخبارِ مدد جلد اول ص ۶، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۱۶ ، ملک احسان علی الاضحی اور ایام تشریق مراد ہیں

پر اللہ کا نام لیں اور ان کی قربانی کریں۔ کیونکہ ایام معلومات سب سے افضل ہیں۔ ان دونوں میں انسان جو عمل کرتا ہے وہ اللہ کو بہت زیادہ پسند ہوتا ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

امن ایام اعظم عند اللہ ولا حب الیہ العمل فیھن من هذه الايام العشر فاکثراً فیھن
من التحلیل والتکبیر والتحمید

یعنی ان دس ایام میں انسان جو عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اور اس کی نگاہ میں اس کی سب سے زیادہ عظمت ہوتی ہے بدیں وجہ ان ایام میں کثرت سے تہلیل و تکبیر اور تحمید کرو۔

امام احمدؓ نے حضرت جابرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ یہ دس ایام یقیناً وہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں قسم المحتاطی ہے
والغبر ویال عشر (الغبر)

یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے صبح کی اور دس راتوں کی قسم ہے کیونکہ یہ ایام اللہ کے نزدیک افضل ترین ہیں

حافظت حرم

تاریخ اخبار کہ میں علامہ ازرقی نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر مصیبت کبریٰ نازل ہوتی یعنی جنت سے نکالے گئے اور زمین پر پھینکے گئے تو وہ بہت رویا کرتے تھے اور ہر وقت حزن و ملاں میں بتلار ہوتے تھے حتیٰ کہ ان کی آہ و بکا کو سن کر آسمان کے فرشتے بھی رونے لگے۔ ان حالات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تسلی اور تشقی کی خاطر جنت سے ایک خیرہ بھیجا جسے کہ معظمه میں غانہ کعبہ کی جگہ رکھا گیا۔ اس وقت تک غانہ خدا معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ خیرہ جنت کے سرخ یاقوتوں میں سے ایک یا قوت تھا۔ اس میں خالص سونے کی تین

تندیسیں تھیں۔ اس میں جنت کے نور سے ایک نور شعلہ زن تھا۔ نیز حجرا سود بھی اس کے ہمراہ اتارا گیا یہ اس وقت جنت کے پتوں میں سے ایک سفید یاقوت کی طرح تھا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کو کرسی کا کام دیتا تھا۔ آپ وقتاً فوقتاً اس پر تشریف فراہوتے تھے۔

جب حضرت آدمؑ کہ میں مقیم ہوئے تو اس خیمد کی حفاظت فرشتے کرتے تھے وہ زمین کے باشندوں کو وہاں سے بھگا دیتے تھے۔ اس وقت زمین پر جن اور شیطان رہائش پذیر تھے۔ ان کے لئے جنت کی کسی شے کو دیکھنا جائز نہیں تھا۔ جو شخص جنت کی کوئی شے دیکھ لیتا تو وہ اس کی ہو جاتی تھی۔ زمین اس وقت بالکل پاک و صاف تھی۔ اس میں نجاست و گندگی کا نام و نشان تھا کہ کسی کا خون بہایا تھا۔ زمین پر فرشتوں کی رہائش تھی۔ وہ زمین میں اس طرح سکونت پذیر تھے جیسے اب وہ آسمان میں رہتے ہیں۔ شبہ روزان کا کام اللہ کی تسبیح و تقدیس تھا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ الہی سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ وہ حدودِ حرم میں دائرہ کی شکل میں صفائی کر کھڑے رہتے تھے کسی شیطان یا جن کو وہاں سے گزر کر حرم شریف میں جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ فرشتوں کے وہاں پر قیام کی وجہ سے آج تک حرم شریف کو حرم والا قرار دیا گیا ہے۔ جہاں پر فرشتے کھڑے ہوتے ہیں حدودِ حرم مقرر ہوئیں لہ

مسجد حرام کا ذکر قرآن کریم میں

قرآن کریم میں پندرہ ایسے مقالات ہیں جہاں پر مسجد حرام کا ذکر ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1 تا 6 سورہ بقرہ آیت نمبر 144، 149، 151، 141، 161 اور 217

نمبر 7 سورہ مائدہ آیت نمبر 2

نمبر 8 سورہ اتفاق آیت نمبر 34

نہ حدودِ حرم کا ذکر حرم علیؐ کے باب میں ہو چکا ہے دائیں آر۔ الفلاح)

نمبر 9 تا 11 سورہ توبہ آیت نمبر 7,18,28

نمبر 12 سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 1

نمبر 13 سورہ حج آیت نمبر 25

نمبر 14 تا 15 سورہ فتح آیت نمبر 25,27

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معانی اسم مذکور میں شامل ہیں جیسا کہ قرآن پاک
اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اہل عرب جب کہتے ہیں اعتکافی المسجد الحرام و دخلنا
المسجد الحرام و صلیبنا فی المسجد الحرام۔

یعنی ہم نے مسجد حرام میں اعتکاف کیا اور مسجد حرام میں داخل ہوتے اور مسجد

حرام میں نماز پڑھی

تو اس سے مراد معروف مسجد ہوتی ہے جس کا مسجد ہونا ثابت ہے۔ جس میں حاضر
اور تقاضہ والی عورت کا داخلہ منوع ہے۔ اس مسجد کو دیگر مساجد پر کتنی سکنا فضیلت
ہے۔ اس کی فضیلت خانہ کعبہ اور اس کے گرد طواف کی وجہ سے ہے۔ ہاں البتہ اس کی
خصوصیات حرم کی تمام مساجد پر مشتمل ہیں۔ اور وہ بکثرت ہیں جن کا ذکر کتب
احادیث اور فقہ کی کتب میں موجود ہے۔ ہم ان میں سے جو سب سے زیادہ مشہور اور اہم
مسجد ہے یعنی خانہ کعبہ کا ذکر کرتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کا محل وقوع

یہی نعم ہے نور حق کی دریا بار موجوں کا
مرکز ہے یہی اک امت و سلطی کی فوجوں کا
یہی ناف زمین ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا
مقدار ہے یہیں پر اجتماع اولاد آدم کا

بیت اللہ شریف، جو مسلمانوں کی قابل زیارت اور مقدس ترین مسجد ہے کہ
محمدؐ کے قریباً وسط میں واقع ہے تمام شہر کی عمارتیں اس مسجد کے ارد گرد یوں حلقة
باندھے ہوتے ہیں جیسے شاہی نوکراپنی شخصوص وردی میں ملبوس ہو کر اپنے سلطان کے
چپ و راست الیستادہ ہوتے ہیں۔ حرم شریف میں چاروں طرف قبہ دار والان بنے
ہوتے ہیں۔ جو مسجد حرام کے حن و زیبائش کو دو بالا کر رہے ہیں ان محراب دار والانوں
کی بالائی تقریباً پانچ یا پچھ گز ہے۔ اس مسجد کا طول بمع صحن پر صغیر ہندو پاک گز کے
حساب سے مشرق سے مغرب میں 215 اور عرض شمال سے جنوب میں 125 گز ہے
حرم کے بیچ بھی ایک صحن ہے۔ اس صحن کے وسط میں کعبہ شریف ہے جسے بیت
اللہ شریف بھی کہتے ہیں یہی وہ گھر ہے جو تمام مسلمانان عالم کا قبلہ ہے اور اس کے
متعلق ہے فرمان ایزدی ہے کہ تم چہاں کہیں بھی ہونماز پہنچانا کی ادائیگی اور نوافل
پڑھنے کے وقت اس کی طرف منہ کرو۔

فُلوا و جُكْم شَطْرَه (البقرة)

یہ تو سیuat سے پہلے کی بات ہے اب تو اس میں کوئی اضافہ ہو چکا ہے شاہ فضل الرحمن نے اس کی تو سیع وغیرہ میں
ارجوں روپیہ خربج کر دیا ہے (ب) خادم الحرمین شاہ فہد نے اس میں مزید تو سیع کر دی

اپنے چہروں کو بیت اللہ کی طرف موڑ لو

بیت اللہ شریف کے ذیگر نام

بیت اللہ شریف کے کئی نام ہیں۔ ان میں سے چند اسامی درج ذیل ہیں۔

1- کعبہ۔ یہ نام قران پاک میں مذکور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام (المائدہ۔ ۹۰)

یعنی اللہ نے خانہ کعبہ کو عورت و حرمت والا گھر بنایا۔

اہل عرب نے کعب کو بلندی کے معنی میں استعمال کیا ہے چنانچہ المجنہ میں ہے۔
الکعب۔ کل ماار تقع و علی۔ یعنی ہر بلند اور اوپری شے کو کعب کہتے ہیں تعمیر کعبہ
کے وقت مکہ شہر کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا۔ اس کی تعمیر کے بعد کچھ خانہ
بدوشوں نے اس کے آس پاس خیبے اور شامیانے نصب کئے پھر کچھ وقت کے بعد
انہوں نے وہاں پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مگر پھر بھی جھوپڑیوں اور سائیانوں میں
زندگی برکرتے رہے اور وہاں پر عمارت بنانے کو پسند نہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل
عرب کے تکلوب اس گھر کی توقیر و تکریم سے لبریز تھے وہ خانہ خدا کے پاس عمارت
بنانا سو۔ ادب پر محمول کرتے تھے۔ اس لئے خیبوں اور شامیانوں کی زندگی انہیں زیادہ
پر لطف اور دلفریب نظر آتی اور عمارتوں پر جھوپڑیوں اور سائیانوں کو تربیح دی بدیں
وجہ خانہ کعبہ تمام آبادی سے بلند و بالاتھا اور کعبہ کے نام سے موسوم ہوا۔

اہل لغت نے کعبہ کا معنے چوکھوٹے کا بھی کیا ہے۔

چنانچہ المجنہ میں ہے۔ الکعبۃ کل بیت مریع۔ البیت الحرام بلکہ یعنی ہر مریع شکل
گھر کو کعبہ کہتے ہیں کہ معنی میں بیت الحرام کا نام بھی کعبہ ہے۔

مریع شکل ہونے کے باعث اس کا یہ نام پڑ گیا۔

2- بیت عتیق۔ اسے بیت عتیق بھی کہتے ہیں۔ اس کے معنی قدیم گھر کے

ہیں۔ المخدیں ہے۔

العتین! القدیم و عبد معتق

یعنی عتیق سے مراد قدیم اور آزاد کردہ غلام ہے۔

اس کے قدیم ہونے میں کسی کوشہ نہیں۔ عتیق کے معنی آزاد کردہ بھی ہے۔

چنانچہ غیاث اللغات میں ہے۔

العتین! یعنی کعبہ و معنی لفظی آس خانہ قدیم بیت اول برائے عبادت آدم علیہ السلام مقرر بود۔ بعد طوفان نوح ابراہیم تجدید آس کرو۔ و عتیق معنی معزز و کریم ہم آمدہ است۔ یا آنکہ آزاد است از دست خراب کردن خالماں۔

کہ عتیق سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ اس کے لفظی معنی وہ پرانا گھر ہے جو حضرت آدم علیہ اسلام کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا۔ طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اس کی تجدید کی۔ عتیق کے معنی معزز بھی آیا ہے۔ عتیق کے معنی آزاد کے بھی ہیں چونکہ کوتی قالم اس پر قبضہ نہیں کر سکا بلکہ قالموں کے پنجہ استبداد سے ہمیشہ محفوظ و مصون رہا ہے بدیں وجہ اسے عتیق کے نام سے پکارتے ہیں۔ انگریزی میں قدیم اور بہت پرانے کے لئے لفظ اینٹیک Antique آیا ہے جو غالباً اسی عتیق کا بگڑا ہوا ہے

۳۔ مسجد حرام۔ اس کا نام مسجد حرام بھی ہے۔ چونکہ تمام مسلمانان عالم بلکہ بنی نوع انسان کے نزدیک قابل تعظیم و تکریم ہے بدیں وجہ مذکورہ بالا نام سے مشہور ہوا کلام الٰہی میں اس کا یوں ذکر آیا ہے۔

سبجن الذي اسرى بعده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى (بنی اسرائیل)
وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کورات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے
مسجد اقصیٰ تک زمین پر سیر کرتی۔

۴۔ بیت اللہ شریف چونکہ اس کی تعمیر کی غرض و غایت اس کے پاس اللہ کی

اگرچہ مسجد حرام بیت اللہ کا نام ہے تاہم اس کے معانی میں علماء کے مختلف اقوال میں جیسا کہ حرم مکہ کے

عبادت کرنا تھا بدیں وجہ اسے بیت اللہ کے نام سے شہرت حاصل ہوتی۔

خانہ کعبہ بیت المعمور کی مانند ہے

علی بن حسین سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نیچے ایک گھربنا یا اس کے زمرہ کے چار سوتوں ہیں ان سب کو ایک سرخ یاقوت ڈھانپنے ہوتے ہے۔ اس گھر کا نام صراح ہے۔ اس گھر کو تیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس کا طواف کرو اور عرشِ معلیٰ کو چھوڑ دو چنانچہ یہ حکم سن کر فرشتوں نے عرشِ الہی چھوڑ دیا اور اس گھر کا طواف کرنے لگے اس کا نام بیت المعمور ہے اس کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں کیا ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز کے لئے داخل ہوتے ہیں بھراں میں آنے کا نہیں موقع نہیں ملتا بھر اللہ نے فرشتوں کو زمین پر بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ اس گھر کی مانند ایک اور گھر تیار کرو جب ایسا مکان تیار ہو گیا تو اللہ نے اپنی زمینی مخلوق کو حکم دیا کہ اس کا طواف کرو۔ جیسا کہ میری آسمانی مخلوق بیت المعمور کا طواف کرتی ہے یہ

مقاتل سے روایت ہے کہ بیت المعمور کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں پھر شام کے وقت اترتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں اور قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آتے گی یہ

بیت اللہ شریف کی تعمیر اول

کلامِ الہی کو بنظر گاتر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کعبہ شریف کا وجود مسعود تھا چنانچہ مندرجہ ذیل آیت اس امر کی پوری پوری نشان دہی کرتی ہے۔

رَبَّنَا فِي اسْكَنْتَ مِنْ ذُرِّيَّتِي بَوَادْ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْحَمْرَمَ (ابراهیم) ۲۳

اے ہمارے پروردگار! میں اپنی اولاد کو تیرے عرت و حرمت والے گھر کے
پاس ایک غیرمزروعہ جنگل میں چھوڑے جا رہا ہوں۔

یہ دعا سیدنا ابراہیم علیہ اسلام نے اس وقت فرمائی جبکہ اپنے لخت جگر نور پشم اور
راحت تقلب فرزند حضرت اسماعیل علیہ اسلام اور اپنی وفادار، اطاعت شعار اور صابرہ
المیہ حضرت ہاجرہ کو فرمان ایزدی کی تمیل کرتے ہوتے ایک لق و دق صحراء اور بے
آب و گیاہ میدان میں چھوڑا۔ یہ دعا اپنے نئے منھے فرزند کی خاطر فرمائی۔ یہ آیت اس
امیر پر دلالت کرتی ہے کہ ان سے پیشتریہ مقدس گھر معرض وجود میں آچکا تھا کیونکہ جو
تمیر حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام نے کی وہ اس وقت کا
واقعہ ہے جبکہ حضرت اسماعیل نے عنفوان شاب کی منزل کو طے کر کے پختہ جوانی
کے میدان میں قدم رکھا۔ اور ازاد واجی زندگی اختیار کی۔

بعد ازاں ان کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ اسلام وقتاً فوقتاً اپنے بچے اور بیوی
کی خیر و عافیت کا پتہ کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لا یا کرتے تھے۔ ایک روز
آپ تشریف لاتے اور اپنے بچہتے اور نیک طبیعت فرزند سے فرمایا کیا تو کسی کام میں
میری مدد کرے گا؟ وہ بولے ابا جان فرماتے ہو کونسا کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ
مجھے حکمرانی ہوئے، کہ میں اس بلند و بالا طیلے کے ارد گرد ایک گھر تمیر کروں یہ
قرآن پاک میں ایک اور مقام پر یوں ذکر ہے۔

شم محلہ الی البتت العتیق (الج ۳)

قربانی کے جانوروں کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر یعنی بیت اللہ ہے
گویا کہ بیت اللہ شریف جس طرح آج بیت عتیق کے نام سے موسوم ہے اسی
طرح حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے زمانے میں بھی عتیق تھا اگر حضرت ابراہیم علیہ
اسلام کو اس کے اولیں معماں تصور کیا جاتے تو عتیق کی صفت اس کی نفعی کرتی ہے۔
سورہ بقرہ میں تمیر کعبہ شریف کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَإِذْ يُرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدُ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَا عَلِيلٍ (الْبَقْرَةُ) ۱۵۰

یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام بیت اللہ شریف کی بنیادوں کو اونچا کر رہے تھے۔

قواعد قاعدہ کی جمع ہے جو قاعدة المثال سے مانو ہے اس کے معنی بلند چبوتراء جس پر کوئی چیز نصب کی جاتے التجویں ہے۔
القاعدہ من الbeit اساسہ مکان کا قاعدہ اس کی بنیاد ہے۔

یہاں پر یہ ذکر نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بنیادوں کو رکھا۔ کیونکہ بنیادر کھنے کے لئے لغت عرب میں تاسیں کا الفاظ آیا ہے لیکن یہاں پر رفع کا الفاظ آیا ہے جس کے معنی اونچا اور بلند کرنے کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کا وجود مسعود حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے پیشہ موجود تھا
صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا

ان هذا البلد حرمه اللہ یوم خلق السوات والارض فهو حرام بحرمة الی یوم القيمة
اللہ نے جس وقت سے زمین و آسمان کو پیدا کیا اس وقت سے اس شہر (مکہ
معظمہ) کو عزت و تکریم سے نوازا ہے اور قیامت تک اس کی عزت و حرمت برقرار
رہے گی۔

یہ تو ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ معمظہ کی فضیلت، برتری اور عزت و حرمت
صرف بیت اللہ کی بدولت ہے اگر تخلیق ارض و سماء کے وقت بیت اللہ شریف کا
وجود ہی نہیں تھا تو پھر مکہ معمظہ کی عزت و حرمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ
حدیث تو اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ بیت اللہ شریف کے وجود کے علاوہ اس کی
عزت و حرمت کا تاج بھی اسی وقت سے اس کے سر کی زینت بننا ہوا ہے
اب رہایہ سوال کہ ابراہیمی تعمیر سے پیشتراء بنانے کا شرف کس کو حاصل ہوا۔

تو قرآن عزیز نے تو ابراہیمی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ اور اس سے پیشتر کی تعمیر کا صراحتاً کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اسی طرح مہبتوں جی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سوال کو حل نہیں فرمایا بلکہ مطلقاً چھوڑ دیا ہے چنانچہ کتب تفاسیر اور احادیث کی ورق کرداری کرنے سے آپ کو ایسی کوئی مرفوع اور صحیح حدیث ہرگز نہیں ملتے گی جو اس سوال کو حل کرتی ہو ہاں البتہ جو بنده یا پنڈے کے مصدق تتعین اور جستجو کرنے سے کچھ اقوال صحابہ اور تابعین ایسے ملتے ہیں جو کسی حدیث مذکورہ بالاسوال کو حل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی سعادت فرشتوں نے حاصل کی۔

فرشتوں کی تعمیر

چنانچہ علی بن حسین سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نیچے ایک گھر تیار کیا اس کے زمروں کے چار سو سو ہیں ان سب کو ایک سرخ یا قوت ڈھانپے ہوتے ہے اس گھر کا نام ضراح ہے پھر فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس گھر کا طواف کرو اور عرش محلی کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فرشتوں نے اس گھر کا طواف کیا اور عرش الہی کو چھوڑ دیا۔ یہ گھر بیت المعمور ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے اس میں سہ روز ستر ہمار فرشتے نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوتے ہیں بعد ازاں ان کو اس میں آنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو زمین پر بھیجا اور ان کو حکم فرمایا کہ بیت المعمور کی مانند زمین پر بھی میرا ایک گھر تیار کرو چنانچہ فرشتوں نے حکم الہی کی تعمیل کی جب یہ گھر تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جو زمین پر رہتی تھی حکم فرمایا کہ اس کا طواف کرو جیسا کہ آسمانی مخلوق بیت المعمور کا طواف کرتی ہے اسے

حضرت آدم علیہ تعمیر

فرشتوں کی تعمیر کے بعد پھر حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کو تعمیر کیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مردی ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا تو ان کا سر آسمان سے لگتا تھا۔ اور ان پکے پاؤں زمین پر تھے۔ وہ خوف خدا کی وجہ سے کششی کی طرح لرزتا اور کانپتا تھا۔ پھر اللہ نے ان کا قد پھوٹا کر دیا جو صرف سالم ہاتھ رہ گیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں التجاکی کہ الہی! مجھے فرشتوں کی آواز کیوں سنائی نہیں دیتی؟ اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا کہ اسے آدمؑ تو اپنی غلطی کی بدولت ان کی آواز سننے سے محروم ہوا ہے۔ پھر حکم دیا جو اسے زمین میں میرا ایک گھر تیار کرو اور اس کے گرد طواف کرو اور مجھے یاد کرو جس طرح فرشتوں کو میرے عرش کے ارد گرد طواف کرتے ہوئے آپ نے دیکھا ہے۔

یہ حکم سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیل کی طرف توجہ مبذول کی۔ چنانچہ تمام زمین آپ کے لئے اکٹھی کر دی گئی ہے۔ تمام جنگل پیٹیے گئے حتیٰ کہ ایک بڑا جنگل ایک قدم میں ملے کر لیتے تھے تمام پانی اکٹھا کیا گیا۔ چنانچہ آپ سمندر کا گہرا پانی ایک ہی قدم میں ملے کر لیتے تھے۔ چہاں پر آپ قدم رکھتے وہ آباد اور بارکت ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کہ معلمہ میں پہنچے تو وہاں آپ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی۔ حضرت جبریل امین نے اپنا پاؤں مار کر زمین کے نیچے سے بنیاد ظاہر کر دی۔ اس میں فرشتوں نے اتنے بڑے بڑے پتھر پھینکئے کہ تیس آدمی مل کر بھی ایک پتھر کو نہیں اٹھاسکتے تھے خانہ کعبہ پر مندرجہ ذیل پہاڑوں کے پتھر لگاتے گئے۔

1 - طور۔ 2 - زیست۔ 3 - طور سینا۔ 4 - جودی۔ 5 - حرار۔ پھر زمین کی سطح ہموار کی گئی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ اسلام نے بیت اللہ کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز پڑھی اور طواف کیا۔ پھر طوفان نوح

آیا۔ وہ طوفان کیا تھا۔ وہ تو غضب الٰہی تھا۔ جہاں تک یہ طوفان گیا اولاد آدم کو اس نے ملیا میٹ کر دیا۔ سندھ اور ہند میں یہ طوفان نہیں پہنچا۔ پھر اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے اس کی بینادوں کو بلند کیا اور اس کی تعمیر کی۔ بعد ازاں قریش نے اسے تعمیر کیا۔ یہ بیت المعمور کے مقابل ہے۔ اگر بیت المعمور سے کوئی شے گر پڑے تو عین بیت اللہ پر واقع ہو گی۔ علامہ ازرقی نے اخبار کہ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حجر اسود سے دور ہونے کی وجہ سے وحشت محسوس کی تو ان کو حکم ہوا کہ اس کا حج کرو۔ چنانچہ انہوں نے خانہ کعبہ کا حج کیا۔ آپ سے فرشتے ملے اور خوشخبری دی کہ آپ کا حج پاک اور قبول ہے۔ پھر کہنے لگے اے آدم! ہم نے آپ سے دو ہزار سال قبل اس گھر کا حج کیا ہے۔

تُقیٰ فاسیؒ نے شفاف الغرام میں بیہقی سے روایت کیا ہے کہ اس نے دلائل النبوة میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ میرا ایک گھر تیار کرو۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک لکیر کھینچی۔ وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام نے کھدائی کا کام شروع کر دیا۔ لامائی حوار۔ مٹی اٹھا کر پھینکنے میں مصروف ہوتیں۔ یہاں تک کہ کھدائی سطح پانی تک پہنچ گئی۔ نیچے سے آواز آئی کہ آدم! لب اب کافی ہے۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وہی بھیجی کہ اس گھر کا طواف کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ دنیا میں پہلے انسان ہیں اور یہ سب سے پہلا گھر ہے پھر زمانہ بدلتا رہا حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے خانہ کعبہ کا حج کیا۔ پھر زمانہ تبدیل ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے خانہ

کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا۔ لہ

حضرت آدمؑ کا حج

علامہ ازرقؒ نے کچھ اقوال اور آثار ایسے بیان کئے ہیں جن میں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت آدمؑ علیہ اسلام نے حج بیت اللہ کی سعادت کی مرتبہ حاصل کی۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت آدمؑ علیہ اسلام کے زمانہ میں بیت اللہ شریف کا وجود تھا۔ چنانچہ علامہ ازرقؒ نے عثمان بن ساج سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدمؑ علیہ اسلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوتے تو بارگاہ الہی میں دعا کر کر الہی! ہر مزدور کو مزدوری ملتی ہے اور میری بھی مزدوری ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں۔ آپ بھی مجھ سے مانگ لیں۔

آپ نے دعا کی اسے میرے پروردگار تو نے مجھے جہاں سے نکالا ہے وہیں واپس بھیجو گے۔ اللہ کی بارگاہ سے جواب ملا ہاں تمہاری دعا مستجاب ہوتی۔ مہر انہوں نے دعا کر اسے میرے پروردگار میری اولاد میں سے جو شخص اس گھر میں آتے اور اپنے نفس پر گناہوں کا اقرار کرے جیسا کہ میں نے اقرار کیا ہے۔ ایسے شخص کی بخشش فرم۔ جواب لا تمہاری یہ دعا بھی قبول ہوتی ہے۔

اسی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ علیہ اسلام سے فرمایا جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے میں نے تمہیں بخش دیا۔ لیکن تمہاری اولاد میں سے جو شخص اس گھر میں اپنے گناہوں کی گلظتی لے کر آیا اور اپنے گناہوں اور خطاوں کا اعتراف کیا تو میں اس کے گناہوں کا بوجھ اتار دوں گا اور اسے بخش دوں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ علیہ اسلام نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ تم بیت اللہ شریف کے گرد طواف کے وقت کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ

لہ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۸۳ ، ۳۴۶ اخبار مکہ جلد اول ص ۲۲۶ ، ۲۳۶ اخبار مکہ جلد اول ص ۲۲۶

ہم «بِحَمْدِ اللّٰهِ وَبِحُمْدِ رَبِّ الْاٰنْشٰوْ وَاللّٰهُ اكْبَرُ» پڑھتے ہیں۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے حضرت آدم علیہ اسلام نے فرمایا اس میں لاحول ولا قوت الا باللہ کا اضافہ کرو۔ تو فرشتوں نے اس وظیفہ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا۔ جب حضرت آدم علیہ اسلام طواف کرتے تو مندرجہ بالا کلمات پڑھتے تھے حضرت آدم علیہ اسلام سات ہفتے رات کو اور پانچ ہفتے دن کو طواف کیا کرتے تھے۔
نافع کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ مجھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ لہ

ایک اور روایت اسی سے مذکور ہے جو عبد اللہ بن ابی سلیمان سے اس نے بیان کی ہے کہ حضرت آدم علیہ اسلام جب آسمان سے اترے تو انہوں نے بیت اللہ شریف کے سات طواف کئے۔ پھر کجہ شریف کے دروازے کے سامنے دور کعت نماز ادا کی پھر ملتمم کے پاس تشریف لاتے اور یہ دعا کی۔

اللّٰهُمَّ انْكِ تَعْلَمُ سَرِيرَتِي وَ عَلَيْتِي فَا قَبِيلْ مَعْذِرَتِي وَ تَعْلَمْ مَنِي نَفْسِي وَ مَا عَنِي فَاغْفِرْ لِي
ذُنُوبِي وَ تَعْلَمْ حَاجَتِي فَاعْطِنِي سَوَالِي۔ اللّٰهُمَّ انِّي اسْلَكَ اِيَّا نَا يَبْشِرُ تَلْبِي وَ يَقِينُنَا صَادِقًا حَتَّى اَعْلَمَ
اَنَّ لَنْ يَصِيبنِي الْاَمَّاْكِبَتْ لِي وَ الرِّضَا بِمَا قَضَيْتَ لِي

اللّٰہ ! تو میرے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے۔ میری معدودت قبول فرا تو میرے نفس کی باتوں سے آگاہ ہے اور جو کچھ میرے پاس ہے تجھے اس کا بھی علم ہے بس مجھے گناہوں کی معافی عنایت فرما۔ تو میری حاجت اور ضرورت کو بھی جانتا ہے بس وجبہ میرے سوال کو پورا فرمائی۔ اللّٰہ ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل سے جاتے اور ایسے یقین کا سوال کرتا ہوں جو بالکل سچا ہو حتیٰ کہ مجھے اس بات کا یقین ہو جاتے کہ مجھے وہی مصیبت اور تکلیف آتے گی جو میری تقدیر میں لکھی جا ہیکی ہے اور تو میرے حق میں جو فیصلہ فرماتے اس پر راضی ہو جاؤں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وہی بھیجی اور کہا اے آدم تو نے مجھ سے کتنی دعا تیں کی ہیں۔ میں نے تیری دعاویں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ جو شخص تیری اولاد

سے ایسی دعا کرے گا میں اس کے سب غم و اندوہ دور کر دوں گا اور رزق کی متگلی میں اس کی کفایت کروں گا اور اس کا فقر و فاقہ دور کروں گا۔ میں اسے غنا بخشوں گا بہر تاجر کی تجارت اس سے پیچھے رہ جاتے گی۔ دنیا اس کی طرف رغبت کرتی ہوتی آتے گی خواہ وہ دنیا کو چاہے یا نہ چاہے۔

جب حضرت آدم علیہ اسلام نے خانہ خدا کا طواف کیا تو اس وقت سے بیت اللہ شریف کا طواف مستون قرار پایا لہ

بیت اللہ شریف نوحؑ اور ابراہیمؑ کے درمیانی زمانہ میں

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں طوفان کی آمد سے کعبہ شریف منہدم ہو کر پوشیدہ ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے زمانہ تک یونہی حال رہا۔ اس مقام پر ایک سرخ مدور ٹیلہ تحاصلاب کا پانی اس کے اوپر نہیں چڑھتا تھا۔ ہاں البتہ لوگوں کو یہ علم تھا کہ بیت اللہ شریف کی جگہ یہ ہے۔ لیکن اسی کی بنیادیں غائب تھیں ستم رسیدہ اور پناہ لینے والے اور مصیبت زده انسان زمین کے اطراف و اکناف سے آتے اور وہاں آ کر دعا کرتے تھے۔ جو آدمی وہاں آ کر دعا کرتا اس کی دعا مستجاب ہوتی تھی۔ لوگ بیت اللہ شریف کی جگہ کائج بھی کرتے تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو بیت اللہ شریف کے مکان کی جگہ سے آگاہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر اور دین و شریعت کے اہم کارا بادہ کیا۔ تو ایک امت کے بعد دوسری امت اور ایک ملت کے بعد دوسری ملت آتی رہی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو زمین پر اتراب بیت اللہ شریف اس وقت سے قابل تعظیم رہا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ حضرت آدم علیہ اسلام سے پہلے فرشتے اس کائج کرتے تھے۔ لہ

حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کا مکہ میں قیام

اخبار مکہ جلد اول ص ۳۶ لہ اخبار مکہ جلد اول ص ۵۲

جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی عمر نوے سال کے قریب ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک فرزند ارجمند سے نوازا جس کا نام اسماعیلؑ رکھا گیا یہ وہی فرزند ہے جس نے پڑے ہو کر اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ شریف کی تعمیر کی۔ اس کی تعمیر سے پہلے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرؓ کو حکم الہی کے مطابق بیت اللہ شریف کے پاس پھوڑ آتے جو اس وقت ایک ٹیلہ کی شکل میں نظر آتا تھا۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ اسلام اور اپنی بیوی حضرت ہاجرؓ کو مکہ معظمہ میں لے آتے۔ آپ کے پاس پانی کی ایک چھاگل تھی آپ نے دونوں ماں بینٹے کو چاہ زمرہ کی سیدھی کے پاس بٹھایا۔ اس وقت ان کے پاس اللہ کے سوا کوئی نہیں تھا ان دونوں کو وہاں پر بٹھا کر کھوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکریہ ان کے پاس رکھ دیا اور خود واپس ملک شام کی طرف روانہ ہوتے۔ حضرت ہاجرؓ نے ان کا پیچھا کیا اور پیچھا کاہے ابراہیمؑ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں اور ہمیں اس جنگل میں کیوں چھوڑے جا رہے ہیں؟ یہاں پر نہ کوئی مدد گارہے نہ کوئی ضرورت کی شے ہے۔ انہوں نے بار بار حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو پکارا لیکن آپ نے ان کی آواز کی کوئی پرواہ نہ کی یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے اوپر کی جانب کدا۔ پھر اپنے پیش گئے وہاں سے وہ دونوں آپ کو نظر نہ آتے پھر آپ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوتے اور ہاتھ المطاکر یوں دعا کی۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرَ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْحُرْمَنَ رَبَّنَا لِيُقْبِلُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْدَلَهُ مِنَ النَّاسِ مُكْهُورِيًّا لِمَجْمُونَ وَأَرْقَمُهُ مِنَ الْعَمَرَاتِ لِعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ هَذَا بِرَاهِيمَ (۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں اپنی اولاد کو تیرے عزت و حرمت والے گھر کے پاس چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ ایک بخبر اور بے آب و گیاہ وادی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اس سے میری غرض و غایت یہ ہے کہ وہ تیرے گھر کے پاس نماز پڑھیں۔

لوگوں کے دل ان کی طرف مائل فرا اور ان کو پھلوں کا رزق عنایت فرماتا کہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی حفاظت کرے گا اور ان کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوتی۔ اب دنیا کے کسی کونہ میں بھی ایسا آدمی نہیں ملے گا جسے بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق دل میں دامنگیرنا ہو۔ اور اس پاک خطے کا مشاہدہ کرنے کے لئے جدو چند نہ کرتا ہو۔ اس خطے کو سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ اسلام اور ان کی والدہ نے آباد کیا۔ آپ کی والدہ آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور خود مشکریہ کا پانی پیتی رہیں جب مشکریہ کا پانی ختم ہو گیا تو انہیں پیاس لگی اور لڑکے کو بھی پیاس نے متک کیا بچے کی تشکی کو دیکھ کر ان کے دل میں ترس آیا اور اس کی یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں صفا پہاڑی نزدیک تھی۔ وہ اٹھ کر صفا پہاڑی کے پاس آئیں۔ وہاں پر پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا شاید کوئی انسان نظر آتے لیکن انہیں کوئی انسان دکھاتی نہ دیا۔ پھر صفا سے اتر کر وادی میں چلی آئیں پھر قمیض کا کنارہ اٹھا کر مصیبت زده انسان کی طرح دوڑیں۔ یہاں تک کہ مردہ پہاڑی پر پہنچ گئیں۔ وہاں پر کھڑی ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں شاید کوئی انسان دکھاتی دے لیکن کوئی انسان نظر نہ آیا۔ چنانچہ انہوں نے سات مرتبہ صفا اور مردہ پہاڑی کے درمیان یوں چکر لگاتے۔۔۔۔۔ چونکہ حضرت ہاجرہ نے وہاں پر سعی کی اس لئے حاجی لوگ صفا مردہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ پھر جب مردہ پہاڑی پر چڑھیں تو ایک آواز سناتی دی۔ یہ آوازن کراپنے نفس سے کہنے لگیں ٹھہرہ۔ پھر آواز کو غور سے سنا۔ پھر آواز سناتی دی تو انہوں نے کہا میں تو سن جیکی ہوں کیا میری کوئی امداد بھی ہو سکتی ہے۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ اسلام ان کو زمزم کے مقام کے پاس دکھاتی دیتے۔ انہوں نے وہاں پر ایڈی ماری یا بازو مارا تو اس جگہ سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ حضرت ہاجرہ اس کے ارد گرد بند باندھنے لگیں اور پانی اپنے

مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جوں جوں مشکیزہ بھر ہگیا۔ اس میں سے جوش مار مار کر پانی اور نکلتا رہا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی والدہ پر رحم فرماتے۔ اگر وہ زمزم کے پانی کو چھوڑ دیتیں یا پانی نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہت بڑا چشمہ ہوتا۔

چنانچہ انہوں نے خود یہ پانی پیا اور اپنے بچے کو پلایا۔ حضرت جبریل علیہ اسلام نے ان کو تسملی دی اور کہا کھانے پینے کی متگلی سے مت ڈلو۔ کیونکہ یہاں پر اللہ کا گھر ہے جو اس لڑکے نے اور اس کے پاس چھوڑنے والے نے اسے تیار کرنا ہے۔ یہاں پر رہنے والوں کو اللہ ہرگز ممانع نہیں کرے گا۔ اس وقت بیت اللہ شریف زین پر بلند طیلہ کی مانند تھا۔ سیلاہ آتے اور دائیں باائیں سے اس کی مٹی بہا کر لے جاتے تھے یہ اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ بنو جرم کا ایک قافلہ کدا پہاڑ کے راستے سے گرتا ہوا یہاں آیا اور مکہ محظمه کی نچلی جانب آ کر اس نے ڈیرے ڈال دتے۔ انہوں نے وہاں پر ایک پرنده گھومتا ہوا دیکھا۔ آپس میں کہنے لگے۔ یہ پرنده پانی کی تلاش میں گھوم رہا ہے۔ ہم اس وادی میں رہتے ہیں لیکن ہم نے یہاں پر پانی نہیں دیکھا۔ پھر انہوں نے ایک یاد مردوں کو پانی کی تلاش میں بھیجا۔ وہ تلاش کرتے کرتے بالآخر پانی پر پہنچ گئے انہوں نے واپس آ کر قافلہ والوں کو اطلاع دی۔ یہ خبر سن کر تمام لوگ ادھر چل پڑے۔ جب پانی کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی والدہ حضرت ہاجرہ پانی کے پاس پیٹھی ہوتی ہیں۔ انہوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں ٹھہر نے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے ان کو اجازت دے دی لیکن ایک شرط عائد کر دی کہ تمہارا پانی پر کوئی حق نہیں ہو گا۔ وہ کہنے لگے ٹھیک ہے ہمیں یہ بات منظور ہے۔ پانی پر قبضہ تمہارا ہی ہو گا اور اس پر ہمارا کوئی حق نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

اہ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ لوگوں کے

ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ان کے ہاں مقیم ہو گئے۔ اور اپنے گھر کے دیگر افراد کو بھی وہیں بلا لیا۔ ان کے کتنی گھرانے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ اسلام من بلوغت کو پہنچے اور انہوں نے عربی زبان سیکھ لی تو ان کو یہ بہت پیارے لگے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خاندان کی ایک دو شیرہ ان کے جالاتہ عقد میں دے دی اور وہ ازدواجی زندگی بمر کرنے لگے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دوبارہ ملکہ میں آمد

کچھ وقت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ اسلام کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت سارہ خاتون سے کہا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کے پاس جانا چاہتا ہے۔ ان کی بیوی نے جانے سے نہ روکا۔ لیکن ایک شرط لگائی کہ وہاں جا کر سواری سے نیچے نہیں اترنا ہو گا۔ آپ یہ شرط منظور کر کے کہ معلمہ کی طرف روانہ ہوتے۔ وہاں جا کر تلاش کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے گھر تشریف لاتے۔ وہاں پر حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی بیوی کو دیکھا لیکن اپنی بیوی حضرت ہاجرہ نظر نہ آتیں سمجھ گئے کہ وہ اللہ کو پیاری ہو گئی ہیں۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارا غاؤند کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اس سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس مہان نوازی کے لئے کچھ کھانا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا جب تیرا غاؤند آتے تو اسے میرا اسلام کہنا اور اسے بتانا کہ ایسے ایسے حلیے اور شکل و شیاست والا ایک بوڑھا آیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ تمہارے گھر کی دہلیز مجھے پسند نہیں۔ اسے بدل دو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے پھر جب حضرت اسماعیل علیہ اسلام اپنے گھر میں آتے تو انہیں اپنے باپ کی خوشبو آتی۔ بیوی سے پوچھا تیرے پاس کون آیا تھا؟ اس نے بتایا

ایک بوڑھا آیا تھا۔ پھر اس کا حلیہ بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اس نے اس کا کوئی احترام نہیں کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام نے اس سے پھر دریافت کیا کہ اس نے تجھے کیا کہا؟ اس نے جواب دیا وہ مجھے جاتے وقت کہنے لگا۔ اپنے خاوند کو میرا اسلام کہنا نیز یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل لو۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام سمجھ گئے کہ وہ تو ان کا باپ تھا اور وہ کہہ گئے کہ اپنی عورت کو طلاق دے دو چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور کچھ وقت کے بعد کسی اور عورت کو جمالي عقد میں لے لیا۔

پھر کچھ وقت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ اسلام اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ اسلام کو ملنے کے لئے تیار ہوتے ان کی بیوی حضرت سارہ خاتون نے اس شرط پر انہیں جانے کی اجازت دی کہ وہاں جا کر قیام نہ کریں۔ اس واقعہ سے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا ایفائے عہد کا بہت ٹھا شبوث ملتا ہے۔ انہوں نے جب حضرت سارہ خاتون سے نکاح کیا تو اس وقت اس سے یہ عہد کیا تھا کہ اب اس کے بعد کسی عورت سے شادی نہیں کرے گا اور ہر کام اس کی رضا مندی سے کرے گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام گھر پہنچے تو حضرت اسماعیل گھر پر موجود نہیں تھے۔ ان کی بیوی سے دریافت کیا تمہارا خاوند کہاں ہے؟ اس نے بتایا وہ شکار کرنے گئے ہوتے ہیں اور ابھی آنے والے ہیں۔ انشاء اللہ۔ آپ تشریف رکھتے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے جس سے مہان نوازی کی جاتے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ روٹی بھی ہے۔ گندم بھی ہے۔ دودھ اور گوشت بھی۔ پھر دودھ اور گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر اس نے آپ سے سواری سے نیچے اترنے کی درخواست کی اور کہا میں آپ کا سردار ہوتی ہوں۔ آپ نے اس کی درخواست کو مسترد کر دیا اور سواری سے نیچے نہ اترے کیونکہ اپنی بیوی سارہ خاتون سے عہد کیا ہوا تھا کہ میں وہاں جا کر سواری سے نیچے نہیں اتروں گا۔

جب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام تو سواری سے نیچے نہیں اترتے تو مقام ابراہیم کے پاس گئی اور وہاں سے پتھر لائی جس پر آپ نے اپنا دایاں پاؤں رکھا یہ پاؤں کا نشان اب تک باقی ہے۔ پھر اس نے آپ کے سر کا دایاں پہلو دھویا پھر پتھر باتیں جانب لاتی اور اس پر ان کا سر رکھ کر دھویا۔ جب سردھو کروہ فارغ ہوتی تو انہوں نے فرمایا جب تیرا خاوند آتے تو اسے میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی دلیز کو قائم رکھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ اسلام واپس گھر آتے تو اپنے باپ کی خوبصورت نورانی شکل والا بزرگ آدمی آیا تھا؟ اس نے بتایا ایک ہیئت خوبصورت نورانی شکل والا بزرگ آدمی آیا تھا۔ اس سے بہت اچھی خوبصورتی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھنے لگے آج ہمارے گھر میں کون آیا تھا؟ اس نے آیا تھا بیان کر دیا پھر اس نے یہ بھی بتایا کہ میں نے اس کا سردھو دیا اور اس پتھر پر اس کے قدموں کے نشانات بھی موجود ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام نے پوچھا انہوں نے جاتے وقت تجھے کیا کہا؟ اس نے بتایا اس نے جاتے وقت مجھے کہا کہ جب تمہارا خاوند آتے تو اسے میرا اسلام کہنا نیز اسے کہنا اپنے دروازے کی دلیز کو قائم رکھے۔ یہ سن کر حضرت اسماعیل علیہ اسلام نے اسے بتایا کہ وہ تو میرے والد ماجد حضرت ابراہیم تھے اور دلیز سے مراد تو ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام ملک شام میں کچھ دیر ظہر ہے۔ پھر ان کو حکم الٰہی آگیا کہ مکہ معظمه میں جا کر میرے گھر بیت اللہ کو تعمیر کرو لے

ابراہیمی تعمیر کا بیان

جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنی بیوی سارہ خاتوں سے مکہ معظمه جانے کی اجازت طلب کی تاکہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کرسے۔ اجازت پا کر آپ سیدھے مکہ معظمه پہنچے۔ چاہ زمزماں کی پیچھی

جانب اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ اسلام سے ملاقات ہوتی۔ وہ اس وقت تیرینا نے میں مصروف تھے حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے انہیں بتایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر تیار کرو انہوں نے جواب دیا آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کر جائے۔ یہ سن کو حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بتایا کہ تجھے بھی حکم ہوا کہ میری بد کرو۔ کیونکہ اللہ کافرمان ہے۔

وَطَهَرَ أَبِيَّتَ بْلَطَّاطَ تَقْيَنَ وَالْعَاكِفَيْنَ وَالرَّشَّاحَ الْمُجُودَ (البقرہ - ۱۲۵)

کہ دونوں باپ بیٹاں مل کر میرے گھر کو، طواف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو۔

چنانچہ دونوں نے کdal ہاتھوں میں پکڑے اور اس مقام پر چلے گئے جہاں پر حضرت جبریلؑ کے بتانے پر حضرت ہاجرہ نے جھونپڑی بنائی ہوتی تھی۔ انہیں کوئی علم نہیں تھا کہ کعبہ شریف کی بنیادیں کہاں رکھی جاتیں۔ مہر اللہ نے ایک ایسی ہوا بھیجی جسے ربِ الخوجوں کہتے تھے اس کے دبازو تھے ایک سر تھا۔ اس کی شکل سانپ سے ملتی جلتی تھی۔ اس نے کعبہ شریف کی بنیادوں پر جھاؤ دیا۔ اب بیت اللہ شریف کی بنیادیں صاف نظر آنے لگیں۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹاں کdal ہاتھوں میں لے کر بنیادیں کھو دنے میں مصروف ہو گئے پھر انہوں نے بنیاد رکھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذَا بَوَأْنَلَلِ إِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ (البقرہ - ۱۲۵)

اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو بیت اللہ شریف کی بنیادوں کی خبر دی۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور حضرت اسماعیل علیہ دونوں نے مل کر بیت اللہ کی دیواروں کو بلند کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام تعمیر کا کام کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لارکا نہیں دیتے تھے اور دونوں کی زبان پر یہ دعا تھی

رَبُّنَا تَقْبِلُ مِنَ الْمَكَّةَ أَنْتَ الْمُتَسِعُ الْعَلِيمُ۔ (البقرہ - 127)

اے ہمارے پروردگار ہماری دعا کو شرف قبولیت سے نواز ہماری دعا کو بس تو ہی سننے والا اور ہمارے حالات کو تو ہی جانے والا ہے۔

جب دیواریں اوپھی ہو گئیں اور حضرت ابراہیمؑ نہیں پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے سے قادر ہو گئے تو ایک پتھر نچے رکھ کر اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے۔ یہ پتھر وہ تھا جس پر حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا سر دھویا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام تعمیر کرتے رہے اور حضرت اسماعیلؑ پتھر لا کر دیتے رہے۔ اور دونوں بیت اللہ شریف کے گرد گھومتے رہے اور یہ دعا پڑھتے رہے۔

رَبُّنَا تَقْبِلُ مِنَ الْمَكَّةَ أَنْتَ الْمُتَسِعُ الْعَلِيمُ۔ رَبُّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذَرْبَتَا أَمْمَةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرْنَامَنَا سَكَنًا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنْكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرہ - 128)

اے ہمارے پروردگار یہ عمارت جو ہم نے تعمیر کی ہے اس عمل کو ہماری طرف سے قبول فرماتے دعاوں کا سننے والا اور جانے والا ہے۔ پروردگار! ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک بہت بڑی جماعت اپنی فرمانبردار بنا اور ہم کو ہماری عبادات کے طریقوں سے آگاہ فرم۔ تو ڈا توہہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ اسلام کعبہ شریف کی دیواریں تعمیر کرتے رہے اور یہ وہ پتھر ہے جسے مقام ابراہیم کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُضِلًّا (البقرہ - 125)

یعنی مقام ابراہیم کے پاس جا کر نماز پڑھو

محمد بن اسحاق نے مجھے خبر دی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو حکم ہوا کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کرو تو وہ آرمینیا سے براق پر سوار ہو کر کہ معظمه پہنچے ان کے ہمراہ سکینہ تھی اس کا ایک منہ تھا۔ جس سے وہ باتیں کرتی تھیں۔ پہلے مٹھنڈی ہوا چلی

اس کے بعد یہ آئی۔ اس کے ہمراہ ایک فرشتہ تھا جو بیت اللہ شریف کی جگہ بتانے آیا تھا حضرت ابراہیم علیہ اسلام کمہ محظیہ میں آ کر اپنے فرزند حضرت اسماعیل سے ملنے اس وقت ان کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ اللہ کو پیاری ہو چکی تھی اور ان کو حجر کے مقام میں دفن کر دیا گیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے حضرت اسماعیل علیہ اسلام سے بتایا کہ مجھے اللہ کا حکم بنانے کا حکم ملا ہے حضرت اسماعیل علیہ اسلام نے دریافت کیا کہ کہاں پر بنانے کا حکم ہوا ہے؟ ایک فرشتہ نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ دونوں حکم خداوندی سن کر اٹھے اور بنیادیں کھو دنے میں مصروف ہو گئے باپ بیٹے کے سوا اس وقت وہاں پر کوئی انسان نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اس کی بنیادیں حضرت آدم علیہ اسلام کی بنیادوں تک کھو دیں بنیادیں کھو دتے ہوئے انہیں کچھ پتھرا اور ہڈیاں ملیں یہ پتھرا تباہی تھا کہ تیس آدمی مل کر بھی اسے الٹھا نہیں سکتے تھے چنانچہ حضرت آدم علیہ اسلام کی بنیادوں پر خانہ خدا تعمیر کیا گیا پھر سکینہ نے اسے گھیر لیا وہ ایک سانپ کی شکل کی کوتی شے تھی اس نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے کہا کہ خانہ کعبہ کی بنیاد مجھ پر رکھو۔ چنانچہ آپ نے اس پر بنیاد رکھی۔ اس لئے اس کا جو بھی طواف کرے گا خواہ وہ کعبہ شریف سے نفرت کرنے والا ہو یا متکبر اور سرکش آدمی کیوں نہ ہو اس پر سکینہ (رحمت الہی) واقع ہوگی۔ چنانچہ آپ نے جو بیت اللہ شریف تعمیر کیا اس کی بلندی آسمان کی جانب ۹ ہاتھ اور عرض زمین پر ۳۲ ہاتھ تھا۔ یہ رکن شامی سے رکن غربی تک جس میں حجر اسود واقع ہے ۲۲ ہاتھ ہے اس کا طول رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ ہاتھ ہے۔ رکن اسود سے رکن یمانی تک ۲۰ ہاتھ ہے۔

لکعب شکل ہونے کے باعث بیت اللہ شریف کو کعبہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ حضرت آدم کی بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے مضبوط کیا اور ایک دروازہ بنادیا جو زمین سے متصل تھا۔ اس دروازہ کے کواڑ نہیں تھے حتیٰ کہ تنقیع اسعد

غمیری نے اس کا دروازہ بنایا اور اس کے کواڑ لگاتے اور ان پر ایرانی طرز کے کنڈے لگاتے اور اسے غلاف پہنایا پھر اس کے پاس قربانی کی۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بیت اللہ شریف کے پہلویں حجر اسماعیل پر ایک پھر پر ڈال دیا۔ چھت پر پیلو کے درخت کی لکڑی لگاتی گئی۔ اس میں حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی بکریاں داخل ہوتی اور پناہ لیتی تھیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بیت اللہ شریف کے اندر ایک کنوں کھودا۔ جب کوئی شخص کعبہ شریف میں داخل ہوتا تو یہ کنوں داتیں جانب ہوتا تھا یہ بیت اللہ شریف کا خزانہ تھا۔ اس میں تحفے اور ہدیے رکھتے تھے۔ یہ وہی کنوں ہے جس پر عمر بن الحنفی نے ہبل بت رکھا تھا۔ یہ وہ بت تھا جس کی قریش پوچا پاٹ کرتے تھے اور اس کے پاس جا کر اپنی قسم کے غیر نکالتے تھے۔ یہ جزیرہ کی زمین سے یہاں لا یا گیا۔

راوی خبر دیتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام خانہ کعبہ کی دیواروں کو پتھروں سے تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام اپنی گردن پر پتھر اٹھا کر لاتے تھے جب خانہ کعبہ کی دیواریں بلند ہو گئیں تو مقام ابراہیم کا پتھر دیواروں کے نزدیک لا یا گیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ اسلام اس پر کھڑے ہو کر دیواروں کی تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام ضرورت کے مطابق بیت اللہ شریف کے ارد گرد اس پتھر کو پھیرتے رہے۔ جب حجر اسود کے مقام پر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے سماکہ ایک ایسا پتھر لاؤ جو لوگوں کے لئے طواف شروع کرنے کا نشان بن جاتے۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام اس کی تلاش میں پھرتے رہے لیکن انہیں نہ مل سکا۔ پھر جب واپس آتے تو دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ اسلام ایسا پتھر لا چکے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ اسلام کے زمانہ میں زمین کو پانی میں ڈبو دیا تو یہ پتھر ابو قبیس پہاڑ کے سپرد کیا اور اسے حکم دیا جب میرا خلیل یعنی حضرت ابراہیم علیہ اسلام میرا مکھ تعمیر کرے تو اس پتھر کو باہر نکال دو۔

جب حضرت اسما عیل علیہ اسلام واپس آتے اور حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے پاس حبر اسود یکھا تو پوچھا ابا جان یہ پتھر کھاں سے ملا؟ انہوں نے جواب دیا سے وہ لایا ہے جس نے مجھے تجوہ پر بھروسہ کرنے سے بے نیاز کر دیا۔ یعنی حضرت جبریل علیہ اسلام لاتے ہیں۔ جب حضرت جبریل علیہ اسلام نے پتھر اس کی جگہ پر رکھ دیا تو حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے تعمیر کے کام کو مکمل کر دیا۔ حبر اسود اس وقت اتنا سفید تھا کہ چمک رہا تھا۔ اس کی روشنی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پہنچی۔ اس کی روشنی حرم کی حدود تک پہنچی تھی جو حرم کے چاروں طرف تھی۔ اس کے سیاہ ہونے کی وجہ یہ ہوتی کہ دور چالیسیت میں اور دور اسلام میں یہ کتنی دفعہ آگ کی لپیٹ میں آیا۔

زمانہ چالیسیت میں اس کو آگ لگانے کا واقعہ یوں ہے کہ ایک عورت نے قریش کے زمانہ میں کعبہ شریف میں اگر بھی جلا تی۔ اس سے ایک شعلہ اڑا اور غلاف پر جا پڑا۔ اس سے حبر اسود جل گیا اور سیاہ ہو گیا۔ کعبہ شریف کی دیواریں بو سیدہ ہو گئیں۔ بدیں وجہ قریش نے خانہ کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ از سر نو تعمیر کیا۔

دور اسلام میں ہ تشریفی کا واقعہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ میں پیش آیا۔ وہ یوں ہوا کہ جب حصین بن نمير کندی نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر گولہ باری کی تو اس سے غلاف کعبہ اور حبر اسود جل گئے۔ حبر اسود تین مقامات سے پھٹ گیا۔ پھر شعبہ بن زبیر نے اس پر چاندی لگا کر اسے مضبوط کیا مذکورہ بلا وجوہات کے باعث وہ سیاہ ہو گیا۔ اگر حبر اسود چالیسیت کی نجاست سے مدد نہ ہوتا تو جب مصیبت زده اسے چھوتا اس کی مصیبت دور ہو جاتی۔ لہ

سعید بن سالم نے ابن حجر تنج سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے کعبہ شریف کو ابراہیم بنیادوں پر تعمیر کیا۔ نیز بتایا کہ وہ مکعب ہے یعنی کعبہ شریف ٹھنخے کی مانند اور اپراہرا ہوا ہے۔ بدیں وجہ اسے کعبہ کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے خانہ کعبہ پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ بلکہ صرف دیواریں بنائی تھیں اور اس کی

دیواروں میں جو پتھر لگاتے تھے ان میں چونا اور سینٹ وغیرہ نہیں لگایا تھا۔ ام
وہ سب بن نبہ نے خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو
نبی بنی کر مبعوث فرمایا تاکہ اس کے گھر کی حفاظت کرے تو انہوں نے کعبہ شریف کی
پہلی بنیاد کو تلاش کیا جو حضرت آدم علیہ اسلام نے خیمه کی جگہ پر رکھی تھی۔ یہ وہ خیمہ
تحا جس سے حضرت آدم علیہ اسلام کو سکون حاصل ہوا تھا۔ یہ جنت کا ایک خیمہ تھا۔
اسے مکہ معظمه میں بیت اللہ شریف کی جگہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ
اسلام بنیادیں کھودنے میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ اسلام کے زمانہ کی
بنیاد تک پہنچ گئے۔ جہاں پر خیمہ تھا۔ جب کھدائی کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ گئے تو اللہ
نے بیت اللہ شریف کی جگہ ایک بادل کا سایہ کر دیا۔ یہ بیت اللہ شریف کی جگہ کو
گھیرے ہوئے تھا۔ پھر اس نے اسے گھیرے رکھا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام
اس کے سایہ سے فائدہ المحتاثے اور بنیادوں کے سلسلہ میں اس سے رہنمائی حاصل
کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب بنیادیں اوپنجی ہو گئیں تو بادل چھٹ گیا۔ یہ ہے اللہ
تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب «واذ بو ان لارا براہیم» یعنی بادل جس نے اس جگہ کو گھیرے
رکھا تھا تاکہ بنیادوں کی جگہ معلوم ہو جاتے۔ جب سے یہ تعمیر ہوا یہ ہمیشہ آباد رہا ہے۔
مہدی بن مہدی نے مجھے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں مجھے عبد الرحمن بن عبد اللہ مولیٰ بنی
ہاشم نے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں مجھے حاد نے سماک بن حرب سے وہ خالد بن
عرعہ سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے
متعلق «رَخِيْه آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامٌ اِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا» بیان کرتے ہیں کہ خانہ
کعبہ سب سے پہلا مکان نہیں۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ اسلام کے زمانہ میں لوگ مکانات بناتے
مکانات میں رہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے زمانہ میں بھی لوگ مکانات بناتے
اور ان میں سکونت اختیار کرتے تھے۔ لیکن خانہ کعبہ سب سے پہلا گھر ہونے کی وجہ یہ
ہے کہ اس میں واضح اور کھلی نشانیاں ہیں۔ اس سے پہلے ایسا کوئی مکان نہیں تھا جس
میں ایسی نشانیاں موجود ہوں۔ ان نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ابراہیم کا پتھر

ہے۔ اور جو اس میں داخل ہو گا۔ اسے ہر قسم کا امن و سکون ہو گا۔ نیز بیان کرتے ہیں کہ ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کا حکم ہوا۔ لیکن انہیں مشکل نظر آیا۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ خانہ کعبہ کو کیسے تعمیر کرے۔ چنانچہ اللہ نے سکینہ بھیجی جو ایک تیز و تندر ہوا تھی۔ اس کا سر تھا۔ اس نے طوق پہنا ہوا تھا۔ وہ حوض کے کناروں میں خشک شدہ پانی کی طرح نظر آ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اس پر بنیاد رکھی۔ آپ نہ روز صبح سے شام تک کام کرتے تھے۔ اس وقت گرمی پورے جو بن پر تھی۔ جب آپ حجر اسود کے مقام پر پہنچنے تو حضرت اسماعیل علیہ اسلام سے کہا جاؤ ایک پتھر تلاش کر کے لاو۔ کیونکہ اسے یہاں لگانا ہے تاکہ لوگ اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ اسلام پہاڑوں میں گھومتے پھرے لیکن حسب مشاہد پتھرنہ مل سکا۔ جب واپس آئے تو حضرت جبریل علیہ اسلام ان سے پہلے حجر اسود لاحکے تھے۔ پوچھایا ہے پتھر کہاں سے ملا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے جواب دیا کہ یہ ایسا شخص لایا ہے جس نے میری اور تیری بنیاد پر بھروسہ نہیں کیا۔ پھر کچھ وقت کے بعد بیت اللہ شریف منہدم ہو گیا۔ تو فرشتوں نے اسے تعمیر کیا۔ کچھ وقت کے بعد پھر منہدم ہو گیا۔ تو قبیلہ بنو جہنم نے اس کی تعمیر کی۔ کچھ وقت کے بعد پھر خستہ حالت ہو گیا تو قریش نے از سر نواں کی تعمیر کی جب حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو قریش کا آپس میں نزاع پیدا ہو گیا۔ ہر آدمی کی یہ خواہش تھی کہ اس پتھر کو نصب کرنے کی سعادت وہ حاصل کرے۔ بالآخر اس بات پر متفق ہوتے کہ صبح کو جو آدمی ہمارے پاس سب سے پہلے اس دروازے سے داخل ہوا اسے پتھر نصب کرنے کا حق ہو گا۔ ان کے اس فیصلہ کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لاتے۔ سب نے آپ کو حکم اور حج تسلیم کیا۔ آپ نے فرمایا ایک کپڑا پچھاؤ۔ جب کپڑا پچھایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے رکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی

لئے حضرت ابراہیم کی تعمیر کے بعد فرشتوں کی تیکڑا کو رفرشمنڈا رہاتے ہیں۔ جبکہ باقی روایات یہ ذکر ہے کہ حضرت آدمؑ کی تعمیر سے پہنچنے والے فرشتوں کی تعمیر اور قریلہ نقیس اور صحیح ہے بات یہی معلوم ہوتی ہے رائی۔ آر۔ الفلاح)

چادر کا کنارہ پکڑے۔ چنانچہ وہ اس حالت میں حجر اسود کو اٹھا کر خانہ کعبہ کے پاس لے آتے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے اٹھا کر خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔

بار بار تعمیر کعبہ کے اسباب

چونکہ خانہ کعبہ نسبی جگہ پر واقع ہے اس لئے چھوٹوں اور واڈیوں کا سیلاں اس کی طرف زور شور سے آتا تھا اور اس کی عمارت کے گرد آکر جمع ہو جاتا تھا۔ بارش کے موقع پر تمام شہر کا پانی کیل کانتے سے لیں لشکر جرار کی طرح اس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ سیلاںوں کے بار بار حملوں نے اس کے حسن و زیبائش کو زائل کر دیا اور اس کی دیواروں پر بوسیدگی کے آثار نمودار ہوتے۔

علاوه ازیں تین مرتبہ ہونناک آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آیا لیکن یہ حادث اور سانحات کی دشمن دین کی دشمنی یا حسد کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ بیت اللہ شریف کے متوبیوں کے تسابل اور تکاسل کا نتیجہ تھا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے اور واقعات گواہ ہیں کہ جب سے بیت اللہ شریف معرض وجود میں آیا۔ کسی غیر مسلم یا عدو دین کو اس پر حملہ کرنے کی جرات نہیں ہوتی۔ وہ ایسی حرکت کا ارتکاب کیوں کرے جبکہ اس بات کا سبجوی علم ہے کہ یہ خاتمة خدا ہے اور اس کی محافظت بھی وہی کرتا

ہے۔

ہاں البتہ اب رہہ کافر سالخہ مہار کا لشکر جرار لے کر قوی ہیکل ہاتھیوں پر سوار ہو کر آیا تھا۔ وہ عداوت اور کینہ کی آگ میں جلتا ہوا آیا تاکہ بیت اللہ شریف کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ لیکن جسے اللدر کھے اسے کون چکھے۔ وہ اس کا بال بیکانہ کر سکا بلکہ خود تباہ و بریاد ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کالہ سے چھوٹے چھوٹے چڑیوں جیسے پرندوں کو بھیجا۔ جنہیں عربی میں اب ایں کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایک ایک کنکری ان کی پونچ میں

تھی اور دو کنکریاں ان کے پیغام میں تھیں۔ ان پرندوں نے یہ کنکریاں اصحاب الغیل پر بارش کی طرح بر سانا شروع کر دیں۔ یہ کنکریاں جس کو لگتی تھیں تحری نٹ تحری را تفل کی گولیوں کی طرح جسم سے پار ہو جاتیں۔ جبے کنکری لگتی وہ ہیں لفڑے اجل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ابہہ کافر کی اکثر فوج وہیں موت کے منہ میں آ کر یعنی رسید ہوتی۔ جنہوں نے راہ فرار اختیار کی وہ راستہ میں بیمار ہو کر موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اور سالمہ مزار کے لشکر میں سے ایک بھی صحیح سلامت والی پس کھرنہ پہنچا۔

ایک عربی شاعر عبیر بن زبیری اپنے ایک قصیدہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لہ

واسل امیر الجیش عثمان رائی
لوسف بن بنی الجاحظین علیہما
ستون الفالم بوجوبار ضم
بل لم يعش بعد الایاب سقیہما

ذرالشکر کے سردار سے دریافت کیجئتے کہ اس نے کیا دیکھا۔ جبے اس کی خبر ہے وہ بے خبراً اور ناواقفہ کو بتا دے کہ سالمہ مزار کے لشکر میں سے کوئی بھی اپنے لک کو زندہ بچ کر نہیں کیا۔ اگر کوئی زندہ واپس لوٹا تو راستہ میں بیمار ہو کر مر گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی تعمیر کے بعد عمالقة نے اس کی مرمت کی۔ بعد ازاں جرمہم نے بیت اللہ شریف کی مرمت کر کے والہانہ محبت اور عقیدت کا شبوث دیا۔ پھر جب قصی بن کلاب نے زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں تھامی اور دینی اور دنیوی لحاظ سے اس کی سیادت اہل عرب نے تسلیم کی تو اس نے بیت اللہ شریف کی نگہداشت میں کوئی دلیل فروگزاشت نہ کیا۔ اور تولیت کعبہ کی ذمہ داری خود اٹھاتی۔ جہاں کہیں دیواروں میں بوسیدگی کے آثار نظر آتے اور خطہ محسوس کیا مبادا اس کی عمارت دھڑام سے زمین پر گر پڑے۔ تو فوراً اس کی مرمت کروادی۔ جب اس کا بیٹا عبد مناف جوان ہوا تو اس نے اپنے باپ کی تقیید کرتے ہوئے اس گھر کی نگرانی میں

ایک لمحے بھی عدم توجی سے کام نہیں یا۔ مگر اس کے باوجود بارشوں اور سیلابوں کے
انی اس پر بار بار دست درازی کرتے رہے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں
اور معلوم ہوتا تھا کہ اب نہیں بوسی کی تیاری کر رہی ہیں۔ اس زمانہ میں دینی دنیاوی
اور سیاسی احتدار کا تاج قریش کے سر کی زینت بننا ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
السلام بھی اس عالم رنگ و بویں تشریف لاچکے تھے۔ اس نازک موقع کو دیکھ کر قریش
نے اس پاک گھر کی از سر نو تجدید کی۔ اے

نفسیر قریش

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۱۵ سال کی ہوئی تو قریش نے خانہ
کعبہ کو اس سرنو تعمیر کیا۔ بعض روایات میں تجدید کعبہ شریف کے وقت حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال بیان کی جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
تعمیر میں خود حصہ لیا۔ ۲

چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعمیر کعبہ شریف
کے موقع پر اینٹیں الٹھا الٹھا کر لاتے اور چلتے وقت اپنے تہیند میں الجھ جاتے تھے۔ اور
طہو تھا کہ کہیں آپ کا پاؤں مبارک پھسل نہ جاتے۔ چنانچہ آپ کے پچھا حضرت
عباسؓ نے آپ کا تہیند کھول دیا اور آپ کے شانہ مبارک پر رکھ دیا تاکہ اینٹ کی رگڑ
نہ لگے۔ برہنگی اور عربی اہل عرب کے نزدیک کوئی معیوب چیز نہ تھی۔ اس لئے
حضرت عباسؓ نے اپنے ملک کے روانج کے مطابق آپ کا تہہ بند کھول کر آپ کے
ملئے پر رکھ دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شرمیلے تھے۔ فرط حال اور شرمیلا
نے کی وجہ سے اسے برداشت نہ کر سکے۔ آپ پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کچھ
وقت کے بعد جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات تھے «میری
اور لاؤ» حضرت عباسؓ نے جب دیکھا کہ آپ فرط حال کی وجہ سے برہنگی کو برداشت
میں کر سکتے تو انہوں نے آپ کا تہہ بند آپ کو باندھ دیا۔

قریش کے زمانہ تک بیت اللہ شریف غیر مسقف رہا یعنی اس پر چھٹ نہیں تھی۔ صرف قد آدم کے برابر چار دیواری تھی جیسے ہمارے ملک میں عید گاہیں ہوتی ہیں۔ قریش نے جب دیکھا کہ بارشوں اور سیالابوں کا پانی آتے دن خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوتا ہے تو انہوں نے اس کے حملہ سے محفوظ و مامول رکھنے کی خاطرا یک بند بدھوا یا جس سے وقتی طور پر آب سیالاب کا رخ بدلتا۔ لیکن مت تلیل میں ہی سیالابوں نے بند کے پر پیچے اڑا کر اپنا راستہ صاف کر لیا۔ بالآخر قریش نے باہمی مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ اس کی از سر نو تجدید کی جاتے اور اس پر سقف ڈال دی جاتے یہ تجویز تمام قریش نے برضاور غبت تسلیم کر لیا لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی کو جرات نہ ہوتی۔ ہر ایک غائب اور ترساں تھا کہ ایسے باعظمت اور باپرکت مکان کو منہدم کرنے سے ہم کسی ناگہانی مصیبت کے پنجھ میں نہ پھنس جائیں۔ آخر کار ولید بن مفیرہ نے جرأت کی اور ہاتھ میں ک DAL لے کر اس کی دیواروں کو گرانا شروع کیا اور زبان سے یہ دعا پڑھنے لگا۔

اللَّهُمَّ لَا تَرْعِي الْحَمْ لَا نَزِيدُ إِلَّا لَلْخَيْرِ

اللی! ہمیں خوفزدہ نہ کر ہمارا مقصد کوئی برا کام کرنے کا نہیں ہے۔ ہم تو اچھا کام کرنے کا ہی ارادہ رکھتے ہیں۔

لوگ اسے دیکھتے رہے مگر کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ اس کے ساتھ مل کر کام کرے وہ آپس میں کہنے لگے ہم آج کی رات انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اگر صحیح کو صحیح سلامت اٹھا اور اسے کوئی تکلیف نہ ہوتی تو ہم اس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اگلے دن صحیح سویرے اسے صحیح دیکھ کر قریش نے اس کے ساتھ دست تعاون بڑھایا اور کعبۃ اللہ کی دیواروں کو منہدم کر دیا۔ اے

حسن اتفاق سے ایک تجارتی چہاز جدہ کی بندر گاہ پر کسی چٹان سے ٹکر اکر بیکار ہو گیا۔ ولید بن مفیرہ نے جدہ پہنچ کر اس کے ٹکڑے خریدے تاکہ بیت اللہ شریف پر چھٹ ڈالی جاتے۔ اس چہاز میں ایک شخص با قوم نامی تھا جو محار تھا۔ ولید اسے بھی

پسندیدہ مراہ لایا تاکہ تعمیر کعبہ کے سلسلے میں ان کا مدد و معاون ثابت ہو۔ امّہ دیواروں کی تکمیل کے بعد خانہ کعبہ کو سقف کیا گیا۔ لیکن چہاز کی لکڑی تمام پچھت کے لئے ناکافی ثابت ہوتی۔ اور فوری طور پر کوتی لکڑی میرنا آتی بدمیں وجہ خانہ کعبہ کی بنیاد ایک طرف سے کچھ کم کر دی گئی تاکہ پچھت ادھوری نہ رہے۔ یہ خالی جگہ تقریباً سات ہاتھ ہے۔^۳

ضیحی بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے عائشہ! اگر تیری قوم قریش نتی مسلمان نہ ہوتی تو میں بیت اللہ شریف کو ابراہیم بنیادوں پر تعمیر کرتا وہ خالی جگہ جو قریش نے سامان پچھت کی کمی کے باعث بیت اللہ کی حدود سے باہر نکال دی تھی، کو بھی خانہ کعبہ میں داخل کرتا۔

ایک روایت میں یوں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تیری قوم نے بیت اللہ شریف کی بنیادوں کو تشنہ تکمیل چھوڑ دیا۔ اگر ان کا آغوش اسلام میں آنے کا زمانہ جدید نہ ہوتا تو جو جگہ انہوں نے خالی چھوڑ دی ہے۔ میں اسے مکمل کرتا۔ اگر تیری قوم میں سے کسی کو اس کے بنانے کا خیال ہو تو میرے پاس آؤ تاکہ میں تجھے وہ جگہ بتلا دوں جو انہوں نے خالی چھوڑ دی ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کو وہ جگہ دکھانی جو تقریباً سات ہاتھ تھی۔^۴

علامہ ازرقی آخیار مکہ میں یوں ذکر کرتے ہیں کہ عام مشہور روایت کے مطابق قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ برس قبل جب کہ آپ کی عمر مبارک 35 سال کی تھی خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اور اس کا عرض حجر اسماعیل کی جانب سے پچھا تھا اور ایک بالشت کم کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس اپنی حلال روزی کا نفقہ ختم ہو چکا تھا جو کچھ اس عمارت کے لئے جمع ہوا تھا وہ خرچ ہو چکا تھا۔ نیز حجر کے پاس ایک چھوٹی سی دیوار بنادی۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول ۴۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول

لوگ اس کے باہر کی طرف سے طواف کرتے ہیں۔ قریش نے اس کا دروازہ زمین سے بلند کر دیا۔ اور اس پر پتھر لگادتے حتیٰ کہ وہ سیلاپ کے پانی سے محفوظ ہو گیا۔ اب کعبہ شریف کے دربان جسے چاہتے ہیں اندر جانے کی اجازت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں منع کرتے ہیں۔ اس کے دروازے کا ایک کواڑ بھی بنایا گیا۔ اس میں کعبہ شریف کا کنواں بدستور رہنے دیا گیا۔ اسے وہ خزانہ کے نام سے موسم کرتے تھے۔ اس میں ہدایا اور تحائف ڈالتے تھے۔ اس کے اندر وہی جانب دلاتنوں میں پھر ستون بناتے گئے۔ ہر لائن میں تین ستون ہیں۔ نیزاں پر چھت ڈال دی گئی اور شمال کی جانب میزاب نصب کر دیا گیا اور اس کا پانی حجر اسماعیل پر واقع ہونے لگا۔ اس سے پہلے خانہ کعبہ غیر مسقف تھا یعنی اس پر چھت نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے قصی بن کلاب نے اس پر چھت ڈالی۔ یہ چھت درخت کنار کی لکڑی اور کھجوروں کی شاخوں کی تھی۔ اس کی بلندی زمین سے آسمان کی جانب المغارہ ہاتھ کر دی گئی۔ اس کے دور کن بناتے گئے۔ حطیم کی جانب کوتی رکن نہیں حضرت ابراہیم کی تعمیر کے مطابق اسے دور بنایا گیا اس زمان میں لوگ اپنے مکان خانہ کعبہ کی شکل پر دور (گول) بناتے تھے۔ کیونکہ وہ اسے خانہ کعبہ کی تعظیم تصور کرتے تھے۔ سب سے پہلے حمید بن ہمیر نے مرخ شکل کا مکان بنایا۔ قریش اسے دیکھ کر کہنے لگے۔ اب دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ یعنی کیا وہ زندہ رہتا ہے یا موت اسے اپنے پنجھ میں دبائیتے ہے۔

قریش کو خانہ کعبہ تعمیر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک دفعہ ایک عورت نے خانہ کعبہ میں سجنور جلائی۔ اس سے ایک شعلہ اڑ کر غلاف کعبہ شریف پر جا پڑا۔ اس سے غلاف اور دیواریں جل گئیں اور ان میں شگاف پڑ گئے۔

قریش کی تعمیر سے پہلے کعبہ شریف شک شگاف کا بننا ہوا تھا۔ ان میں گارا نہیں لگایا گیا تھا۔ شگاف شک مٹی سے بھردتے گئے۔ باقوم رومنے نے اسے تعمیر کیا

۔ تھا۔ ۱

تعمیر عبد اللہ بن زبیرؓ

63ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنی خلافت کے زمان میں حطیم کو خانہ کعبہ میں شامل کر دیا۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نواسے اور حضرت اسلامؓ کے صاحبزادے ہیں۔ مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ گئے تو کچھ وقت تک ان کے ہاں نبی نہ اولاد نہ ہوتی۔ منافقوں نے ان کی نبوست پر محمول کیا۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والے پھوٹ میں ان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ اسی وجہ سے انکی ولادت کے موقع پر مسلمانوں کے چہروں پر فرحت و انبساط کی ہبڑوڑ گئی۔

واقعہ کربلا کے بعد اہل حجاز نے انہیں اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ یزید نے انہیں مطبع کرنے کے لئے حصین بن نمیر کی سپہ سالاری میں ایک بھاری لشکر مکہ معظمه کی طرف روانہ کیا۔ اس کے گرد و نواح میں پہنچ کر 27 محرم الحرام 64ھ کو حصین بن نمیر نے جنگ وجدال کا سلسلہ شروع کر کے اپنی قیادت قلبی اور سنگ دلی کا شبوت دیا۔ اس نے کوہ ابو قبیس پر مخفینق نصب کر کے اس گھر پر گندھک رال اور دیگر آتش گیر مادے پھینکنے کے شروع کئے۔ چنانچہ آتش باری سے خانہ کعبہ کا غلاف نذر آتش ہو گیا اور پتھروں کے صدر میں سے اس گھر کی دیواریں اس قدر شکستہ ہو گئیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ عنقریب زمین بوئی کریں گی۔^۱

آہ! وہ گھر جو گناہگاروں اور جرماتم کے مر تکب لوگوں کے لئے بھی جاتے پناہ ہے جس گھر میں بھی نوع انسان کے علاوہ جنگلی حیوانات اور صحرائی طیور کو ایذا پہنچانے کی مانعت ہے۔ جس گھر کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے «من دخله کان آمنا» اور جس کی تعظیم و تکریم اپنے اور بیگانے سمجھی کے تلوب میں موجود ہے۔ وہ ظالموں کے جور و جفا کا تختہ مشق بن گیا۔ اس کی عوت و احترام کے جامے کی دھمیاں فضائے آسمانی میں بکھر دی گئیں۔ سنگ دل اور شقی القلب لوگوں کے ہاتھوں سے سینکڑوں زخم اور چوٹیں کھاتیں اور ان نام نہاد مسلمانوں نے لیلائے انتدار کی ہوس میں ایسے ایسے دل

گداز اور روح فر سا کام کتے جنہیں، لیکھ کر ایک غیر مسلم کا ضمیر بھی کانپ اٹھتا ہے۔
دل کے پچھوئے جل اٹھنے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حسین بن نمیر نے 10 ربیع الاول 64ھ تک کہ مصممہ کا محاصرہ جاری رکھا اور
بیزید کی رضا جوئی اور سیلا تے اتھدار کے حصول کی خاطر بیت الحرام کو رزمگاہ بناتے رکھا۔
10 ربیع الاول کو بیزید کی مرگ کی خبر سن کر اس نے محاصرہ اٹھایا اور ناکام واپس ہوا۔ لہ
بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو از سر نو تعمیر کیا۔
اس کے دو دروازے بناتے ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا باہر نکلنے کے لئے۔
حضرت عبداللہ بن زبیر نے تین یوں تک استخارہ کرنے کے بعد خانہ کعبہ کو کلیتہ
منہدم کر دیا۔ یہاں تک کہ اسے زمیں سے ملا دیا۔ حضرت ابراہیم کی بنیاد کو کھودا تو حجر
اسما علیل پایا جو تقریباً چھ ہاتھ تھا۔ اس کی بنیاد پر اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ انہوں نے
اس حدیث کو دلیل بناتے کہ ایسا کیا جوانہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے سنی تھی۔
ہاں البتہ اس کا طول زیادہ کیا گیا جو ستائیں ہاتھ ہو گیا تاکہ عرض کے مناسب ہو۔ اور
اس کے دو دروازے بنادیتے جو زمین سے متصل تھے۔ ایک دروازہ مشرقی جانب اور
دوسرा مغربی جانب تھا۔ ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا باہر نکلنے کے لئے تھا۔
ہر ایک کا طول گیارہ ہاتھ تھا۔ ہر دروازے کے دو کواٹ بناتے اور کعبہ شریف کے چار
رکن بناتے اس سے پہلے صرف دور کن تھے۔ ایک رکن اسود اور دوسرا رکن یمانی۔
اس کے زمانہ میں چاروں رکنوں کو استلام کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور
رکن شانی میں خانہ کعبہ کے اندر کی طرف ایک سیرہ گھی بناتی یہ سیرہ گھی لکڑی کی تھی۔ اس
پر چڑھ کر اوپر پہنچتے تھے۔ نیز اسے سونے سے ملمع کیا۔ اور اس کی سطح پر میزاب بنایا۔
اس کا پانی حجر اسما علیل پر گرتا تھا۔

سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر نے خانہ کعبہ کو چونے سے تعمیر کیا یہ چونا
صنعت سے منگوایا گیا تھا۔ بعض موخر غین بیان کرتے ہیں کہ اس میں پکھلا ہوا سیسہ ڈالا گیا

تمہا۔ یہ درس سے مخلوط تھا۔ درس ایک زرد رنگ کا پودا ہے جو میں میں پایا جاتا ہے اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

جب تعمیر کے کام سے فارغ ہوتے تو اس کے اندر اور باہر دیواروں پر عنبر اور کستوری کی خوشبو لگائی اور دیگر خوشبویات سے معطر کیا۔ پھر اسے ریشی غلاف سے مبسوں کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں غانہ کعبہ کے غلاف کا کپڑا قبائلی کا تھا۔ اور وہ نئے کپڑے سے تیار ہوتا تھا اور مصر میں اس کے بنانے کا رواج تھا۔ یہ بہت مشہور تھا۔ اس روز سے زیادہ کبھی لوگوں کو آزاد نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اس دن سے زیادہ کبھی اونٹ اور بکریاں ذبح ہوتی تھیں۔ لہ

تعمیر حجاج بن یوسف ثقفی

72ھ میں عبدالملک بن مروان جو اموی خاندان کا چشم و چراغ تھا اور نگ سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔ یہ صاحب علم شخص تھا۔ اس زمانے کے اہل علم اس کی علمیت اور فقاہت سے بہت متاثر تھے۔ مگر جو نیز زام حکومت ہاتھ میں آتی تمام علمی اور فقی سرحدوں کو عبور کر گیا۔ نشستہ اقتدار نے اس کی طبیعت میں خاصہ تغیر پیدا کر دیا۔ ہوس ملک گیری اتنی شدید ہوئی کہ اسے اپنے ملک پر صبرنا آیا بلکہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؑ کی خلافت پر للہچائی ہوئی۔ نگاہوں سے دیکھا۔ ان کو مفسد اور باغی کا الزام لگا کر فوج کشی کی تیاری شروع کر دی۔ سب سے پہلے سردار ان شام کو اس مہم پر روانہ کرنے کے لئے برائی خیختہ کیا۔ لیکن بیت اللہ شریف کے احترام کو ملحوظ خاطر کہتے ہوئے تمام نے فوج کشی سے انکار کر دیا۔ مگر عبدالملک کو ملک گیری کی تشکی نے نہ ہال کر رکھا تھا۔ بالآخر اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو جو مجسمہ جور و استبداد کے طور پر شہرت حاصل کر چکا تھا حضرت عبد اللہ بن زبیرؑ کو اپنا مطبع اور ماتحت بنانے کے لئے زبردست فوج دے کر مکہ محضمہ کی طرف روانہ کیا۔

ماہ رمضان المبارک میں حجاج نے مکہ محضمہ پہنچ کر محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ

شریف پر تو پول اور گولہ باری کی بارش شروع کر دی۔ اور سنگ باری سے بیت اللہ شریف کی دیواروں کی حالت خستہ کر دی۔ اس نے بیت اللہ شریف کی عوت و حرمت کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اہل مکہ کے لئے اس کے محاصرہ کی وجہ سے کوہ رنج والم ٹوٹ پڑا۔ اشیائے خوردنی کی تلکت اور گرانی نے محصورین کے صبر و استقامت پر ایک زبردست چوٹ لگائی مصائب و شدائد کا مہیب عفریت اہل مکہ کو اپنے آہنی پنجے میں قابو کئے ہوتے تھا اور انہیں نکل جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ ماہ رمضان المبارک سے ماہ ذوالحجہ تک حاج نے مکہ معظمہ میں ہنگامہ رشیز برپا کئے رکھا اس کی افتادہ زائرین کعبہ شریف پر بھی پڑی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓؒ بھی اس سال خانہ خدا کی زیارت اور حج بیت اللہ کے ارادہ سے تشریف لاتے تھے۔ آپ نے اس ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر حاج کو پیغام بھیجا ”بندہ خدا تو دور دراز سے آنے والے لوگوں کا خیال کر۔ انہیں طواف بیت اللہ شریف اور صفارہ کی سماں کا موقعہ دے۔“

حج اس کی بات سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے گولہ باری اور سنگ باری کا سلسلہ بند کر دیا۔ حاجیوں نے شعائر حج کو باقاعدگی سے ادا کیا اور اس وقت غوبِ امن رہا۔ ایام حج کے گزرتے ہی اس نے اعلان کر دیا۔ کہ تمام زائرین کعبہ مکہ سے رخت سفر باندھ لیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتیں۔ ورنہ ان کی چانوں کو خطرہ ہے۔ اگلے روز اس نے پھر بیت اللہ شریف کو اپنی گولہ باری اور سنگ باری کا تختہ مشق بنایا۔ اسی اثناء میں ایک بہت بڑا پتھر خانہ خدا کی چھت پر آ کر گرا جس سے چھت ٹوٹ کر زمین پوس ہوتی۔ اس وقت آسمان سے ایک ہوناک کڑک کی آواز سناتی دی۔ زمین و آسمان کے درمیان تاریکی چھا گئی۔ فضانے وحشت ناک شکل افتخار کر لی۔ حاج کی لنج میں خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ ان کے ہاتھوں میں رخشد جسم پر کپکیا پٹ اور دلوں میں خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ اور پتھر پھینکنے سے رک گئے۔ حاج نے اپنی فوج کو تسلی و تشقی دیتے ہوئے کہا ”یہ تو ہماری فتح کی علامت ہے۔ خوف و ہراس کی کوئی بات

ہیں۔” یہ تاریکی دور دور تک تمام روئے زمین پر چھاتی رہی۔ اس دوران حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے دو آدمی بھلی کی کڑاک سن کر جاں بحق ہو گئے۔ پھر جاج نے اپنے ہاتھ سے مخفین میں پتھر رکھ کر پھینکنا شروع کئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نذر اور بطل جلیل تھے۔ ان کی فوج سے کتنی آدمی غداری کر کے جاج کی فوج میں داخل ہو گئے کچھ حق و صداقت کا پرچم لہراتے ہوتے شہادت کا چھلکتا ہوا جام نوش کر گئے۔ آپ کے حق میں چشم تمام امور کو دیکھ رہی تھی۔ مگر اس مرد مجاہد نے ان تمام واقعات کو انداز کر رکھا تھا۔ آپ کی پیشانی مسرت اور شادمانی سے درخشندہ تھی۔ چہرے پر فرحت و انبساط رقص کر رہی تھی اور بوس پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ بالآخر جادی الثانیہ 73ھ میں آپ میدان کارزار میں حق و صداقت کا پرچم ہاتھ میں لئے ہوتے ہوئے موت کی وساطت سے حوروں کی گودی میں آرام فرمایا ہوتے۔ اناللہ وانا الیہ راجون۔

فتح و شکست نصیبوں سے ہے دے اے امیر
 مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

دنیا کی اس جلیل القدر ہستی کے دنیا سے ہمیشہ کے لئے الٹھ جانے کے بعد جاج بن یوسف نے بیت اللہ شریف کا جائزہ لیا۔ فرش خون سے لت پت تھا بیت اللہ شریف میں بندوں کے بجائے پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ دیواروں میں جگہ جگہ شگاف پڑ چکے تھے۔ رونق اور چہل پہل کے بجائے دیرانی اور سنسانی تھی۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت ہو جکی تھی کہ خانہ کعبہ کی حالت کو دیکھ کر پتھروں کے دل پانی بن کر آنکھوں سے آنسو کی شکل میں بہہ گئے مگر اس ششقی القلب کو اس کی راتی بھرنداست نہ ہوتی۔ ۷۴

عبداللک نے 74ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ کو مسما کر کے از سر نو تعمیر کروا دیا اور حطیم کو خانہ کعبہ سے باہر نکال دیا۔ بعد ازاں اسے معلوم ہوا کہ حطیم کو خانہ کعبہ سے باہر نکالنا فرمان نبوی کے پر خلاف ہے تو اسے بہت افسوس ہوا۔ چنانچہ جب جاج خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اس نے حارث بن

عبداللہ بن ابی ریبعہ مخدومی کو عبد الملک بن مروان کے پاس بھیجا۔ عبد الملک نے اسے بتایا کہ میرا خیال ہے کہ ابن زبیرؓ نے حضرت عائشہ سے یہ نہیں سنا۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے۔ عبد الملک نے پوچھا تم نے حضرت عائشہؓ کو کیا کہتے ہوتے سنا۔ اس نے کہا میں نے یہ کہتے ہوتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تیری قوم نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو کم کر دیا۔ اگر تیری قوم نتی نتی مسلمان نہ ہوتی تو میں اس حصہ کو جوانہوں نے چھوڑ دیا ہے اسے بھی خانہ کعبہ میں شامل کر دیتا۔ پھر آپ نے وہ جگہ دکھلاتی جو تقریباً سات ہاتھ تھی۔ نیز آپ نے فرمایا میں اس کے دو دروازے زمین سے متصل بناتا۔ ایک دروازہ مشرقی جانب بناتا جس میں سے سب لوگ داخل ہوتے اور دوسرا غربی جانب جس سے لوگ نکلتے۔

عبداللہ بن مروان نے پھر پوچھا کیا تو نے خود حضرت عائشہؓ کو یہ فرماتے ہوتے سنا؟ اس نے جواب دیا ہاں اسے امیر المؤمنین میں نے بذات خود سنا ہے یہ سن کر عبد الملک ایک تنکا اپنے ہاتھ میں لے کر ادا نسہ کو جھکا کر کافی دیر تک کرید تارہ۔ پھر کہنے لگا۔ بخدا! مجھے یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ ابن زبیرؓ کے بناتے ہوتے کعبہ شریف میں تغیر و تبدل کرتا بلکہ یوں ہی چھوڑ دیتا۔ ۱۷

موجودہ کعبہ شریف اسی نقش پر قائم ہے جو عبد الملک نے بنوایا تھا بعض موڑیں کے بیان کے مطابق اگرچہ اس کے بعد چند مرتبہ بیت اللہ شریف آتش کے تیزوں تند شعلوں کی لپیٹ میں آیا ہے تاہم از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ مرمت سے کام لیا گیا۔ ۲۸

تعمیر سلطان مراد خاں

سلطان احمد آل عثمان کے سلاطین میں سے تھا۔ اس کے عہد حکومت میں خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ۱۹ شعبان ۱۰۳۹ھ ٹلوبروز بدھ صبح

آٹھ بجے کمہ معظمه اور اس کے گرد نواح میں شدید بارش ہوتی۔ ایسی بارش پہلے کبھی نہیں ہوتی تھی۔ اس کا پانی مسجد حرام میں داخل ہو گیا اور باب کعبہ کے قفل سے تقریباً 2 میٹر اونچا ہو گیا۔ اگلے روز یعنی ۲۷ جولائی میں معمرات کو عصر کے وقت کعبہ کی شامی دیوار دونوں اطراف سے گر پڑی اور مشرقی دیوار باب شامی کی حد تک جھک گئی۔ اس کے سوا باقی کوئی دیوار نہ رہی۔ اسی پر دروازے کا دار و دار تھا۔ مغربی جانب کی دیوار کا دو نوں اطراف سے تقریباً چھٹا حصہ گر گیا۔ تقریباً دو تیس دیوار گر پڑی اور چھت کا کچھ حصہ بھی گر پڑا۔ یہ شامی دیوار گرنے کے بعد گرا۔ بدیں وجہ سلطان مراد خاں نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حاج کے بناتے ہوئے کعبہ شریف کے نقشہ پر دوبارہ تعمیر ہوا۔ جس کی تکمیل ماه رمضان المبارک 1040ھ میں ہوتی۔ سلطان مراد خاں کی یہ عمارت اب تک موجود ہے۔^۱

ہارون رشید نے اپنے عہد حکومت میں حضرت امام ماک[ؑ] سے فتویٰ دریافت کیا کہ کیا میں خانہ کعبہ کو کلی طور پر منہدم کر کے دوبارہ از سر نو حضرت عبد اللہ بن زبیر[ؓ] کی بنیادوں پر تعمیر کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ اسے بادشاہوں کا کھلونا نہ بناؤ۔ جب چاہا مسماں کر دیا اور جب چاہا تعمیر کر لیا۔ چنانچہ ہارون رشید نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور خانہ کعبہ کو سابقہ حالت پر رہنے دیا۔^۲

بعض سلاطین مصر نے اپنے اپنے عہد انتدار میں کچھ معمولی تغیر تبدل کیا ہے۔ مثلاً اس کی کوئی دیوار خستہ دیکھی تو اس کی مرمت کرادی۔ اگر چھت میں کوئی شگاف نظر آیا تو اس کی درستی کرادی وغیرہ۔ لیکن کلی طور پر تعمیر کرنے کا سلسہ امام ماک[ؑ] نے بند کر دیا۔ اگر امام ماک[ؑ] ہارون رشید کو منہدم کرنے کی اور تعمیر کرنے کی اجازت دے دیتے تو خدا ہسترجاتا ہے کہ کتنی دفعہ انہدا م اور تعمیر کا منسلک پیش آتا۔

اب قرب قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا۔ یا جوں ماجوج کے خروج کے بعد ایک قسی القلب خشی اس کی دیواروں پر حملہ آور ہو گا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم فرماتے ہیں ایک پتلی پنڈلیوں والا حصی خانہ کعبہ کو مسما رکرے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بیت اللہ شریف کو ایک پتلی پنڈلیوں والا حصی منہدم کرے گا اور میں اس کے ہاتھ میں ک DAL دیکھ رہا ہوں۔ اے ابراہیمی تعمیر اور تعمیر قریش کے درمیان 2645 سال کا فاصلہ ہے جیسا کہ سخاریؒ نے اپنی تاریخ حلی میں ذکر کیا ہے۔ قریش اور ابن زبیرؓ کی تعمیر کا درمیانی عرصہ 72 سال ہے۔ ابن زبیرؓ اور حجاجؓ تلقی کی تعمیر کا درمیانی عرصہ دس سال۔ حجاج اور سلطان مراد خان کی تعمیر کا درمیانی عرصہ 966 سال کا ہے۔

کعبہ شریف کی پیمائش

صاحب مر. الحرمینؐ کے بیان کے مطابق اس کی پیمائش درج ذیل ہے۔
سینٹی میٹر میٹر

15	00	طول شرقی جانب بہاں پر دروازہ ہے۔
11	58	طول غربی جانب
11	93	طول ثامی جانب یعنی بجانب حظیم
10	22	طول یمنی جانب یعنی دور کنوں کے درمیان

سید سلیمان ندویؒ نے علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ کہ کے عوالہ سے بیت اللہ شریف کی پیمائش مندرجہ ذیل بیان کی ہے۔

9 گز	بلندی زمین سے چھت تک
32 گز	طول حجر اسود سے رکن ثامی تک
22 گز	عرض رکن ثامی سے رکن غربی تک

بعض ساخوں نے اس کی پیمائش میں کچھ اور کمی بیشی بیان کی ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ دو باقیں ہوتیں۔

اولاً۔ بعض ساخوں نے اس کی بیرونی پیمائش کو بیان کیا اور بعض نے اندر وہی حصے کی پیمائش کا ذکر کیا۔

ثانیاً۔ ہر ملک کے آلات پیمائش ان کے رسم و رواج کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے

ممکن ہے ایک ملک کا گز دوسرے ملک کے گز سے مختلف ہو۔ بہر حال ہمارے ملکی آلات پیپل آش کے حساب سے علامہ سید سلیمان ندوی کی مذکورہ بالا پیپل آش درست اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اندر ورن بیت اللہ شریف

اگرچہ بیت اللہ شریف کا دروازہ مغلول ہوتا ہے تاہم بعض اوقات جب کسی اسلامی ملک کا سربراہ عمرہ کرنے کے لئے آتا ہے یا سعودی حکومت کا فرماز و خود آتا ہے تو ان کے لئے دروازہ کھولی دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض اوقات بعض زائرین حرم کو اندر ورن خانہ کعبہ داخل ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

بیت اللہ شریف کی اندر ورنی شکل مرتع ہے۔ صرف زاویہ شمال میں معمولی سافر قہے۔ یہاں پر ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جو باب التوبہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں پر ایک زینہ بھی ہے جس کا آخری سرا خانہ کعبہ کی چھت سے جالگا ہے۔ فرش کعبہ شریف سنگ مرمر کے خوشنما اور ملائم پتھروں سے آراستہ ہے۔ دیواریں بھی اسی پتھر کی بنی ہوئی ہیں زمانہ ماضی کے سلاطین کے۔ کتبے اس پر کندہ ہیں وہ کتبے درج ذیل ہیں۔

(۱) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اَمْرُ تَجْبِيدِ هَذَا الْبَيْتِ الْمَعْظَمِ الْعَبْدِ الْفَقِيرِ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ يُوسُفَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ أَيْدِيهِ يَا كَرِيمِ بِعْزِيزِ نَصْرِكَ وَاغْفِرْلَهُ ذُنُوبَ بْرِحْتَكَ يَا كَرِيمِ يَا غَفَارِ يَا رَحِيمِ۔ رَبُّ اوزْعَنِيْ ان اشْكُرْ نِعْمَتَكَ الَّتِي نِعْمَتَ عَلَى وَاللَّهِ وَالَّدِي وَالَّدِي اَعْمَلَ صَالِحَاتِرَضَاهَ بِتَارِيْخِ سِنَتِ ثَمَانِينَ وَسِتَّةَ مِائَةٍ ۶۸۰ هـ وَصَلَى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدَ وَآلِهِ وَصَبَّحَهُ وَسَلَّمَ۔

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے اس عظمت والے گھر کی تجدید کا حکم یوسف بن عمر بن علی نے دیا جو اللہ کی رحمت کا محنت ہے۔ الی اس کی مدد فرم۔ اے کرم فرم اپنی غالب نصرت کے ساتھ اس کی مدد فرم، اے بخششناہ اور اے رحم فرم! اپنی رحمت کے ذریعے اس کے گناہوں سے درگزر فرم۔ الی! مجھے اپنی نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق عنایت فرم اجو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر عنایت کی اور مجھے ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے

تو پسند فرماتا ہے۔

یہ کتبہ 680ھ میں لکھا گیا۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم
(2) ایک لوح پر یہ عبارت لکھی ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امر بعمارۃ البیت لمعظم الامام العظیم ابو جعفر المنصور المقتضی
باشد امیر المؤمنین بلغه اللہ اقصیٰ آمالہ و تقبل منه صالح اعمالہ فی شھور 629ھ تسع و
عشرين وستمائة۔

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ جو بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔
اس باعظمت گھر کی تعمیر کا حکم امام اعظم، امیر المؤمنین ابو جعفر منصور مستطہر باللہ نے
دیا اللہ اس کی تمام آرزو تیس پوری فرماتے۔ اور اس کے اعمال صالح کو شرف قبولیت
سے نوازے۔

(3) ایک اور تختنی پر یہ عبارت کندہ ہے۔

امر تجدید سقف الہریف و تجمیع داخل الحرم و خارجہ مولانا سلطان بن سلطان
محمد خاں 1070ھ سبعین والف

بیت اللہ شریف اور حرم شریف کی اندر و فی اور بیرونی اشیاء کی تجدید و تعمیر
ہمارے آفاسلطان بن سلطان محمد خاں کے حکم سے ہوتی یہ کتبہ 1070ھ میں لکھا گیا۔
غالباً یہ سلطان وہی ہے جسے معتقد باللہ عبادی خلیفہ نے سلطان الحرمین کا خطاب
دیا تھا۔ جسے بادشاہ اپنے لئے موجب عرت و افتخار تصور کرتا تھا۔ اس کا ابتدائی عہد
حکومت نہایت پر آشوب تھا۔ فتنوں اور فسادات کا دور دورہ تھا۔ ایک طرف سے ان
کی سرکوبی کی جاتی تو دوسری طرف سے سراج ہمارتے تھے۔ اس نے حکمت عملی سے
کام لے کر اپنے ملک اور قرب و جوار کی رعایا کو فسادات کی پر خار وادی سے نکال کر
امن و امان کے گلستان میں لا بسایا۔ بعض موخرین نے اسے نوحؑ کا خطاب دیا ہے۔
کیونکہ سلطنت عثمانیہ کی ڈوبتی ہوتی کشتی کو اس نے ساحل نجات تک پہنچایا یہ چہلا

عثمانی سلطان ہے جس نے خانہ کعبہ میں سیم وزر بھیجا تاکہ فقراتے کمہ اور بیت اللہ شریف کی نگرانی پر خرچ کیا جاتے۔

(4) ایک لوح پر یہ عبارت نوشتہ ہے۔

ربنا تقبل من انک انت انسعیم العلیم۔ تقرب الی اللہ تعالیٰ تجدید رغام هذا
البیت المعموظ المشرف العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ السلطان ملک الاشرف ابوالنصر برسبانی
خادم الحرمین الشریفین بلغه اللہ آمالہ وزین بالصالحات اعمالہ۔ بتاریخ 826ھ سو و
عشرين و ثمانين ماتنۃ۔

اے ہمارے پروڈگار! ہمارا یہ عمل قبول فرم۔ تو یقیناً سب کچھ سننے اور جانتے
والا ہے۔ اس عزت اور شرف والے گھر کے سنگ مرمر کی تجدید کا کام سلطان ملک
اشرف ابوالنصر برسبانی نے کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا اللہ تعالیٰ اس کی تمناؤں
اور خواہشات کو پورا فرماتے اور نیک اعمال سے مزین فرماتے۔
یہ کتبہ 826ھ میں لکھا گیا۔

(5) دیوار شرقی پر ایک لوح کی عبارت یہ ہے

امر تجدید داخل البیت السلطان الملک ابوالنصر قاتیبانی خلد اللہ ملکہ آئین۔ یا رب
العلیین عام اربع و ثمان ماتنۃ من الحجرہ 804ھ
بیت اللہ شریف کے اندر ورنی حصے کی تجدید سلطان ملک ابوالنصر قاتیبانی کے حکم
سے ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کی مملکت کو دوام فرماتے۔ اے تمام چہانوں کے پروڈگار
میری دعا قبول فرا
یہ کتبہ 804ھ میں لکھا گیا۔

(6) ایک اور گھمہ پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے۔

امر تجدید هذا البیت المعموظ الفقیر الی اللہ سبحانہ و تعالیٰ خادم الحرمین الشریفین
مومن الحجاج فی البرین والبھرین السلطان بن السلطان مراد خاں خلد اللہ ملکہ وايد سلطنتہ

فی آخر شہر رمضان المبارک اربعین بعد الالف من الحجۃ النبویة علی صاحبها فضل الصلة
والتحمیة

اس باحرمت قدیمی گھر کی تجدید سلطان بن سلطان مراد خان کے حکم سے ہوتی جو اللہ کا محتاج، حریم کا خادم اور صحراؤں اور سمندروں میں مجاج کرام کو امن دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو دوام بخشدے۔ یہ کتبہ رمضان المبارک کی آخری تاریخوں میں 1040ھ میں لکھا گیا۔

غالباً اس سلطان سے مراد سلطان مراد خان ثانی ہے۔ جس نے الٹھارہ سال کی تاجبرہ کاری کی عمر میں عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں تھامی پھرا پنے ایک بیٹے کی وفات حضرت آیات کے سانحہ فاجعہ سے رنجیدہ خاطر ہو کر تخت سلطنت سے دست بردار ہوا اور اپنے بیٹے محمد خاں کو تخت نشیں کر کے خود عورت گزیں ہو گیا۔ اس کی گوشہ نشینی کی خبر سن کی عیسائیوں کے دلوں میں انتقام کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ حالات کے تیور بدلتے ہوئے دیکھ کر اس نے دوبارہ حکومت کی باغ ڈور اپنی ہاتھوں میں لی۔ چند ایام میں امن و امان قائم کر کے پھر خلوت گزینی کی راہ لی اور اپنے نو عمر فرزند کے کندھوں پر بار حکومت ڈال دیا۔ اس کی کم سنی یا کم تاجبرہ کاری اور حرب و ضرب کے مکروہ فریب سے ناواقفیت کی وجہ سے شکست خورده عیسائیوں کے ذہن میں پھر حرم و آذ کا پانی بھرا یا اور اسلامی سلطنت کو للچاٹی ہوتی نگاہوں سے دیکھا۔ لب پھر کیا تھا عیسائی بادشاہ نے اپنی تمام فوج مجاہد چنگ میں جھونک دی۔ اب اسلامی سلطنت کا ٹھٹھا ہوا چڑاغ گل ہونے کے قریب تھا۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر سلطنت کے وزراء اور امرا نے سلطان سے گوشہ نشینی ترک کرنے کی استدعا کی۔ ان کی استدعا سے بادشاہ پھر میدان کارزار میں کوڈ پڑا اور ابیانیہ کو دولت عثمانی میں شامل کر کے اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ یہ بادشاہ بڑا رحمد، خدا ترس، نیک سیرت عدل گستہ، خدا شناس اور رعایا پرور تھا۔

سقف کعبہ شریف، صندل کے تین ستونوں پر ایستادہ ہے۔ بعض موڑھیں کے بیان کے مطابق یہ ستون فاتحہ (الاچھی کے درخت) کے ہیں یہ ستون سفید لٹھے کے کپڑے سے ملبوس اور آراستہ ہیں۔ ان پر چاندی کی موٹی موٹی زنجیریں آویزاں ہیں جو بیت اللہ شریف کے حن و جمال رشان و شوکت کو چار چاند لگا رہی ہیں۔ عہد نبوي میں جب قریش نے اسے تعمیر کیا تو اس کے اندر پچھ ستون دو قطاروں میں تعمیر کئے گئے۔ ان کا نقشہ مندرجہ ذیل تھا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے عہد حکومت میں جب بیت اللہ شریف کو تعمیر کیا تو پچھ ستونوں کے بجائے تین ستون ایک ہی قطار میں بنادیتے۔ اس کے بعد اب اسی طرح ہیں۔ ان میں کوئی روبدل نہیں ہوا۔ دیواروں کے اندر وہی حصہ پر تقریباً سات فٹ کی بلندی تک نہایت گراں قیمت اور نفیں پتھر لگے ہوتے جیسے اس سے اوپر تمام دیواریں اور زیر سقف عنابی رنگ کے ریشم کے کپڑے میں محفوظ ہے۔ اس کپڑے میں مرغ خانے بننے ہوتے ہیں۔ ہر ایک خانے کے اندر اللہ جل جلالہ منقوش ہے۔ ایسا غلاف پیش کرنے کی سعادت سب سے پہلے سلطان عبدالعزیز خاں مروعم کو حاصل ہوتی۔

ابن جیبر نے 579ھ میں حج کیا۔ اس وقت کعبہ شریف کی چھت میں پانچ روشنداں تھے۔ جن پر متنقش شیئے مرصع تھے۔ آ جمل وہ روشنداں نظر نہیں آتے اور نہ کسی سیاح نے اپنے سفر نامہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ نے ان روشنداں کو بے سود سمجھ کر بند کرا دیا ہو گا ورنہ دیگر سیاح بھی ان کا ذکر ضرور کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کہ کے دن کعبہ شریف کے اندر تشریف لے جا کر جہاں دور کعتیں ادا کیں وہاں پر دیوار میں محراب بنی ہوتی ہے جو خانہ خدا یعنی بیت المعمور کے عین متوازی ہے۔ حاجی لوگ جواندرا جاتے ہیں وہیں نوافل ادا کرتے

بیں۔

خانہ کعبہ میں داخلہ کا حکم

خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا اور اس میں نماز پڑھنا مستحب اور افضل عمل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل خوب بنفس نفس کیا۔ آپ کعبہ شریف میں داخل ہوتے اور اس میں نوافل پڑھتے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام بھی اس میں داخل ہوتے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ اس میں داخل ہوتے۔ پھر دروازہ بند کر لیا۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا۔ میں نے حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے دو یہاں ستونوں کے درمیان پڑھی ہے۔^۱

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو سیدھے سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ ان کے پیچھے ہوتا۔ پھر چلتے ہتی کہ ان کے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا۔ پھر وہاں نماز پڑھتے اور وہ جگہ تلاش کرتے جو حضرت بلال نے بتائی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر نماز ادا کی ہے بعض لوگ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کو مستحسن نہیں سمجھتے۔ ان کا استدلال

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے خوشی خوشی تشریف لے گئے پھر جب واپس تشریف لائے تو غمگین اور اور افسرده تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر آیا ہوں۔ اگر مجھے اپنا معاملہ پہلے معلوم ہو جاتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوتا۔

میں ڈرتا ہوں کہ اس سے میری امت کو تکلیف ہوگی۔ ^۲

کعبہ شریف میں داخل ہونا فرض یا سنت موگدہ نہیں بلکہ اس کا داخلہ مستحب ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ کے موقعہ پر اس میں داخل نہیں ہوتے۔ عمرہ جعرانہ اور عمرہ القضا میں بھی آپ کا داخل ہونا ثابت نہیں ہاں البتہ فتح کے موقعہ پر آپ اس میں داخل ہوتے۔

جو شخص اس میں داخل ہواں کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے۔ دعا کرے اور اللہ کے ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ جب دروازہ سے داخل ہو تو سیدھا آگے گئے ہو۔ حتیٰ کہ اس کے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جانے۔ اور دروازہ اس کے بالکل پیچے ہو۔ وہاں پر نماز پڑھے۔ کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر آنحضرت سلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی نیز جوتا اتار کر بنگے پاؤں داخل ہو۔

محبر اسماعیل حس کے پاس مدور دیوار ہے جسے حظیم بھی کہتے ہیں خانہ کعبہ میں شامل ہے۔ جو شخص اس میں داخل ہوا کویاں وہ خانہ میں داخل ہوا۔ بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونے والے پر ایسی کوئی پابندی نہیں جو باہر بیٹھے ہوئے تاہم پردہ ہو۔ یعنی جو پابندیاں باہر بیٹھنے والے پر عائد ہیں وہی خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے والے پر ہیں۔

بیت اللہ شریف میں داخلہ کے آداب

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سلمان کے لئے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو چھت کی ہر فونگہ انعام کر دیکھتا ہے اسے چاہیے۔ وہ کی بزرگی اور بڑائی کی خاطر پخت کی طرف ہو دیکھے۔ کیونکہ آنحضرت سلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوتے تو اپنی انگلہ سخرواں کرنے۔ تو فرم کر کوئی ساری بحث اسے باہر تشریف نہیں۔

اس روایت کو ابوذر اور ابن صلاح نے اپنی مشک میں بیان کیا ہے۔

داود بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ مجھے عبد الکریم بن ابی الحارق نے وصیت کی کہ جمعہ کے روز جب تک دور کعت نہ پڑھ لون گھر سے نہ نکلوں اور بغیر غسل کئے کعبہ شریف کے اندر نہ جاؤں اسے ازرقی نے روایت کیا ہے۔

سعید بن جیسر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنے جو تے اتار لیتا ہوں عطا۔ طاؤں اور مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ کوئی آدمی کعبہ شریف میں موزے یا جوتے پہن کر داخل نہ ہو۔

ان روایات کو سعید بن منصور نے رویت کیا ہے۔

تو کعبہ شریف کے اندر داخل ہونے والے کو مذکورہ بالا آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ نیز جب خانہ کعبہ کے اندر جاتے تو نگاہ کو اس کی دیواروں پر چاروں طرف نہ دوڑائے کیونکہ یہ بات مقصد سے غافل کر دیتی ہے اور ہمیں شامل ہے۔ سواتے اشد ضرورت کے کسی سے بات چیت نہ کرے ہاں البتہ امر بالمعروف اور نهى عن المنکر کی کوئی ممانعت نہیں۔ ہاں پر خشوع و خضوع کو لازم اختیار کرے۔ اگر آنکھوں سے اشک باری ہو سکے تو بہت اچھا ہے اور آنسوؤں کو روکنے کی کوشش نہ کرے۔ بعض فاجر و فاسق لوگوں نے عوام انساں کو گمراہ کرنے کے لئے جو بدعاں جاری کی ہوتی ہیں ان سے اجتناب کرے۔ بعض اوقات خانہ کعبہ کے کنڈے کو لوگ نیکی کے طبع اور لالج میں پکڑتے ہیں۔ اس کا نام لوگوں نے عروہ و ثقی رکھا ہوا ہے۔ عوام انساں کے ذہنوں میں یہ بات سماں ہوتی ہے کہ جس نے اسے ہاتھ سے پکڑ دیا تو اس نے اس عروہ و ثقی کو پکڑا جس کا ذکر قران پاک میں مذکور ہے۔ اس کو پکڑنے کے لئے لوگ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں بعض اوقات عورتیں مردوں کی پیٹھوں پر چڑھ جاتی

ہیں ایسا کرنے سے بسا اوقات ان کے اعضا غیر مستور اور بہنسہ ہو جاتے ہیں یہ بہت بڑی فحش بدعت ہے۔

دوسری بدعت بیت اللہ شریف کے وسط میں ایک کیل ہے اسے سرہ الدنیا دنیا کی ناف کہا جاتا ہے۔ وہاں پر لوگ اپنے جسم سے کپڑے اتار کر اپنی ناف اس کے اوپر لگاتے ہیں اور منہ کے بل اس کے اوپر لگاتے ہیں اور منہ کے بل اس کے اوپر کرتے ہیں کہتے ہیں ایسا کرنے سے ان کی ناف دنیا کی ناف پر آ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسی بدعت کے ایجاد کرنے والے کو ہلاک کرے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا غضب مولیٰ یتی ہے اور بہوہ بدعت کا رتکاب کرتا ہے۔ نیز ایسا فعل بیت اللہ شریف کے آداب کے منافی ہے۔ ایسا کرنے سے وہاں پر اژاد حام ہو جاتا ہے۔ جس سے لوگوں کو خواہ مخواہ تکلیف ہوتی ہے۔ بدیں وجہ بیت اللہ شریف میں داخل ہونے والے کو چاہتے کہ مذکورہ بالا کیل پر پیٹ رکھنے سے پرہیز کرے۔

کعبہ شریف کے اندر نماز کا حکم

ابن عمرؓ سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کے ہمراہ حضرت امامہؓ، حضرت بلاںؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ جبی نہیں۔ داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کیا گیا اور کچھ دیر تک آپ اس کے اندر ٹھہرے رہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر شریف لاتے تو میں نے بلاںؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے وہاں پر نماز ادا کی۔ جب آپ نے نماز ہمی تو دو سoton آپ کے باہمیں جانب اور ایک سoton داتیں جانب اور تین سoton بیچھے تھے۔ اس وقت خانہ کعبہ میں چھ سoton تھے۔

بخاری اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک سoton آپ کے باہمیں جانب

اور دوستون داتیں جانب تھے۔ امام مالک[ؓ] نے موطا میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

ایک اور روایت جو احمد اور ابو داؤد میں مذکور ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

”پھر آپ نے نمازِ ادا کی اور آپ کے اور قبلہ کی دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔“

اس روایت میں ستونوں کا ذکر نہیں۔

نافع سے روایت ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمر[ؓ] کعبہ شریف میں داخل ہوتے تو سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ کو اپنی پشت کی طرف کرتے اور چلتے رہتے یہاں تک کہ ان کے اور دیوار کعبہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا۔ پھر وہاں نماز پڑھتے اور وہ جگہ تلاش کرتے جس کے متعلق حضرت بلال[ؓ] نے بتایا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نمازِ ادا کی۔ لیکن کسی پر کوئی پابندی نہیں کہ اندر جا کر وہی جگہ تلاش کرے جہاں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی بلکہ بیت اللہ شریف کے اندر جہاں چاہے نماز پڑھے۔ (بخاری) ۱۷

حضرت عبد اللہ بن عمر[ؓ] سے روایت ہے کہ فتح کم کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائے آپ قصوا و نشی پر سوار تھے۔ آپ کے پیچھے حضرت اسامہ سوار تھے۔ حضرت بلال[ؓ] اور حضرت عثمان[ؓ] بن طلحہ بھی ہمراہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کے پاس او نشی کو بٹھایا۔ پھر عثمان[ؓ] سے کہا جانی لاق۔ وہ آنحضرت کا حکم سن کو فوراً چابی لایا۔ آپ نے چابی لے کر دروازہ کھولا۔ اور اندر داخل ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت اسامہ[ؓ] حضرت بلال[ؓ] اور حضرت عثمان[ؓ] بن طلحہ بھی داخل ہوتے۔ پھر دروازہ بند کیا اور کافی دیر تک آپ اندر ٹھہرے رہے۔ بعد ازاں باہر تشریف لائے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے جلدی اندر جانے کی کوشش کی لیکن میں سب سے پہلے اندر پہنچ گیا۔ حضرت بلال[ؓ] مجھے دروازہ پر ملے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کس جگہ ادا کی۔

انہوں نے بتلایا ان اگلے دو ستوں کے درمیان ادا کی۔ اس زمانے میں بیت اللہ شریف کے اندر چھ ستوں تھے۔ آپ نے ان دو ستوں کے درمیان نماز ادا کی جو پہلی لائن میں واقع تھے۔ دروازہ آپ کی پشت کی جانب تھا۔ آپ کے اور دیوار کعبہ شریف کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ (متفق علیہ)

غلاف کعبہ شریف

کعبہ شریف کے چاروں طرف اوپر سے لے کر نیچے تک ایک سیاہ رنگ کا ریشمی غلاف شبانہ روز پڑا رہتا ہے جو عمارت بیت اللہ کو پوری طرح محیط ہے۔ تاریخ پر نگاہ ڈالنے اور غور کرنے سے ہم اس تیج پر پہنچتے ہیں کہ کوت کعبہ کوئی نئی رسم نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے یہ رواج چلا آ رہا ہے۔ سب سے پہلے جس نے خانہ خدا کو ملبوس کرنے کا شرف حاصل کیا وہ یمن کا بادشاہ تبع حمیری تھا۔ ابن قبیلہ کی روایت کے مطابق یہ بادشاہ نو صدی قبل از اسلام ہوا ہے۔ ہمام ہن بنہ سے روایت ہے وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسعد حمیری یعنی تبع کو گالی گلوچ مت دو کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو غلاف سے ملبوس کیا۔

ایک روایت سعید بن سالم سے ہے۔ وہ عثمان بن ساج سے وہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتا ہے کہ مجھے متعدد اہل علم سے یہ خبر ملی کہ سب سے پہلا شخص جس نے خانہ کعبہ شریف کو غلاف دینے کا شرف حاصل کیا وہ تبع یعنی اسعد تھا۔ اسے خواب آیا کہ میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھا رہا ہوں۔ پتناجہ اس نے اس پر چھڑے کا غلاف چڑھایا۔ پھر دوبارہ اسے خواب آیا تو اس نے وصائل (ایک دھاریدار یعنی کپڑا) کا غلاف پہنایا۔ پھر حمیری نے اس کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار ہے۔

وَكُونَا الْبَيْتُ الَّذِي حَرَمَ اللَّهُ

بِرَوْدَا	مُحْمَدَاوَ	طَلَّا
وَاقْنَا	مِنْ اَشْهُرٍ	عَشْرًا
و	جَعْلَا	لَبَابَهُ
وَخَرْجَا	مِنْهُ	نَوْمٌ
قَدْ	رَفَعَا	لَوَاتَهُ
		مُعْقُودًا

1۔ ہم نے عورت و احترام والے بیت اللہ شریف کو چادروں سے مبوس کیا اور اس کا ایک کواڑ والا دروازہ بنایا۔

2۔ ہم وہاں پر صرف دس دن ٹھہرے اور ہم نے دروازے کے لئے ایک قفل اور چابی بھی بنائی۔

3۔ پھر ہم آرام و سکون سے وہاں سے نکلے اور اس وقت ہمارا پر چم بلند تھا۔ پھر یہ رسم بدستور جاری رہی بلکہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اسے پہلے سے بھی زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اور آج تک یہ رسم بدستور جاری ہے۔

بعض لوگوں نے علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ کہ کا حوالہ دیتے ہوتے بیان کیا ہے کہ خانہ کعبہ کو ملفوظ کرنے کا شرف سب سے پہلے اسد حمیری کو نصیب ہوا۔ اس نے خواب میں اپنے آپ کو بیت اللہ شریف کو غلاف پہناتے ہوئے دیکھا جب رات نے اپنی تیرہ و تار کا لکلوں کو جو کاسنات ارضی پر پھیلی ہوتی تھیں، پیٹا اور سپیدہ صبح افق شرقی سے نمودار ہوا تو حمیری بادشاہ نیند کی آغوش سے باہر آیا۔ جب آفتاب سنہری کرنوں کا تاج پہننے ہوتے افق مشرق سے طلوع ہوا تو اس نے بازار کا رخ کیا۔ وہاں سے نہایت عمدہ اور دیدہ زیب یعنی کپڑا لایا اور اسے خانہ خدا کو ملفوظ کرنے کا شرف حاصل کیا۔

در حقیقت اسد حمیری اور تیغ حمیری ایک ہی شخص کے دونام ہیں کسی نے اسعد بیان کر دیا ہے اور کسی نے تیغ لکھا ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی

ہو گئی۔ بعد ازاں حس کے قبضتہ اتھار میں کعبہ شریف ہوتا وہ ہر سال اس راتج شدہ رسم کے مطابق ایک نئے غلاف سے خانہ خدا کو ملفوظ کرتا۔ قصی بن کلاب کے زمانہ میں تمام قبائل پر محصول لگادیا گیا تھا۔ حس سے غلاف کعبہ تیار ہوتا تھا۔

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھا حضرت عباسؓ اپنے عہد طفولیت میں کھلیتے کو دتے گھر سے کچھ دور چلے گئے اور لاپتہ ہو گئے ان کی والدہ نتیلا بنت حبان اور دیگر خوش واقارب نے ان کی تلاش میں نہیں کاونڈ کونہ چھان مار لیکن کوئی سراغ نہ مل سکا۔ بالآخر ان کی والدہ نے نذر مانی کہ الہی اگر میراختت جگہ مجھے مل جائے تو تیرے گھر کو ریشمی غلاف سے مزین کروں گی۔ چنانچہ کچھ وقت کے بعد حضرت عباسؓ امن و سلامتی سے گھرا گئے۔ ان کی والدہ نے اپنے پروردگار سے کہتے ہوئے وعدے یا نذر کو عملی جامہ پہنایا۔ اے

ایک اور روایت میں ہے کہ عمر بن حکم سلمی کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ شریف کے پاس قربانی کرے گی اور اس کا غلاف بالوں اور اون کا بنائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی قربانی دی اور کعبہ شریف کا غلاف دو حصوں میں بناؤ کر اسے پہنایا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ معظمه میں سکونت پذیر ہے۔ اور ابھی، محبت نہیں فرمائی تھی۔ جب بیت اللہ شریف کو دیکھا تو اس پر مختلف اقسام کے غلاف تھے۔ کچھ یمنی دھاریدار کچھ ریشمی، کچھ چھڑے کے اور کچھ عراقی قلبین تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ دور جاہلیت میں قریش غلاف کعبہ کی تیاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اور سب مل کر تیار کرتے تھے۔ قصی بن کلاب کے زمانہ تک بھی رواج رہا۔ پھر ابوریبعہ بن مخیرہ نے، جو ایک بہت بڑا تاجر اور سرمایہ دار تھا، قریش سے کہا ایک سال خانہ کعبہ پر میں اکیلا غلاف پہناؤں گا اور ایک سال تم سب مل کر اس پر غلاف چڑھاؤ چنانچہ وہ اپنی زندگی میں ایسے ہی کرتا رہا اور اسے معمول بناتے

رکھا۔ قریش نے اس کا نام عدل رکھا تھا۔ آج تک لوگ اسے عدل کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کی اولاد کو بنو عدل کہتے ہیں۔ لہ

علامہ ازرقی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں اپنے دست مبارک سے خانہ کعبہ پر قباطی کا غلاف پہنانے کا شرف حاصل کیا تھا۔ لیکن اس روایت کے سلسلہ میں ایک راوی واقعی ہے جو محمد بن عثمان کے نزدیک غیر معتبر ہے علماء ازرقی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے والوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر جلد اول میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں قباطی کا غلاف خانہ کعبہ کو پہنانیا۔ بعد ازاں ہر خلیفہ اپنے عہد حکومت میں خانہ خدا کو گراں قدر نہیں اور بدہہ زیب کپڑے کا غلاف پہنا تاربا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دیباخ، قباطی اور حبرات (ایک بنی کپڑا) کا غلاف پہنا یا۔ بنو عباسی نے دیبا (ریشم) کا پردہ بنوایا تھا۔

ماموں رشدہ سال تین پر دے پہنا یا کرتا تھا۔ یوم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) کو دیبا یا ہجر کا یکم رب جب کو قباطی کا اور ستا بیس رمضان المبارک کو سفید ریشم کا غلاف پہنا یا کرتا تھا۔ خلیفہ متولی عباسی بھی اسی دستور پر کاربندر رہا۔ ناصر عباسی نے خانہ کعبہ کے لئے سیاہ رنگ کا ریشمی غلاف تیار کروایا تھا۔ لہ

بغداد میں سلطنت عباسیہ کے زوال کے بعد سلاطین ترکی میں سے سب سے پہلے سلطان الظاهر بیبرس صاحبی مصر نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کا شرف حاصل کیا۔ جب سلطان صالح بن سلطان تقلاوی نے حکومت مصر کی ہاگ ڈور اپنے ہاتھوں میں تھامی تو اس نے خانہ کعبہ کے غلاف کے مصارف کے لئے دو گاؤں کی آمدی وقف کر دی۔ جب ٹرکی خاندان قسطنطینیہ پر حکمران ہوا تو سلطان سلیمان نے چند اور گاؤں کی آمدی غلاف بیت اللہ کے مصارف کے لئے وقف کر دی۔ لہ

پہلے پہل نیا غلاف کعبہ پہناتے وقت سابقہ غلاف اتارنے کا رواج نہیں تھا بلکہ پہلے غلاف پر ایک اور نیا غلاف پہنادیتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے وقت میں جبکہ عبد الملک بن مروان نے انہیں باغی قرار دے کر ان کی سرکوبی کے میں بن نمير کی سپہ سالاری میں ایک لشکر جرار مسلح کر کے کہ معلمہ کی طرف پہنچا۔ حسین بن نمير نے کہ معلمہ کے پاس پہنچ کر کوہ ابو قبیس پر مجنحین سے تک کعبہ کو نذر آتش کر دیا حتیٰ کہ بیت الحرام کی دیواریں بھی شکستہ ہو گئیں۔ اور کے درود دیوار زبان حال سے پکار ہے تھے۔

من از بیگانگاں ہر گز نہ نام
کہ ہامن ہرچہ کرو، ہم آشنا کرو

پہنچے حضرت عبد اللہ بن زبیر نے خانہ خدا کی خستہ حالت کو دیکھ کر اسے دوبارہ لے لیا اور اس پر غلاف پہنایا۔ بعد ازاں یہ رواج پڑھیا کہ ہر سال جب نیا غلاف کعبہ کو پہناتے تو پہلا اتار لیتے اور اسے غرباء، مساکین اور دیگر ضرورت مندوں میں کر دیتے۔ اب بھی یہی رواج ہے لیکن غلاف کا طکڑہ مفت نہیں ملتا بلکہ قیمتاً ملتا

غلاف کا کچھ دلکشی سفید اور کسمی سیاہ ہوتا تھا۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ کا ایک رنگ مخصوص ترنا نہ روا ہے۔ ہاں البتہ خلاف عباسیہ نے اس کا رنگ فحوص کر دیا تھا۔ اس رنگ کو ترجیح دینے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کسی موقعہ سورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک قادر حضرت عباس ٹکو دی تھی جس کا سیاہ تھا۔ لیکن یہ اس کی کوئی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے غلاف کا سیاہ ہونا ضروری قرار نہیں دیا۔ اس کی دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب بنو امیہ کے برخلاف عباسی تحریک شروع ہوتی تو ان کا انتیازی نشان رنگ کا تھا اور جب یہ تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوتی تو یہ سیاہ نشان عباسی

خلافت کا قومی نشان بن گیا۔

خلاف کعبہ پر مندرجہ ذیل آیات ریشمی دھاگہ سے بنی ہوتی ہیں۔

1- باب کعبہ کی جانب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَسَاجِدَ لِلنَّاسِ وَأَنْشَأْنَا وَآتَخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصْلٰى وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِسْمَاعِيلُ أَنَّ طَهْرًا يَبْتَغِي لِطَهْرًا تَفْضِيلَ الْعَالَمِينَ وَالرَّجُلُ الْمُجْوَفُ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ۝ رَبَّنَا تَقْبِلُ مِنْتَانِكَ أَنْتَ لِشَفَاعَةِ الْعَلِيِّمِ رَبِّنَا وَجَعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمَنْ ذُرَّتِتَا أَمْتَهَ مُسْلِمَةً لَكَ وَارِنَا مَنَا سَكَنَا وَتَبَ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ ۝

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔ (وہ وقت قابل ذکر ہے، جبکہ ہم نے بیت اللہ شریف کو لوگوں کے لئے عبادت گاہ اور جائے امن بنایا۔ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھو۔ ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلیم کو حکم دیا کہ باہر سے آنے والوں کے لئے اور جو (خانہ کعبہ کے پاس) مقیم ہیں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو خوب پاک و صاف رکھو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام بیت اللہ شریف کی بنیادیں بلند کر رہے تھے تو (ان کی زبان پر یہ دعا جاری تھی) اے ہمارے پروردگار (بیت اللہ شریف کا تمیری کام جو ہم کر رہے ہیں) قبول فرم۔ تو سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

2- جنوبی دیوار کے خلاف پر یہ آیات ہیں۔

لَيَسْخُدُونَ امْنًا فَلَمَّا وَيَدُ كُرُوا اسْمَكَ اللَّهُ فِي اِيَامِ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَارِزَ قَحْمَمَ مِنْ بَحْرِيَّتِ الْأَنْعَامِ نَكَلُوا مِنْهَا وَاطْعَمُوا اَنْبَاتَنَّ اَلْفَقِيرِ ۝ ثُمَّ لَيَقْضُوا لَفْقَهَمْ وَالْيَوْمَ وَالْيَوْمَ وَرَحْمَمْ وَلَيَطْوُفُوا ۝ تاکہ وہ (خانہ کعبہ میں پہنچ کر) دینی اور دنیوی مفاد حاصل کریں اور ایام مقررہ میں

یعنی قربانی کے ایام میں ان مخصوص چوپا یوں پر جو اللہ نے انہیں بخشے ہیں (جو قربانی کی غرض سے لاتے گئے ہیں) اللہ کا نام لیں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھیں (جب ان کو ذبح کریں) (ان قربانی کے جانوروں کا گوشت) خود بھی کھاتیں اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاتیں پھر اپنی میل کچیل دور کریں اور خانہ کعبہ کا طواف کریں۔

3- دیوار مسیزاب کی جانب غلاف پر یہ عبارت نظر آتی ہے

بَالْبَيْتِ الْعَتِيقِ فِي اِيَامِ دُولَةِ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ

بیت قدیم یعنی خانہ کعبہ کا طواف کریں۔ فلاں فلاں بادشاہ کے عہد حکومت میں لکھا گیا۔

4- شرقی دیوار کے غلاف پر درج ذیل آیات نظر آتی ہیں۔

سُلْطُنُ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبَعُوا مَلَكَةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفَةً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُغْرِبِينَ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي يَبْلُكُهُ مَبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ - فِيهَا آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّا هُمْ بِإِيمَنِهِمْ رَبُّ الْمُرْسَلِينَ الرَّحِيمُمْ وَإِذْ يَوْمَ الْحِجَّةِ يُبَيِّنُمْ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنَّ لَهُ تَحْرِكٌ بِنِي شَيْئًا وَطَهْرٌ بِيَتِي بِلَطَّافَتِهِنَّ وَالْعَالَمَيْنَ وَالْمُرْكَبَ الْمُجْوَدَ وَإِذْنٌ فِي النَّاسِ بِأَنْجِيَّا تُؤْكَفَ بِرَجَالٍ وَعَلَى كُلِّ صَنَاعَرٍ يَأْتِيَنَّ مِنْ كُلِّ فِيْعَمِيْنَ (الحج)

آپ کہہ دیجئے اللہ نے مجھ فرمایا ہے۔ پس تم حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے دین کی پہروی کرو جس میں ذرہ بھر بھی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے کسی وقت بھی شرک نہیں کیا۔ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے عبادت کی غرض سے مقرر کیا گیا وہ ہے عزم کہ مسکنہ میں واقع ہے۔ جو بارکت ہے اور لوگوں کے لئے باعث ہدایت ہے۔ اس گھر میں واضح نشانیاں ہیں۔ (ان میں سے ایک نشانی) مقام ابراہیم ہے۔

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا یہ مہربان ہے۔ (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلائی۔

(پھر ہم نے حکم دیا) میرے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا اور اعتکاف کرنے والوں، طواف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو خوب پاک و صاف رکھنا۔ (اسے ابراہیمؑ لوگوں میں فرضیت حج کا اعلان عام کرو یا کوئی لوگ پیاہ پا اور دبلي پتلی اونٹینیوں پر سوار ہو کر دور دراز کا سفر کرتے ہوتے (خانہ کعبہ کا حج کرنے کی غرض سے) آپ کے پاس آتیں۔

غلاف کعبہ کی تیاری

سعودی حکومت سے پہلے قاہرہ کے ایک کارخانے میں تیار ہوتا تھا۔ کسی سلطان مصر نے اس کارخانے کو صرف غلاف کعبہ کی تیاری کے لئے بنایا تھا۔ اس کارخانے میں مسلمان نابالغ بچیاں باوصنہ ہو کر سوت کا تھی تھیں سلطنت مصر ہر سال اپنے بھٹ میں 50 ہزار پونڈ کی خطیر رقم اس کی تیاری کے لئے مخصوص کرتی تھیں۔

اسے جب بیت اللہ شریف کی طرف لے کر چلتے تو بڑے ترک واشقان کے ساتھ آتے۔ وہ اونٹ جسے اس کو اٹھانے کی سعادت نصیب ہوتی ہے طرح کے ہار سنگھار سے مزین کیا جاتا۔ اس کی گرد، ٹانگیں اور دیگر جسم پر مختلف انواع و اقسام کے رومال، پر اور دیگر سامان آرائش باندھا جاتا تھا۔ سلطان مصر خود اس کی مہار اپنے ہاتھ میں تھامتا۔ پھر ایک خاص افسر کے حوالے کرتا تھا۔ اونٹ کو دواع کرتے وقت ایک توب پبلطور اسلامی جلاٹی جاتی۔ بادشاہ امرا۔ اور دیگر لوگ پیاہ پا شہر کے دروازہ تک اس کے ساتھ چلتے تھے۔ پھر وہاں سے رخصت کر کے واپس ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ پاکستان سے تیار کر کے بھیجا گیا تھا اس وقت پاکستان کے لوگوں نے اس کے ساتھ کتنی بدعت اور رسومات کیں۔ مثلاً جس گاڑی پر یہ غلاف روانہ کیا گیا اس پر چھوٹی نچاہوں کئے گئے اسے بوئے دیتے گئے اور اس کو اپنے چہروں پر لگایا گیا۔ اس

کے استقبال میں قیام کیا گیا وغیرہ۔ ان بدعتات کو دیکھ کر سعودی حکومت نے باہر سے غلاف منگوانا بند کر دیا۔ اب سعودی حکومت کے زیر اہتمام اس کا کپڑا تیار ہوتا ہے اور ہر سال خانہ کعبہ کو نیا غلاف پہنایا جاتا ہے۔ یہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور ریشمی دھانگے سے تیار کیا جاتا ہے۔ عموماً سعودی حکومت کا فریاز والے اپنے ہاتھ سے خانہ کعبہ پر غلاف پہنانے کی رسم ادا کرتا ہے۔ بعض اوقات اس کام کے لئے اپنا نمائندہ بھیجتا ہے جو حسب دستور اس پر غلاف دیتا ہے۔ چونکہ دیگر مالک میں تیار کرنے والے جب غلاف کو خانہ کعبہ کی طرف لاتے تو متعدد اقسام کے شرک و بدعتات کے کام کرتے تھے اس لئے اب سعودی حکومت کسی اور ملک کے بادشاہ کو غلاف کعبہ شریف تیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی اور اگر کوئی تیار کرے تو اسے قبول نہیں کرتی۔

اب سعودی حکومت نے غلاف کعبہ تیار کرنے کے لئے اپنے ملک میں ایک مخصوص قسم کا کارخانہ بنایا ہے اس کا رخانہ میں جدید قسم کے آلات ہیں۔ اس میں ایسے لوگوں کو متعین کیا گیا ہے جو مصنوعات بیاس میں ماہر ترین ہیں۔۔۔۔۔ سعودی وزارت حج کے بیان کے مطابق خادم الحریم شاہ فہد بن عبد العزیز آل سعود ایده اللہ بنصرہ نے دو غلاف تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک بیرونی حصے کے لئے اور دوسرا اندروںی حصہ کے لئے۔ یہ ہر قسم کے بیل بوٹوں اور نقش و نگار سے مزین ہوتا ہے۔

غلاف کے 54 ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ہر ٹکڑے کا طول 14 میٹر اور عرض 95 سینٹی میٹر ہوتا ہے۔ غلاف کی پوری پیپیاٹش 2650 مربع میٹر ہوتی ہے۔ غلاف کی پیٹی کی پیپیاٹش طول 45 میٹر اور عرض 95 سینٹی میٹر ہوتا ہے۔ یہ 16 ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ دروازے کا پردہ چار ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر ایک کا طول 7-1/2 میٹر اور عرض 4 میٹر ہوتا ہے۔ پیٹی اور پردے پر قرآنی آیات آب زر سے نقش کی جائی ہیں۔ غلاف کا کل وزن 150 کلوگرام ہوتا ہے۔ غلاف کعبہ ہر سال بنایا تیار کیا جاتا ہے۔ 1990ء اندریت شاہ فہد بن عبد العزیز خانہ خدا پر غلاف چڑھانے کی سعادت حاصل کرتا

ہے یا ان کی نیابت میں گورنر مکہ معظمه یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ اب اس کارخانہ کو مزید توسعی دی جا رہی ہے۔ اس میں دوسو سے زائد طالبوں کام کرتے ہیں۔ اب اس کارخانہ میں محبوی کاغلاف اور دیگر مساجد کے لئے قائلین بھی تیار کتے جاتے ہیں۔

افراط تقریط

بعض لوگوں نے جو ہر معاملہ میں معموقلات کو منقولات پر ترجیح دیتے ہیں اور درستیت کو روایت پر مقدم سمجھتے ہیں، اس کی فضیلت اور تبرک سے کلیتہ انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ۔

” حاجی لوگ غلاف کعبہ کے ٹکڑے بطور تبرک اپنے ہمراہ لاتے ہیں اور دم آخر تک انہیں محفوظ رکھتے ہیں۔ جب فرشتہ اجل پیغام موت لے کر ان کے پاس آتا ہے تو اپنے لا حقین اور پس ماند گان کو وصیت کرتے ہیں کہ یہ ٹکڑا میرے کفن میں رکھا جائے تاکہ اس کے باعث مجھے عذاب میں تخفیف ہو۔ مگر یہ کیسے اور ہام باطلہ اور خیالات فاسدہ ہیں۔ مذہب اسلام میں ایسا کوئی باب نہیں جس میں سوت کے کچے دھاگے سے زیادہ بودی اور خستہ چیزیں پائی جاتیں۔ مذہب اسلام نہ تو غلاف کعبہ کے تبرک پر مہر ثبت کرتا ہے اور نہ قبر میں اس کی معیت کو ذریعہ نجات قرار دیتا ہے بلکہ جسم اور کفن کی طرح یہ بھی خاک بن جاتے گا۔“

یہ لوگ اپنے آپ کو ابل قرآن کے نام سے موسم کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ گردہ منکرین حدیث کا ہے۔ ایک اور گروہ نے اسیں اس قدر افراط سے کام بیا کہ انہوں نے غلاف کعبہ تو کجا بیسیوں اور غلافوں کو نہ صرف قبل حرمت قرار دیا بلکہ ذریعہ نجات تصور کیا۔ بزرگان دین کے مزاروں پر غلاف پہنا کر انہیں بیت اللہ شریف کے پرادر جہ دیا۔ جس طرح زائرین کعبہ خانہ خدا کا طواف کرتے ہیں اسی طرح بزرگان دین کی قبروں کا یہ طواف کرتے ہیں۔ ان کی نذریں مانتے ہیں اور ان مقلات

کو مقدس اور قابل زیارت تصور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے عقائد بیت عنکبوت سے بھی کمزور تر ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ قبر پرست ہیں اور اہل قبور کو رنج و راحت میں اپنا ملج� اور ماوی تصور کرتے ہیں۔

کلام الٰہی اور حدیث مصطفیٰ مذکورہ بالادنوں گروہوں میں سے کسی ایک کی بھی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ خیر الامور اوس طبقاً کی تعلیم دے کر افراط و تفریط کے بھر بیکار ایں میں ڈوبنے سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ غلاف کعبہ کو دیگر کپڑوں جیسا تصور کرنا ناروا ہے۔ لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ غلاف کعبہ پر قیاس کر کے بزرگان دین کی قبور کو سبز ریشی غلافوں میں ملفوظ کیا جاتے اور انہیں متبرک اور مقدس تصور کیا جاتے۔ اسلام نہ تو مقدس مقامات اور قابل حرمت پھیزوں کے تقدس اور حرمت کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اور نہ امانتا غلو پسند کرتا ہے کہ جس سے کسی پھیزکی ماہیت ہی بدلت جاتے۔ غلاف کعبہ اور ایسی دیگر متبرک اشیا۔ مثلاً آب زمم، حجر اسود اور رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے فضائل اپنی جمہ پر درست اور قابل تسلیم ہیں۔ لیکن اگر انہیں اس دائرہ سے باہر نکالا جاتے جو امت کے پیشوں نے مقرر کیا ہے، تو بجا تے ثواب کے گناہ عظیم ہو گا۔ کیونکہ عقائد میں عبادات میں اور اوصاف و نواہی میں ہم نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اتباع کرنا ہے اور یہی را نجات ہے۔

خلاف پیغمبر کے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہ رسید
پندار سعدی کہ راہ صفا
توال رفت جز بر پتے مصطفیٰ

کعبہ شریف کا دروازہ

راویوں کا احتلاف ہے کہ سب سے پہلے خانہ کعبہ کا دروازہ بنانے کا شرف کس

کو حاصل ہوا۔ بعض مورخین نے انوش بن شیث بن آدم علیہ اسلام کا نام لکھا ہے۔ اس قول کے مطابق یہ دروازہ پتھروں کا بننا ہوا تھا۔ بعض مورخین نے جرم کا نام ذکر کیا ہے۔ اس نے جب خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو اس کے دو کواڑ اور ایک قفل بنایا۔ فاسیؒ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تمیرا قول یہ ہے کہ یمن کے سابقہ بادشاہوں میں سے ایک شخص تبع ثالث ہوا ہے اس نے سب سے پہلے دروازہ بنانے کا شرف حاصل کیا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کافی دیر پیشتر کا ہے۔ اس قول کو ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ابن اححاق مطلبی سے اور ازرقؒ نے تاریخ مکہ میں بیان کیا ہے۔ علامہ ازرقؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ سیلا بوس اور پتھروں کے پانی کا سد باب کرنے کی غرض سے قریش نے اس کی کرسی اوپر گھسی کر دی جس سے لامحالہ دروازہ بھی اونچا ہو گیا۔ اس سے ایک اور فائدہ ہوا کہ ان کی اجازت کے بغیر خانہ کعبہ کے اندر کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی طاقت کے بل بوتے پر یا زبردستی اندر گھسنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے دھکا دے کر پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے جس کے باعث وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ آج بھی دروازہ کافی اونچا ہے۔ ایک بڑے قد کا آدمی بمشکل اپنے ہاتھ سے اس کی دہلیز کو پھو سکتا ہے۔ سیریٹی کے ذریعے اور چڑھتے ہیں۔ یہ دروازہ ہر وقت مغلول رہتا ہے۔ جب مملکت سعودیہ کا فرمازدواعمرہ کے لئے آتا ہے یا اس کا نائب یا گورنر آتا ہے تو اس کے لئے سیریٹی لگادی جاتی ہے اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات غیر مالک کے سلاطین اور امرا اور وزراء کے لئے بھی کنجی پردار دروازہ کھول دیتا ہے۔

تبع سب سے پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو غلاف سے آراستہ کیا اور اس کا لیہا، مازو، نایا جو بند کیا جا سکتا تھا اس سے پہلے دروازہ کنجی بند نہیں کیا گیا۔ تبع نے اس کے منتعل کچھ اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

وَقُنَّا بِهِ مِنَ الشَّمْرِ خَرَا

وجعلنا بباب اتفيدا

ہم نے مکہ معظمه میں دس روز قیام کیا اور ہم نے خانہ کعبہ کا قفل اور چابی بناتے۔

یہ تعمیر قریش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب قریش نے اسے تعمیر کیا تو دروازے کے دو کواڑتھے۔ ابن فہد نے ذکر کیا ہے کہ وہ دروازہ جو ابن زبیرؓ کی تعمیر سے پہلے تھا اس کے دو کواڑتھے۔ اس کا طول گیارہ ہاتھ تھا ابن زبیرؓ نے جب خانہ کعبہ تعمیر کیا تو انہوں نے دروازہ کو اسی حالت میں رہنے دیا۔ جب جاج بن یوسف نقشی کا دور دورہ ہوا تو اس نے دروازہ کو چھوٹا کر دیا جو کچھ ہاتھ اور ایک بالشت رہ گیا۔ اب اس کا طول و عرض برابر ہو گیا۔ موخرین بیان کرتے ہیں کہ یہ دروازہ اب تک اسی نقش پر قائم ہے۔ بعض موقع پر اس کی حالت خستہ ہو گئی اور حادث زمانہ نے اس میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا مگر لکھی طور پر اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

قطب الدین کی اور دو موخرین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے خانہ کعبہ کے دروازہ کے کواڑوں کو چاندی کے پتوں سے مزین کیا۔ بھرا میں الرشید عباسی خلیفہ نے 194ھ میں اس کے لئے بارہ ہزار دینار بھیجے تاکہ اس کی تختیاں بنائے کعبہ شریف کے دروازہ پر لگائی جائیں چنانچہ مکہ کے گورنر سالم بن جراح نے سابقہ تختیوں کو اتار کر ان میں الٹھارہ ہزار دینار سونے کا اضافہ کر کے تختیاں، کیل اور دروازے کے دو کنڈے بناتے۔ چھت کے کنگروں اور دلیز کو بھی سونے سے بجا یا۔ خلیفہ جعفر متولی علی اللہ کے دور حکومت میں چوکھٹ کی لکڑی کرم خورہ ہو گئی تو خلیفہ نے اس پر چاندی کے پتے چھاتے۔ لہ

317ھ میں ایک ملحد فرقہ نے جو قرامہ کے نام سے شہور تھا۔ جب شان و شوکت کی دیوی اس کے ہاتھ لگی اور لیلی اتفدار سے ہم کنار ہوا، تو اپنے سردار ابو لامہ بن حسن قرمطی کی ماتحتی میں ناپاک عوام کے ساتھ مکہ معظمه پر چھاتی کر دی۔ اس

ناہیخار فرقے نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر 8 ذوالحجہ کو مسجد حرام میں داخل ہو کر حاجیوں اور مخالفین کعبہ کے خون سے ہاتھوں کور مگنا شروع کیا۔ اہل مکہ انکی شان و شوکت اور رعب و جلال سے مرعوب ہو کر اپنے گھروں میں پنا گزین ہو گئے اس محدث اور بے دین فرقے نے باب کعبہ، جس پر چاندی کے پترے چڑھے ہوتے تھے، آکھاڑ دیا اور تیس ہزار کے لگ بھگ زائرین حرم اور مزاحمت کرنے والوں کو موت کے گھٹ اتار دیا۔ یہ میزاب رحمت اور حجرا سود کو اکھیر کر اپنے ہمراہ اپنے تخت حکومت قطبیہ میں لے گئے۔

خلیفہ معتضد بالله نے جو 379ھ سے 389ھ تک اور تیک سلطنت پر جلوہ گر رہا، اس کی طرف توجہ مبذول کی اور کعبہ کے دروازہ کو درست کیا۔ ناصر محمد بن تلاویں صالحی سلطان مصر نے، جس نے ساتویں صدی ہجری کے اوآخر میں عنان سلطنت اپنے ہاتھوں میں تھامی تقریباً گیارہ ہزار روپیہ کعبہ شریف کے دروازہ کی درستی اور اصلاح کے لئے خرچ کیا۔ ملک اشرف سلطان مصر نے بھی اس کار خیر میں کافی روپیہ پیسہ خرچ کیا۔ کبھی کبھار سیلاپ کی وجہ سے فرسودہ ہونے کے باعث دیگر بادشاہوں نے بھی اپنے اپنے زمانہ اقتدار میں اس پر غاصی توجہ مبذول کی۔

961ھ میں مخالفتوں کی غفلت اور سستی سے ناجائز فاتنہ الٹھاتے ہوتے بعض لوگوں نے اس کی چاندی کے پترے چراتے جن کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ پتروں کے اتر جانے کی وجہ سے کواڑوں کی لکڑی نظر آنے لگی پھر سلطان سلیمان خاں ترکی نے جدید پترے بنوایا کہ اس پر لگواتے اور پہلے کی طرح خوشنما اور خوبصورت بنادیا۔ کنڈے دو کے بجائے چار لگواتے اور چاندی کی کلیں بھی ٹھونک دیں۔

کعبہ شریف کا موجودہ دروازہ زمین سے کوئی سات فٹ کی بلندی پر شمال مشرقی جانب لگا ہوا ہے۔ متوسط قد کا آدمی نیچے کھڑا ہوا اپنے ہاتھوں سے دروازہ کی پوچھٹ کو چھو سکتا ہے۔ اب یہ تمام کا تمام سونے کا ہے۔ اسے بنانے کا شرف شاہ خالد بن

عبدالعزیز مرحوم و مغفور کو ہوا۔ یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جو انہوں نے اپنے عہد حکومت میں 1399ھ کو بھیتیت خادم الحرمین کے سرانجام دیا۔ اب امید ہے قیامت تک کسی نئے دروازے یا کواڑوں کی ضرورت پیش نہیں آتے گی۔

قفل و کلید کعبہ شریف

علامہ ازرقی نے اپنی تاریخ مکہ میں شاہیں تن حمیری کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پیشتر اسی بادشاہ نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنانے کی سعادت حاصل کی اور یہی وہ بادشاہ ہے جس نے سب سے پہلے اس کا قفل و کلید بنوانے کا شرف حاصل کیا۔ قبیلہ جہنم کے تعمیر کردہ کعبہ میں بھی قفل و کلید کی موجودگی کا ذکر ملتا ہے۔ بعد ازاں یہ رواج عام ہو گیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معنمه کو فتح کیا تو اس وقت کعبہ شریف مقفل تھا۔ اس کی چابی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی۔

63ھ میں جب یزیدی عساکرنے گولہ باری سے کعبہ شریف کو نذر آئی تاش کر دیا تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اسے از سرنو تعمیر کیا۔ نیز کعبہ شریف کے لئے چاندی کا قفل اور سونے کی چابی تیار کرتی۔

219ھ میں خلیفہ مقتصم بالله عبادی نے ایک طلائی قفل بھیجا جس پر ایک ہزار مشقال (تقریباً ساڑھے چار سیر) سونا صرف ہوا۔ یہ قفل خانہ کعبہ کے دروازہ کو لگایا گیا اور سابقہ قفل خلیفہ کے پاس بھیج یا گیا۔ اس نے اسے بطور تبرک اپنی رعایا میں تقسیم کر دیا۔

317ھ میں جب فرمانده کی شان و شوکت کا آفتاب نصف النہار کی منزل پر پہنچا تو انہوں نے ہوس زر کی تشنجی رفع کرنے کی غاطر بیت اللہ شریف پر چڑھاتی کی۔ وہاں آ کر کعبہ شریف کا دروازہ اکھڑ کر اندر سے تمام خزانہ لوٹ کر لے گئے اور قفل و کلید

جو سونے کے بنے ہوتے تھے بھی لے گئے۔

پھر خلیفہ معتضد بالله نے کعبہ شریف کے دروازہ کے لئے ایک نیا قفل تیار کرایا۔ یہ 279ھ تا 289ھ تخت سلطنت پر مستین رہا۔ ملک ظاہر ہی برس سلطان مصر نے بھی، جو ساتویں صدی کے ربع آخر میں اور نگ سلطنت پر قابض ہوا کعبہ شریف کے دروازہ کے لئے قفل و کلید ارسال کئے۔

موجودہ قفل سونے کا ہے۔ یہ سودی عرب کے سابق حکمران شاہ خالد بن عبد العزیزؓ کا کارنامہ ہے۔

کلید برداران کعبہ شریف

قفل و کلید کعبہ شریف کے متعلق تو آپ اور پر کے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ زمانہ قدیم سے ان کا رواج چلا آ رہا ہے۔ اس سے ہم معمولی تدبیر و تفکر کے بعد یہ یتتجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کلید برداری کا عہدہ بھی کوئی نیا عہدہ نہیں بلکہ از منہ گزشتہ سے اس کا رواج چلا آ رہا ہے۔ کیونکہ کلید بردار ہی قفل کھولنے اور بند کرنے کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اگر ہر کہ وہ کو اسے کھولنے اور بند کرنے کی اجازت ہوتی تو بیت اللہ شریف کو مقفل کرنا غیر مشرا اور لا یعنی چیز تھا۔

کلید برداری اور تولیت کعبہ شریف کے دونوں عہدے ایک ہی شخص کے پاس رہتے ہیں۔ زمان نے جب کی یادوی کی یا جس کاستارہ قسمت پھر کا اور اس نے کم مohnہ پر قبضہ کیا تو تولیت کعبہ شریف اور کلید برداری کی خدمت بھی اس نے اپنے ہے لی۔ یہ دونوں امور دور جاہلیت میں باعث عزت و اخخار تصور کئے جاتے تھے۔ بما اوقات اس خدمت جلیلہ کے حصول کی خاطر مختلف قبائل عرب کی آپس میں خون ریز بینگیں ہو جایا کرتی تھیں۔ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے کتنی ماڈس کے لال میدان کا رزار میں اپنی جان گنو بیٹھتے تھے کہتی بہادر نوجوان موت کے ہاتھ پر میسے،

کر کے گھر سے نکلتے اور رزمگاہ میں جو ہر مردانگی دکھلاتے ہوتے ہمیشہ کے لئے موت کی آغوش میں سوجاتے تھے۔

کلید کعبہ شریف ۸ھ سے بنو شیبہ کے قبضہ میں رہی ایام جاہلیت میں شیبہ کا والد عثمان کلید برداری کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کعبہ شریف کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا اچھا یہ کھانا ایک وقت آتے گا یہ کلید میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ یوم فتح مکہ کو جب چابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آتی تو لوگوں نے سمجھا آج منصب کلید سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کو سرفراز فرماتیں گے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر جلد اول کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خانہ کعبہ کی دربانی کا سوال کیا مگر آپ نے ان کی درخواست مسترد کر دی۔ حضرت عثمان بن طلحہ کو بلا کر فرمایا اے عثمان! یہ لو اپنی چابی۔ آج نیکی کرنے اور وفا کرنے کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت کے ذریعے واضح فرمایا کہ کلید برداری کا عہدہ بنو شیبہ کے پاس الملت ہے اور یہ الملت ان کے ہی پاس رہنی چاہئے۔

ارشاد فرمایا

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِالْأَنْبَاتِ إِلَى الْأَحْلَامِ (النَّاسَ، ۸)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ الملتیں جن کی ہوں ان کے سپرد کر دو۔

اکثر مفرین نے اس آیت کا شان نزول بنو شیبہ کی کلید کا واقعہ بیان کیا ہے۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ کے بموجب حضرت عثمان بن طلحہ کو اس منصب پر بحال کر دیا اور فرمایا یہ کلید تمہارے خاندان میں رہے گی۔ جو تم سے لے گا وہ عالم

ہو گا۔

اس ارشاد میں تین پیش گوئیاں ہیں۔

۱- حضرت عثمان بن طلحہ کی نسل تا قیامت قائم رہے گی۔

۲- کلید بوداری کا منصب ان کے گھر میں رہے گا۔

۳- ان سے جو شخص چابی چھینے گا وہ قالم ہو گا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے ساتھے تین سالہ دور حکومت میں یہ کلید ان سے چھین لی گئی تھی۔ پھر ان کو واپس مل گئی اس کے بعد کسی پادشاہ نے اپنے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قالم کھلانے کی جرأت نہیں کی۔ یہ کنجی نسلًا بعد نسل اسی خاندان میں چلی آ رہی ہے۔ کلید بوداری کا شرف اسی خاندان کے ساتھ منتھن ہے۔ یہ لوگ بنو شیبہ کہلاتے ہیں۔ لوگ ان کو شبی یعنی کہتے ہیں۔ ان کے سردار کا لقب رئیس الشیبین ہے کسی زمانہ میں ریاست حیدر آباد کا نواب ان کو دو صدر و پیغمبر ماہوار بھیجا تھا کعبہ شریف کے اندر داخل ہونے والے خود بجود ان کی خدمت کرتے ہیں اور یہ سب آمدی اپنے خاندان میں حسب مراتب تقسیم کر لیتے ہیں۔

شاذروان

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سیلا بول کی بار بار آمد سے خانہ کعبہ کی دیواریں جلدی خستہ اور خراب ہو جاتی تھیں۔ ان کو محفوظ رکھنے کے لئے کعبہ شریف کی بیرونی جانب دیواروں کے ارد گرد پتھر اور چونے سے گز بھراونچا ایک پشتی بان بنایا گیا۔ تاکہ سیلا ب کی آمد سے کعبہ شریف کی دیواروں کا کچھ نقصان نہ ہو۔ اسے شاذروان کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اس زمین میں بنایا گیا جو قریش نے چھوڑی تھی۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کیونکہ موجودہ کعبہ شریف ابن زبیرؓ کی عمارت پر ہے۔ اور انہوں نے ٹھیک اپرائیسی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ دراصل یہ پشتہ جو دیواروں کی پختگی کے لئے

بنایا گیا حاجج بن یوسف شفیقی کا بنوایا ہوا ہے۔ اے

حطیم

اس کی جگہ پہلے بیت اللہ شریف کی عمارت کے اندر تھی۔ جب قریش نے اس کی تعمیر نوکی تو تقلت سامان سے باعث اس کی عمارت کو کم کر دیا۔ اور کچھ جگہ باہر یا قیچھ چھوڑ دی۔ اب اس کے ارد گرد دیوار بنی ہوتی ہے۔ یہ دیوار پہلودار بیضوی ہے۔ اس میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ یہ تقریباً ساڑھے پانچ فٹ اونچی ہے۔ اس میں نماز پڑھنے سے بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے اور معراج کا واقعہ بیان کیا تو کفار مکنے آپ کی تکذیب کی اور کہنے لگے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ بیت المقدس کے روشن دان کتنے ہیں؟ اس میں کھوکھیاں کتنی ہیں؟ تو اس وقت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حطیم میں کھڑے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا۔ اور آپ بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر کنار مکہ کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ ۲۶

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمه کو فتح کیا تو بیت اللہ شریف کی عمارت تعمیر قریش پر ہی تھی۔ یعنی حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کیا ہوا تھا۔ صحیح بخاری جلد امیں حضرت عائشہؓ سے مردی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے عائشہؓ تیری قوم (قریش) کے لوگ ابھی نئے نئے جلقہ اسلام میں آتے ہیں اس لئے خانہ کعبہ کی بنیادوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کرتا ورنہ میرا خیال محاکہ حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کیا جاتے۔ باب کعبہ کو سطح زمین کے برابر کر دیا جا۔ تو اور اس کے بال مقابل ایک اور دروازہ کھول دیا جاتے تاکہ ایک دروازہ آنے کے لئے ہو اور دوسرا لئے موجودہ عمارت کعبہ کے ارد گرد پشتہ اب نظر نہیں آتا۔ (ایں۔ آمر الفلاح)

لئے مشکوٰۃ باب المراج

جانے کے لئے ہو۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے یہ حدیث اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے سنی ہوئی تھی جب یزید کی وفات کے بعد وہ حرمین کے خلیفہ مقرر ہوتے تو انہوں نے کعبہ کی بنیاد ابراہیم بنیادوں پر رکھی اور حطیمؓ کو خانہ کعبہ میں داخل کر دیا۔ اور دروازے دو بنادیتے۔

حطیم بیت اللہ شریف میں شامل ہے۔

بعض لوگ حج کے موقعہ پر اور دیگر موقع پر کعبہ شریف کے اندر جا کر نماز پڑھنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا دروازہ مغلول ہونے کی وجہ سے اپنی آرزو کو پورا نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگوں کی پریشانی دور کرنے اور ان کی تمنا اور خواہش کو پورا کرنے کی خاطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری فرمائی کہ حطیم بیت اللہ کا ایک حصہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنا کعبہ شریف کے اندر جا کر نماز پڑھنے کی مثل ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھوں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا راہ معلوم ہوا تو مجھے ہاتھ سے پکڑا اور حطیم میں لے گئے پھر فرمایا جب بیت اللہ شریف میں داخل ہونا چاہو تو حطیم کے اندر داخل ہو جاؤ کیونکہ یہ بیت اللہ شریف کا حصہ ہے۔ تیری قوم نے کعبہ شریف کو تعمیر کرتے وقت اس کی بنیادوں سے کم کر دیا اور اسے بیت اللہ شریف سے خارج کر دیا۔

احمد ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔ لہ سعید بن جیسر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا ہے لہ یا رسول اللہ! میرے سوا آپ کی تمام ازواج مطہرات بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کر چکی ہیں۔ میری بھی خواہش ہے کہ اس میں داخل ہونے کا شرف حاصل کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا

تم اپنے رشتہ دار شیبہ کے پاس جاؤ اور اسے کھو کر خانہ کعبہ کا دروازہ تیرے لئے کھول دے۔ چنانچہ وہ اس کے پاس گئیں اور اسے دروازہ کھولنے کے متعلق کہا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا۔ سخدا! زمانہ، جاہلیت اور زمانہ اسلام میں میں نے اس کا دروازہ رات کو کبھی نہیں کھولا۔ اب آپ جیسا ارشاد فرمائیں۔ اگر آپ کھولنے کا حکم فرماتے ہیں تو میں کھول دوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں اسے کھولنے کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اسے عائشہؓ تیری قوم کے پاس خرچ کی کمی تھی اس بنا پر انہوں نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو کم کر دیا۔ حطیم بیت اللہ شریف کا حصہ ہے۔ جاؤ اس میں نماز ادا کرو۔

امد، سعید بن منصور اور ابوذر نے اسے روایت کیا ہے۔

عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتا ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں اس میں کوئی فرق نہیں سمجھتی کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھوں یا حطیم میں نماز پڑھوں۔ لہ

منکرین حدیث کامغالطہ

منکرین حدیث اس حدیث پر ایک فضول اور لا یعنی اعتراض کرتے اسے درج صحت سے کرانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آج تک جتنے لوگوں نے انکار حدیث کی تحریک کو اچھالا ہے انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اور قیامت تک کامرانی ان کی پابوسی نہیں کرے گی۔ ولو _____ !!!

وہ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ کو مخاطب کرنے اور اس فعل کو جو ایام جاہلیت میں ہوا تھا خاص کر حضرت عائشہؓ کی قوم کا فعل قرار دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ یہ کام تمام قریش نے با مر مجبوری کیا تھا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نشیں شرکت فرمائی۔ پھر فتح کے بعد اسلام آچکا تھا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وائی کے ادبی اشارہ پر پسمینہ کی جگہ خون بہانے کے لئے ہمہ وقت تیار

تھے۔ خانہ کعبہ کے تمام بست، جن کی پرستش کی رسم بدان کے آباؤ اجداد نے ساہبہ ممال
سے جاری کی ہوتی تھی توڑ پھوڑ دیتے اور ان کو بیت اللہ شریف سے نکال کر خانہ
کعبہ کو پاک و صاف کیا۔ پھر کعبۃ اللہ کی توسعہ کرنے اور ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر
کرنے میں کونسی وقت پیش آئی جس کے باعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو «لولا
حدا شتہ عهد قمک لاخ ہنپڑا

درactual یہ لوگ دین کو عقل کے ترازو میں تولئے کے خواہ ہو چکے ہیں۔ میدان
شریعت میں جولانی کرتے وقت رخش عقل پر سواری کرنا ضروری سمجھتے ہیں بلکہ مذہب
کاسنگ بنیاد ہی عقل کے ہاتھوں رکھتے ہیں اور فکری آزادی کو نجح مستقیم تصور
کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں علامہ اقبال نے کہا ہے۔
گو فکر خداداد سے روشن ہے زمان

آزادی انکار ہے ابلیس کی ایجاد

درactual یہ لوگ دبی زبان سے انکار حدیث کرتے ہیں۔ اور انکار حدیث کی
چنگاری سے خرمن حدیث کو جلانا چاہتے ہیں اور دوسرا طرف سے فدائیان سنت
نبوی کی حقیقت شناس آنکھوں سے اسے او جھل رکھنا چاہتے ہیں انہیں اس بات کا
علم ہے کہ اگر کھلے بندوں اور علی الاعلان انکار حدیث کی چنگاری خرمن حدیث پر
پھینکی تو حدیث مصطفوی کے عاشق اس جلتے ہوتے خرمن کو دیکھ کر برداشت نہیں کر
سکیں گے۔ اس لئے انہوں نے ایسی زادہ اختیار کی ہے کہ جس سے سادہ لوح عوام انسان
ان کے دام فریب میں آ جائیں اور وہ سمجھیں کہ اس "مقدس طائفہ" کے خیالات و
معتقدات قابل اعتماد ہیں۔

آپ جیسیں بتائیے! کیا امام بخاری کی صحیح پر، ہر اس آدمی کو، جو صحیح بخاری کا
غلط سلط ترجیح کرنے کی استعداد رکھتا ہو، حق حاصل ہے کہ وہ مقراض تنقید لے کر بیٹھ
جائے اور بوقت تنقید اس بات کا مطلق وحیان نہ کرے کہ میں اس صحیح بخاری کو ہدف

مطاعن بنارہا ہوں جس کے متعلق جمہور علمائے امت نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا فیصلہ دیا ہے اور اس امام بخاری کو نقد و جرح کی چھلنی سے چھان رہا ہوں جس نے رواہ حدیث پر اتنی سخت تقدیم کی کہ ان کی نقد و جرح سے کوئی نہیں بچ سکا اور محمد شین کے گروہ نے فیصلہ کر دیا کہ صحیح بخاری کے راویوں پر تلقینہ کرنا۔ تفہیم اوقات کے سوا کچھ نہیں بلکہ یہ فیصلہ کر دیا کہ امام بخاری کی صحیح پر باب تقدیم کھولنے کی کسی کو جارت نہیں کرنا چاہتے۔ اس پر تقدیم کرنا اپنی کم علیٰ اور کوتاه فہمی کی دلیل ہے۔

لیکن یہ لوگ جس حدیث کو ان کا ذہن لستیم نہیں کرتا اس کا فرو انکار کر دیتے ہیں اور انکار کرتے وقت ان کی زبان پر ذرہ بھر بھی لکنت واقع نہیں ہوتی خواہ وہ حدیث صحیح بخاری کی کیوں نہ ہو۔ اگر تقدیم کا یہی طریقہ سلف صالحین (نحوہ باللہ، اختیار) کرتے تو حدیث کا ذخیرہ جو قرآن بعد قرن ہمیں ملا ہے، تو اس کی دھمیاں فضائے آسمانی میں بکھر جاتیں اور ہمارے پاس حرمان دیا اس کے سوا کچھ نہ رہتا۔

محمد شین کے ایک مقدس گروہ نے احادیث نبوی کو تقدیم کی چھلنی سے چھانا راویوں کے معاتب اور مشاب کو بیان کیا۔ اور اسناد احادیث کو درجہ اتصال تک پہنچانے کی پوری کوشش کی جو روایات درجہ اتصال تک نہ پہنچ سکیں انہیں مطرانداز کر دیا۔ اسی طرح جس راوی کی ثقاہت اور دینداری سے متعلق معمولی سائیہ اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔ چنانچہ مولانا حافظ ملکھتے ہیں۔

-1

کیا فاش جو عیب راوی میں پایا
مناقب کو چھانا مشاب کو تایا

-2

مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
اتمہ میں جو داع دیکھا بتایا

-3

طلسم درع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملاں کو پھوڑا نہ صوفی کو پھوڑا

انہیں محمد شین کرام نے صحیح بخاری کو اصحاب الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ دیا ہے
ان کو حق حاصل تھا کہ صحیح بخاری کی جو احادیث ناقابل اعتبار ہیں انہیں منظر عام
لاتے اور ان کے سقلم و صرف کی نشان دہی کرتے۔ کیونکہ یہ ان کے ہم عصر تھے۔ اگر
علیٰ ترازو میں ان کو تولا جاتے تو امام موصوف کا پڑا ہی راجح ہو گا۔ یہ ان کی ہمسری
دعویٰ نہیں کر سکتے تاہم امام بخاری ہی منزل ان کی منزل سے اتنی دور نہ تھی جس سے
بخاری ہی ہفوات ان کی چشمہ باتِ حقیقت شناس سے مخفی رہتیں اور ان کے ناقلوں
اذہان ان کی لغزشوں کو سمجھنے سے قاصر رہتے انہوں نے بخاری کی احادیث کو ایک
ایک کر کے تنقید کی چھلنی میں چھانٹے اور غور و فکر کی محک پر پر کھنے کے بعد اس
تنقید کا دروازہ بند کر دیا۔ لیکن منکرین حدیث کے زمرہ نے اس دروازہ کو کھولا تھا
نہیں بلکہ توڑ کر اندر جا گئے ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث پر حملہ آور ہوتے ہیں۔
یہ لوگ کہتے ہیں کہ «میر رجال و نحن رجال» کے مصدق ہمیں یہ حق حاصل ہے
کہ کسی حدیث کو عملی طور پر تسلیم کرنے اور اور اس پر عمل پیرا ہونے سے پیشتر اس
کی صحت پر غور و فکر کریں۔ نہ کہ اندھا دند مقلدین کی طرح اپنے امام کے ہر قول
 فعل کو، خواہ وہ پیمانہ عقل میں پورا اترے یا نہ، دست قبولیت میں تھائیں۔ کیونکہ
طریقہ محمود، تنقید اور چہالت کا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کو صرف اس لئے موضع بحث بنانے کی

کوشش کرتے ہیں کہ انکے پیمانہ عقل میں پوری نہیں اترتی۔ ان کے «اذہان درخشنده» اسے قبول نہیں کرتے۔ حالانکہ جو کچھ صادق المصدق نے فرمایا ہے اس میں عل و اسباب کے دروازے کھولنے کا ہمیں سرگز حق حاصل نہیں۔ پھر اس کی لمیت سے ہمیں کیا واسطہ بلکہ

سر سلیم خم ہے جو مزاج یار میں آتے ہاں البتہ ذہن صافی اور قلب سلیم کی ضرورت ہے پھر کوئی عقدہ لائیخل نہیں رہے گا بلکہ جس کوہ پر ہاتھ رکھیں گے وہ واہوتی جاتے گی۔ یہ استظرادی بحث بے ساختہ ہوتے یار کی طرح طویل ہوتی چلی گتی۔

لذیذ بود حکایت دراز گفت
چنانکہ حرف عصا گفت موہی اندر طور

میرزا برحمت

جب طواف کرنے والا کعبہ شریف کی شمالي دیوار کو طے کر لیتا ہے تو اسے حطیم دردیوار کے درمیان ایک راستہ ملتا ہے جو آٹھ فٹ کا ہے۔ اس کے بال مقابل جنوبی دیوار اور حطیم میں بھی یہ راستہ ہے۔ اس کے وسط میں منڈیر کعبہ پر ایک پر نالہ نظر آتا ہے۔ حاجی لوگ اسے میرزا برحمت کہتے ہیں۔ سفر نامہ جاز قاصی سلیمان منصور روی میں لفظ میرزا پر کافی بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہ لفظ عربی میں۔ کیونکہ یہ فی الحقيقة مزراً آب کا مخفف ہے۔

یہ بحث کی منڈیر پر لگا ہوا ہے۔ یہ سونے کا بننا ہوا ہے۔ اس کا طول ایک گزار اور عرض ایک باشت ہے۔ تقریباً دو ہاتھ بابر نظر آ رہا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں پر دعا قتاب ہوتی ہے۔

سب سے پہلے قریش نے کعبہ شریف کا پر نالہ بنایا۔ اس وقت آنحضرت صلی

لہ علامہ ارزقی رحمت نے میرزا برحمت کا طول چار ہاتھ اور اس کا عرض آٹھ انگشت بیان کیا ہے۔ دالیں آنفلائیں

الله علیہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال کی تھی۔ پھر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک پر نالہ بنوایا۔ پھر جاج بن یوسف شفیقی نے خانہ کعبہ کی از سر نو تجدید کرتے ہوتے منڈی پر ایک پیتل کا پر نالہ لگوایا۔ یہ جاج وہی ہے جس نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی سر کوبی کے لئے مکہ پر چھاتی کی تھی اور خانہ خدا کو رزمگاہ بن کر ہنگامتہ رستخیز پیدا کر دیا تھا۔

پھر ولید بن عبد الملک نے میزاب رحمت پر سونا گا کر اسے مزین کیا دار الغوات میں مذکور ہے کہ میزاب رحمت کو سونے سے آرامش کرنے کی سعادت سب سے پہلے ولید بن عبد الملک کو حاصل ہوتی۔ نجم الدین بن فہد نے ۵۳۷ھ کے حادث میں بیان کیا ہے کہ ابو القاسم ابراہیم جو رامشت بن حسین فارسی صاحب رباط کے نام سے مشہور تھا اور اس کا خادم مشتعال جب کہ معتمدہ میں آتے تو ان کے پاس ایک پر نالہ تھا۔ یہ رامشت نے بنایا تھا۔ ۵۳۹ھ میں اسے خانہ کعبہ کی پچھت پر نصب کیا گیا۔

میزاب کعبہ میں تغیر و تبدل ہوتا رہا۔ اس کے دو اسیاب تھے۔ ایک سبب تو یہ تھا کہ جب اس میں کوئی نقش واقع ہوتا تو دوسرا آدمی فروڑ دست کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ بعض مسلمان بادشاہ اور امرا۔ و فر محبت میں خانہ کعبہ کے لئے نئے نئے پرانے بھیجتے تھے۔ جب نیا پر نالہ آتا تو سابقہ پرانے کو اتار لیتے اور اس کی جگہ نیا پر نالہ نصب کیا جاتا تھا۔ ایک میزاب ناصر عباسی نے بھی بنوایا تھا اور اس پر اپنا نام لکھوایا تھا۔ یہ لکڑی کا بننا ہوا تھا۔ اس کے اوپر جہاں سے پانی گزرتا تھا سکہ بھرا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ چاندی کا لمب کیا ہوا ہے۔ امیر سودان باشانے بھی ایک پر نالہ بنوانے کی سعادت حاصل کی تھی اس نے ۷۸۱ھ میں بنوایا تھا جیکہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی۔ پھر ۹۵۹ھ میں یہ پر نالہ اکھاڑ کر اس کی جگہ سلیمان غال سلطان ٹرکی نے چاندی کا پر نالہ بنوا کر خانہ خدا کی پچھت پر نصب کیا۔ سابقہ پر نالہ کو اکھاڑ کر روم لے جانے کا حکم دیا یہی بنو شیبہ کو یہ بات پسند نہ آئی انہوں نے اس سے تعریض کیا اور جدہ کی بندرگاہ پر اسے

لیا۔ اور اس کے وزن کے برابر چاندی دے کر اسے واپس مکہ معظمه میں لے گئے۔ جده کے ناتب امیر اور مکہ کے قاضی کے تھمینہ کے مطابق جو چاندی ان کو دی تھی اس کا وزن دو ہزار آٹھ سو درہم تھا۔ پھر سلطان احمد خاں نے وفر محبت میں مدی کا ایک پر نالہ بنوایا جو دلکشی اور گلکاری میں اپنی نظریہ آپ تھا۔ اس پر نیلے لکھ کی بینا کاری کا کام کیا ہوا تھا۔ درمیان میں سنہری نقش و نگار تھے جو سحر آفرینی درلبانی کا منظر پیش کر رہے تھے۔ پھر 1020ھ میں حسن آغا معمار کعبہ شریف کا برابر لے کر آیا۔ ایک میزاب سلطان احمد خاں نے 1091ھ میں بنوایا۔ اس کے غلق دروازہ کے دائیں جانب لکھا ہوا تھا امر تجدید سقف الحکوبۃ میزاب الرحمۃ سلطان احمد خاں فی سنتہ الف واحدی و لتعین۔

یعنی سلطان احمد خاں کے حکم سے 1091ھ میں کعبہ شریف کی چھت اور میزاب امت کی تجدید کی گئی۔

ایک میزاب سلطان عبد الجبیر خاں بن سلطان محمود خاں نے 1276ھ میں تیار کروایا۔ پھر حاجیوں کے ہمراہ رضا باشا سے لایا اور خانہ کعبہ کی منڈیر پر اسے نصب کر لیا۔ اس میزاب پر تقریباً پچاس روٹل سونا لگا ہوا تھا۔ دور حاضر کا میزاب یہ معلوم آتا ہے کیونکہ اس کے بعد اس میں کوتی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

جب بارش برستی ہے تو حاجی لوگ اس کے نیچے آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں ہر ایک ادمی کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا پانی اس کے جسم پر واقع ہو تاکہ گناہوں کی میل کپیل سے جسم پاک و صاف ہو جاتے۔ جوان اور صاحب زور اپنی طاقت کے بل بوتے صعیفوں اور ناتوانوں کو پیچھے دھکیل کر خود اس کے نیچے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر خدا کی قدرت۔

دیکھو کہ ہوا کا جھونکا پانی کو اڑا کر ان کمتروں اور ناتوانوں پر گرا تا ہے جو جرم غصیفی کی پاداش میں دور دھکیلے گئے تھے۔ یہ بنی نوع انسان کا خاصہ ہے کہ وہ ہر کام

میں اپنے آپ کو دوسروں سے افضل اور مقدم سمجھتا ہے اور اس کے دل میں یہ خیال بیک نہیں آتا کہ میرا یہ کام قدرت خداوندی کے عین پر عکس ہے۔ آفتاب جب رخت سفر باندھ کر افق مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ تمام کائنات ارضی بلا اختیاز اس کی روشنی سے مستقید ہوتی ہے۔ چاندنی راتوں میں ماہتاب صرف امیروں کے گھروں میں ہی ضیا پاشی نہیں کرتا بلکہ فلاش اور نادر انسانوں کے درود یوار کو بھی ایسے ہی منور کرتا ہے۔ آسمانی قدیمیں جیسے بڑے بڑے محلات سے نظر آتی ہیں ویسے ہی جھونپڑیوں میں بستے والی نگاہیں بھی ان کے نظاروں سے محروم نہیں رہتیں۔

اس میں سے جو پانی کرتا ہے حاجی لوگ ترکاً اپنے برتنوں میں بھر کر استعمال کرتے ہیں۔ یہ مقام قبولیت دعا کا ہے۔ اس مقام پر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَيْمَانَ لَا يَزِدُ وَيَقِينًا لَا يَنْفَدُ وَمِرَافِقَةَ نَبِيِّكَ۔ اللَّهُمَّ اظْلِنِي تَحْتَ ظَلِّ عَرْشَكَ يَوْمَ لَا ظَلَّ عَرْشُكَ وَاسْقِنِي بِكَاسَ مِنْ حَوضِ كَوْثُرٍ شَرِبَتْ لَا اغْلَامَ۔ بَعْدَهُ ابْدَا إِلَيْيَ! هَمِيشَرِهِ رَهْنَنَے وَالَّتَّى إِيمَانَ دَائِمَى يَقِينَ اُورَ تَيَّرَے نَبِيِّ كَى رَفَاقَتَ كَامَوَالَ كَرْتَاهُوَلَ۔ إِلَيْيَ! اپنے عرش کے سایہ تنتے مجھے جگہ عنایت فرماجنکہ تیرے عرش کے سوا کوئی سایہ نہیں ہو گا اور مجھے حوض کوثر سے ایسا پانی پلا جس کے پینے کے بعد مجھے کسی پیاس نہ لگے۔

میزاب کعبہ شریف کے پاس دعا کا حکم

ویسے تو اللہ تعالیٰ انسان کی دعا ہر جگہ سنتا ہے اور جب چاہتا ہے شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ اور جب اس کی مشیت نہیں ہوتی تو دعا قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی۔ لیکن کچھ مقلات ایسے ہیں کہ جہاں پر دعا کرنا قبولیت کا باعث ہوتا ہے اور دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہیں مقلات میں سے ایک مقام میزاب کعبہ شریف بھی ہے۔ اسے میزاب رحمت بھی کہتے ہیں۔ اس کے نیچے کھڑے

ہو کر جب کوئی شخص خواہ نیک ہو یا بد، دعا کرتا ہے تو اس کی دعا منظور اور مقبول ہوتی ہے۔

چنانچہ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ جو شخص میراب کعبہ شریف کے نیچے کھڑا ہو کر دعا کرتا ہے تو اس کی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے اور وہ گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پیدائش کے وقت پاک تھا۔ ام

ایک روایت میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کے مصلی پر نماز پڑھوا اور نیک لوگوں کا پینا ہیو۔ ان میں سے کسی نے دریافت کیا کہ نیک لوگوں کا مصلی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا میراب کعبہ شریف کے نیچے۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ نیک لوگوں کا پینا کیا ہے، انہوں نے جواب دیا۔ نیک لوگوں کا پینا آب زمزما ہے۔ ۲۷

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مندرجہ بالا سطور سے شبہ گزرتا ہے کہ میراب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کرنے سے جلد قبول ہوتی ہے۔ تو اس کی وجہ شاید حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی قبر ہو۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام کو حاجت دعا کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں اہل قبور سے مدد طلب کرنے کی غلط فہمی کا بھی امکان ہے۔

درachi یہ روایت کہ اس پتھر کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ اسلام کا جسد عنصری استراحت فرمارہا ہے، درجہ صحت سے گردی ہوتی ہے۔ اور جب تک کوئی روایت شک و شبہات کی منازل طے کر کے درجہ اذعان و یقین تک نہ پہنچے اس سے استدلال جائز نہیں۔ بالفرض چند لمحات کے لئے ہم اسے یقین کی اتنی بلند و بالا منزل پر لے جاتے ہیں جہاں پر شک و شبہات کی گرفت میں نہیں آ سکتی۔ تو پھر بھی اہل قبور سے استمداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حاجی لوگ میراب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا تو

ضرور کرتے ہیں۔ لیکن ان کا خطاب اپنے رب العالمین سے ہوتا ہے نہ کہ حضرت اسماعیل علیہ اسلام سے۔ لیکن قبر پرست، اہل قبور کو، ہی اپنا حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے ہیں اور ان کی مجاوری کو اللہ کی مجاوری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بزرگان دین نے اس کی سخت ممانعت کی ہے۔ چنانچہ مولانا جامی اپنی کتاب نفحات الانس میں تحریر کرتے ہیں کہ خواجہ علاۃ الدین عطارؒ نے ایک دفعہ خواجہ بہاؤ الدین نقش بندی کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا کی مجاوری مخلوق کی مجاوری سے بہتر ہے اور افضل ہے۔ اور یہ شعر کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

تو تا کے گور مردان را پرستی
بگردو کار مردان کن ورستی

نیز اجابت دعا کا صرف یہی مقام نہیں بلکہ بیت اللہ شریف اور اس کے ملحقات میں کئی اور ایسے مقالات ہیں جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہاں پر دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ حالانکہ ان مقالات پر قبروں کا ناماد نشان نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجابت دعا کے لئے قبروں کا کوئی تعلق نہیں اور جو لوگ اجابت دعا کی خاطر دور دراز کا سفر کر کے بزرگان دین کی خانقاہوں اور مزاروں پر جا کر دعا نہیں کرتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں ان کو ایسے شرکیہ امور سے باز آنا چاہئے ورنہ قیامت کے روز کاف حسرت ملیں گے اور انہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ان

ابید الاصلاح و ما ته فتنۃ بین الابانو

حجر اسود

فانہ کعبہ کے بیرونی گوشے ارکان کے نام سے موسم ہیں شمالی جانب کا گوشہ
جانب عراق ہے۔ اسی مناسبت سے اسے رکن عراقی کہتے ہیں۔ اور اسی مناسبت سے
مغربی گوشے کو رکن شامی اور جنوبی گوشے کو رکن یمانی اور مشرقی گوشہ کو رکن اسود کہتے
ہیں۔ حجر اسود مشرقی گوشہ میں نصب کیا ہوا ہے۔

حجر اسود بیضوی شکل کا سیاہی مائل شفاف پتھر ہے۔ یہ زمین سے تقریباً چھ
بالشت کی بلندی پر نصب ہے۔ اس کا طول ایک بالشت اور عرض $\frac{2}{3}$ بالشت
ہے۔ چاندی کے چار انچ چوڑے اور تین انچ موٹے حلقت میں جکڑ کر دیوار میں لگایا ہوا
ہے۔ چاندی کا حلقة دیوار سے کچھ اونچا نظر آتا ہے۔ یہ دیوار کے اندر دبایا ہوا ہے اس کی
شکل ایک پیالے کی سی نظر آتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر جلد اول میں سدی ^عگی روایت سے مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے کعبہ شریف کی بنیادوں کو رکھا اور مقام رکن پر پہنچنے تو حضرت اسماعیل
علیہ السلام سے کہا بیٹا! کوتی عمدہ اور خوبصورت پتھر لاق جو میں یہاں رکھوں۔ حضرت
اسماعیل علیہ السلام نے جواباً عرض کیا کہ کہ ابا جان! مجھے بخار کی وجہ سے کافی نقاہت
اور کمزوری ہو چکی ہے تاہم اپنے والد کے فرمان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پتھر کی
تلائش میں گھر سے باہر چلے گئے۔ وہ ابھی تلاش میں ہی تھے کہ ان سے پہلے حضرت
جبیریل ملک ہند سے حجر اسود لاتے۔ اس وقت یہ شفائد (ایک پودے کا نام ہے جس

کے پھول بہت سفید ہوتے ہیں، کے پھول کی طرح سفید تھا۔ جب حضرت آدم علیہ اسلام جنت سے زمین پر آئے تو یہ ان کے ہمراہ تھا۔ لوگوں کے گناہوں نے آہستہ آہستہ اسے سیاہ کر دیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ اسلام ایک پتھر لے کر آئے تو دیکھا کہ حجر اسود ایک گوشہ میں منصب ہے۔ تو اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے پوچھا کہ یہ پتھر کون لایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جو تم سے زیادہ پھر تیلا ہے۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ اسلام

حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ہے۔ پہلے پہل یہ حکمتاً تھا مہر اللہ نے اس کی روشنی ختم کر دی۔ اگر اس کی روشنی باقی رہتی تو مشرق سے مغرب تک ہر شے روشن ہو جاتی۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر^{رض} بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا
ان الرکن والمتعام یاقوتان من یاقوت الجنتة طمس اللہ نور حما ولم یطمس نور حما لاضار
تمابین المشرق والمغرب (ترمذی) لہ

حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے دو یاقوتوں میں سے ہیں۔ اگر اللہ ان کا نور نہ مٹتا تو مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی روشنی ہوتی

ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس^{رض} سے مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زل الحجر الاسود من الجنتة و هو اشد بیاض من اللہ بن فودۃ خطا یابنی آدم^{صلی اللہ علیہ وسلم}

حجر اسود جنت سے آیا ہے اور جب یہ آیا تھا تو اس وقت دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ پھر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مسعود بن راشد نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی ازسر

۱۹- محدث شاکر نے مسلم احمد کی تیجات جلد ۵ ص ۱۹ پر اس حدیث کی سنن کو صحیح قرار دیا ہے حافظ ابن حجر^{رحمۃ اللہ علیہ} نے فتح الباری جلد ۲ ص ۱۰۹ پیرا اور حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن جلد ۲ ص ۳۷۵ پر اسکی توثیق کی ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے (ابن جان لے لے سے صحیح کہا ہے۔ فتح الباری جلد ۲ ص ۱۰۹)

ن تعمیر کی تو انہیں ایک پتھر (حجر اسود) ماحس کی اطراف مثلاً پر مختلف عبارات منقوش تھیں۔ ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا۔

انا اللہ ذو بکتہ صنتخا یوم صنعت اشمس والقمر و حفختها بسبعة الالک خفار لا تزول
تی زبول اختیاہ (جبلہ) مبارک لا حلما فی الماء واللبن لَهُ

میں اللہ ہوں مکہ کاما لک ہوں۔ شمس و قمر کی تخلیق کے وقت اسے معرض دجوہ
میں لایا ہوں۔ میں نے اسے سات ملکوں سے گھیرا ہے۔ جب تک ارض و سماں کا سلسلہ
قام رہے گا اس وقت تک خانہ کعبہ بھی قائم رہے گا۔ یہاں کے باشندوں کے لئے
پانی اور دودھ میں برکت ہوگی۔

دوسری جانب یہ لکھا ہوا تھا۔

انا اللہ ذو بکتہ خلقت الرحم و اشتفقت لہ اسما من اسمی فن و صلحاء صلتہ و من قطعہ
قطعہ۔

میں اللہ ہوں میں مکہ کاما لک ہوں۔ میں نے رحم کی تخلیق کی۔ اس کا نام اپنے
نام سے مشتبیہ کیا جو اسے ملائے گا میں بھی اسے ملاوں گا۔ جو اسے منقطع کرے گا میں
بھی اس سے تعلقات منقطع کروں گا۔

تیسرا جانب یہ عبارت منقوش تھی۔

انا اللہ ذو بکتہ خلقت الخیر والشر فلظوی لمن کان الخیر علی یدیہ و دلیل لمن کان الشر علی
یہ ۲

میں اللہ ہوں۔ میں مکہ کاما لک ہوں۔ میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا۔ جس کے ہاتھ
سے نیک کام سرانجام پانیں اسے خوشخبری ہے اور جس کے ہاتھ سے برآتی کا
ارٹکاب ہو اجئے اسے ملاکت ہے

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق متذکرہ بالا عبارات سریانی زبان میں تھیں قریش
سریانی زبان سے ناقص تھے۔ اس لئے اس کے مفہوم کے آگاہ نہ ہو سکے۔ ایک

دن ایک یہودی ان کے پاس آیا اس نے ان عبارتوں کو پڑھا اور ان کے مفہوم

لہ الروضۃ الانف جلد اص ۳ لہ سیر ابن ہشام جلد اول ت۔

الروضۃ الانف

سے ان کو آگاہ کیا۔

جب حاجی لوگ طواف کعبہ کے لئے تیار ہوتے ہیں تو سب سے پہلے حجر اسود کو چومنتے ہیں۔ پھر یہیں سے طواف شروع کرتے ہیں۔ حاج جحر اسود کو اس واسطے چومنتے ہیں کہ خود آفتاب نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اس کے چومنے اور تعظیم کرنے کی یہ وجہ بھی ہے کہ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا پنے دست مبارک سے نصب کیا جیسا کہ حدیث روایت سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت ابراہیم کی اولاد میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جس جگہ کو عبادت الہی کے لئے مخصوص کرتے ہاں پر ایک ان گھڑت پتھر کھڑا کر دیتے تھے جو عبادت گاہ ہونے کی علامت ہوتا تھا۔ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ نے چہاں چہاں پتھر نصب کئے تھے انکا مفصل ذکر باقی میں موجود ہے۔

مقام حجر اسود آغاز طواف کی علامت ہے۔ حاجی۔ یہیں سے طواف شروع کرتے ہیں اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے طواف شروع کیا تھا۔ طواف کا آغاز کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دینا چاہیے۔ پھر ہر طواف کی تکمیل کے بعد بوسہ دیا جاتے۔ کیونکہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کم معظمه میں تشریف لائے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھرداہنی جانب سے طواف شروع کیا۔ (بخاری)

چونکہ ان گنت اور لا تعداد حاج کا وہاں پر مجمع ہوتا ہے اس لئے اس کے ارد گرد بہت ازدحام ہوتا ہے۔ ہر حاجی کو اسے بوسہ دینے کا موقعہ نہیں ملتا۔ صاحب زور اور طاقتور مجمع کو چیرتے پھاڑتے حجر اسود کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور اسے بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتے ہیں لیکن ناتواں کمزور اور سالخورده حاج دور سے چھڑی یا ہاتھ کا اشارہ حجر اسود کی طرف کرتے ہیں اور دوسرے طواف کے لئے گامزن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ازدحام کے باعث اگر حجر اسود تک پہنچنا دشوار ہو تو دور سے ہاتھ یا چھڑی سے اشارہ کرنے سے بوسہ دینے کا ثواب مل جاتا ہے۔ رحمت للعالمین نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنی امت کی سہولت کے پیش نظر بعض اوقات حجر اسود کو بوسہ دیا اور بعض اوقات دور سے ہاتھ کے اشارہ سے کام لیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ جب حجر اسود کے پاس تشریف لاتے تو چھڑی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

بعض اوقات آپ نے چھڑی حجر اسود سے لگا کر چھڑی کو چومنا ہے۔ اسے ہاتھ سے چھونے سے بھی تقبیل کا ثواب مل جاتا ہے۔

تقبیل حجر اسود

حجر اسود کو بوسہ دینا کار ثواب ہے۔ اس سے انسان کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

چنانچہ عبید بن عمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
ان ابن عمر کان یزادم علی الرکنین فقلت یا با عبد الرحمن انک تراحم علی الرکنین
زحاما مارا یت احدا من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم یزادم علیہ فقال انا افضل فانی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان مسکھا کفارۃ الخطا یا (ترمذی)
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رکنین (حجر اسود اور رکن یہانی) پر ازدحام کرتے تھے۔ میں
نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمن! آپ کے سوامیں نے کسی صحابی کو ان کے پاس
ازدحام کرتے ہوتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا میں اس لئے ازدحام کرتا ہوں کہ
میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوتے ہوئے سنائے کہ ان دونوں کا چھونا
براتیوں کا کفارہ ہے (ترمذی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

رکن یہانی اور حجر اسود کے درمیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَ قَنَاعَزًا بَعْدَ أَنَّا رَسَهُ

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرمایا اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حبر الامت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ سے مردی ہے کہ کفار مک نے جب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دی کہ حجر اسود بھی ہمارے پتھروں (بتوں) کی طرح ایک پتھر ہے۔ اس لئے آپ ہمارے بتوں کو چھوٹیں تو ہم آپ کو حجر اسود چھونے کی اجازت دیں گے گے ورنہ حجر اسود کے چھونے سے بھی روک دیں گے۔ اس بات سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حزن و ملال کے بھر عین میں ڈوب گئے۔ کبھی آپ کا تلب مبارک ان کی بات کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا اور کبھی آپ کے دل و دماغ اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتے۔ چنانچہ غدا و نہ قدوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشری تذبذب کو دور کرنے اور شرکفار سے محفوظ فرمانے کی خاطر مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَقْتُلُوكُمْ عَزْنَ اللَّهِي أَوْ حَيْنَا إِنِّي كَفِيلٌ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرُهُ وَإِذَا لَا تَخْذُلُوكُمْ خَلِيلًا
وَلَوْلَا أَنْ شَبَّثْتُكُمْ لَقُدْ كَدِّتُ تَرْكُنَ إِنْ هُمْ شَيْئاً لِلَّهِ لِأَدْبِي إِسْرَائِيلَ^{۷۷}

کفار مک اس کتاب سے جو ہم نے بواسطہ وہی آپ کے پاس بھیجی ہے، بہکانے کو تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اس کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ کچھ اور خود ساختہ باتیں ہماری طرف منوہ کریں۔ اگر آپ ان کی حسب مشاکر تے تو وہ آپ کو اپنا گہراؤ دوست ہنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ کا کچھ نہ کچھ رجحان ان کی طرف ضرور ہو جاتا۔

(تفسیر ابن مردیہ اسباب نزول غازن)

قیامت کے روز حجر اسود کی دو آنکھیں ہوں گی اور ایک زبان ہوگی۔ دنیا میں جن لوگوں نے بیت اللہ شریف کی زیارت کے وقت اس کا بوسہ دیا ہو گا ان کے متعلق

قیامت کو گواہی دے گا۔

چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مردی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے متعلق فرمایا

لَيَسْعَى اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِعَيْنَانِ يَبْصِرُ بَهْمَا وَلَسَانٍ يَنْظِقُ بِهِ وَيَشْهُدُ عَلَى مَنْ أَسْلَمَهُ بَعْدَ
قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اوپر اٹھائے گا۔ اس وقت اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا۔ اس کی ایک زبان ہو گی جس سے وہ بتیں کرے گا۔ جو انسان اس کو دنیا میں بوسہ دے گا اس کے حق میں قیامت کو گواہی دے گا۔
امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

تختفه الاخوذی جلد 2 صفحہ 123 پر اس حدیث کے متعلق لکھا ہے۔

قال الحافظ في الفتح في صحيح ابن خزيمة عن ابن عباس مرفوعاً لعمر بن الخطاب
شقيقين يشهدان لمن استلمه يوم القيمة بحق و صحيح ايضاً ابن حبان والحاكم ولو شاهد من
صحيح انس عند الحاكم۔

حافظ ابن حجرؓ نے فتح الباری میں صحیح ابن خزیمہ کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ قیامت کے روز اس پتھر یعنی حجر اسود کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے جو اس کو بوسہ دیتا ہے اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے ایک اور حدیث انسؓ سے بیان کی ہے جو اس کی شاہد ہے۔

تفقیل حجر اسود

حجر اسود کو بوسہ دینا فرض یا واجب نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ پھر اگر حجر اسود کے پاس ازدحام ہو تو یہ سنت بھی نہیں بلکہ ایسے موقع پر جب حجر اسود کے سامنے آتا تو ہاتھ یا چھوٹی سے اس کی طرف اشارہ کر کے چوم لو۔ لبیں یہی کافی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو دیکھا جو حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے ازدحام میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ انہوں نے اس عورت کو نصیحت کی اور فرمایا۔

حجر اسود پر ازدحام مت کرو۔ اگر تم کو تباہی مل جاتے تو اس کا بوسہ دو۔ اگر ازدحام ہو تو اس کے برابر آکر تکبیر و تہلیل پڑھو اور کسی کو ایذا ملت دو۔ اخبار مکہ جلد اول ص

- 230

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے اس پر جھکے پھر اپنے دونوں ہونٹ اس پر رکھ دیتے اور دیر تک روتے رہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمرؓ نے سو بہار ہے تھے۔ یہ ماوجہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ یہ مقام ہے چہاں پر آنسو بہارتے جاتے ہیں۔
(ابن ماجہ۔ حاکم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب حجر اسود کی طرف متوجہ ہوتے اور کہا۔

انک حجر لا تضروا لانفع ولا انى رايت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم استلماك ما استلمتك فاستلمه تو تو ایک پتھر ہے۔ تجھے کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں۔ اگر میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔ پھر اسے بوسہ دیا۔ (اخبار مکہ جلد اول)

ایک روایت حضرت ابو هریرہ سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حجر اسود کو ہاتھ لگاتا ہے گویا کہ وہ اپنا ہاتھ اللہ سے ملا تا ہے۔ (ابن ماجہ)
ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔ اللہ کے بندے اس سے مصافحہ کرتے ہیں جس طرح تمہارا ایک اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔ (اخبار مکہ جلد اول صفحہ 323)

تقبیل حجر اسود پر اعتراضات اور ان کے جوابات

بعض لوگ حجر اسود کے متعلقہ احادیث پر جرح قدح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حجر اسود میں کوئی تقدس اور تبرک نہیں۔ جو لوگ اس کے تقدس کے قاتل ہیں وہ نجع مستقیم سے بھٹکے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک بے جان اور غیر ذی روح پتھر کی تقبیل کے لئے مذہب اسلام میں کوئی دروازہ کھلانہ نہیں۔ بلکہ اسلام تو پرستش اچار پر کلی طور پر قدغن لگاتا ہے اور اسے شرک سے تعبیر کرتا ہے مگر دور حاضر کے مسلمان اس کی تقبیل کو استغفار سے بہتر تصور کرتے ہیں اور اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ اس کی تقبیل ہمارے سابقہ گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتے گی۔

نیز حجر اسود کے معنی سیاہ رنگ کا پتھر ہے۔ جب یہ خانہ کعبہ کے گوشہ میں نصب کیا گیا تھا اس وقت سے حجر اسود کے نام سے موسم ہے۔ حالانکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حجر اسود کارنگ پہلے پہل دودھ کی مانند سفید تھا۔ پھر بنی آدم کی خطاؤں نے اس کی سیفیدی کو سیاہی میں تبدیل کر دیا۔ اس سے ہمارے نظر کی مزید توثیق ہوتی ہے اور تقدس حجر اسود کے قاتلین پر ضرب کاری لگتی ہے۔ کیونکہ حجر اسود کی رنگت اگر پہلے سفید ہوتی تو اس کا نام حجر اسود کے بجائے حجر ابیض ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر اسود کی احادیث کی حیثیت ایک افسانہ سے زیادہ نہیں۔ (نحوہ باللہ) جنت میں گھلتے رنگارنگ، انہار و اشجار اور حور غلام کا ذکر قرآن پاک میں بار بار آیا ہے لیکن اچار کا کہیں ذکر نہیں ہاں البتہ جہنم میں پتھروں کے ڈالنے کا ذکر ہے۔ اس سے ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ جنت میں پتھروں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اس سے ہم یہ تیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ جو لوگ اس بات کے قاتل ہیں کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا ہے وہ غلطی پر ہیں اور ان کا نظریہ قابلِ اصلاح ہے۔

یہ ہیں وہ اعتراضات جو منکرین حدیث کے داعی پر بہوت بن کر سوار ہو گئے ہیں۔ حالانکہ بات بالکل سیدھی اور معاملہ بالکل صاف ہے لیکن عقل سلیم اور فہم قویم کی ضرورت ہے۔ لیکن پھر تمام اعتراضات کے بادل خود بخود چھٹ جاتیں گے۔

اگر حجر اسود کی تقبیل کو شرک سے موسم کیا جاتے تو اتمہ عظام اور صحابہ کبار کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حرف آتا ہے۔ کیونکہ آقائے نادر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقبیل کبھی تو دہن بار ک سے فرمائی اور کبھی ہاتھ اور چھڑی کے اشارہ سے کام لیا جیسا کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب صحابہ کے حوالہ سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بلکہ حجر اسود کو چونما جلب خیر کا موجب ہے کیونکہ جس کام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفس کیا ہو اس کام کو آپ کی اتباع میں سرانجام دینا شرک نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ تو دہن ایں شرک کا قلع قمع کرنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اب آپ کی ذات سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ ایسا کام کریں جس سے شرک کی بوآتے۔ بلکہ یہ فعل توجہت کا موجب ہے مزید برآں حاجی لوگ حجر اسود کو اس لئے نہیں چوتے کہ یہ ہمارا حاجت رورا اور مشکل کشا ہے یا نفع و نعمان کا اسے اختیار ہے۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایسا کرتے ہیں۔

حجر اسود کی سیاہی اور سفیدی پر اعتراض بھی لا یعنی ہے۔ کیونکہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ نے اس نام سے موسم فرمایا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسے ہر شے کا کلی علم ہے چونکہ خداوند قدوس کو یہ علم تھا کہ یہ پتھر کچھ وقت کے بعد سفیدی کی چادر اتار کر سیاہی کا کمبل اوڑھ لے گا اور اس کی سیاہی دوائی ہو گی۔ بنابریں عالم الغیب نے اس کی عارضی رنگت کو نظر انداز کر کے دائیٰ رنگت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے حجر اسود کے نام سے موسم کیا ہے۔ اسے

جنت میں پتھروں کی عدم موجودگی کا اعتراض بھی پھر سہا اور لغویت سے لبریز ہے۔ کیونکہ جنت میں اچجار کا عدم ذکر اس کی نفعی کو مستلزم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی تمام اشیا۔ کا ذکر قرآن پاک میں نہیں فرمایا بلکہ چند نعمتوں کا ذکر کر کے بنی نوع انسان کو جنت کی ترغیب دلاتی ہے۔ پھر پتھروں کے عدم ذکر کی وجہ بھی ہو سکتی

ہے کہ یہ کوئی ایسی نعمت عظیٰ نہیں جس میں کچھ کشش ہو اور جس کے تذکرہ سے اہل ایمان کے قلوب میں جنشیش اور شوق پیدا ہو۔ مگر جو لوگ شیطان کی دانت کاٹنی روئی کھاتے ہیں جو سرمایہ ایمان سے تھی دست ہیں جو عقل و خرد کے ظروف غالی کر جائے جیسے اور جو اس قابل ہیں کہ کراچی میں ایڈیٹری کرنے کے بجائے بریلی کے میٹھلیل سپتال میں معالجہ کے لئے جاتیں، حدیث نبوی پر اعتراضات کو اپنا پیشہ بنائے چکے ہیں۔

قرآن پاک کو علی وجہ البصیرت پڑھنے سے ہمیں بہت سی آیات قرآنی ایسی ملیں گی جو ان کے عقائد باطلہ کے شجر غبیث کو بیخ و بن سے آکھاڑنے کے لئے کافی ہیں۔ مثلاً قرآن پاک میں کفار کو ایک موقعہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَقُفُّوْهُمْ أَنْهَمُّ مُسْتَوْلُونَ (الصفات) ان کو روک لو ان سے ابھی کچھ سوالات کے جاتیں گے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ «فِيَوْمٍ مُّغْنِيًّا لَّا يُنَيِّلُ عَنْ ذَبِيْهِ إِنْ شَوَّدَ لَأَجَانُ دَارِ الْحَمْنَ» یعنی قیامت کے روز جن و انس سے ان کے گناہوں کے متعلق بغرض تحقیق کوئی سوال نہیں ہو گا۔ اب اگر عقل و خرد کی کسوٹی ہی اس کے غلط اور صحیح ہونے کا فیصلہ نافذ کرے گی تو (نحوہ باللہ) مطلب یہ ہو گا کہ دونوں آیات کو «اذا تعارضا تلقا» کے اصول سے قرآن پاک سے خارج کیا جاتے اسی طرح قیامت کے روز مشرکین کہیں گے «وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ» یعنی اللہ کی قسم ہم نے تمکھی شرک نہیں کیا تھا۔ دوسرے مقام پر ہے «الْيَوْمَ تُخْتَمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّفُنَّ أَيْدِيهِمْ وَتُشَدُّدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا لَيْسُوْنَ (السین)»۔ «آج ہم ان کے منہ بند کر دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں ہمیں سب کچھ بتاتیں گے جو وہ کرتے رہے۔» اول الذکر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز مشرک شرک کا انکار کریں گے۔ لیکن موخر الذکر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی زبانیں بند ہو جاتیں گی اور ان کے دست و پا قدرت خداوندی سے بولیں گے اور ان کے خلاف شہادتیں دیں گے۔

اگر ہم ایسے مقالات پر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک نہیں

دیں گے تو آیات مذکورہ کا مطلب من وزرا جواب رہے گا اور لم نشرح نہیں ہو گا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ یہ عقل جس پر آپ نے دین کی اساس رکھی ہے آوارگی، بے دین، الحاد اور زندقة کے سوا کوئی چیز سکھلاتی ہے؟ تحسیبونہ ہینا و هو عند اللہ عظیم۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ایسے سوالات کرنا دراصل محبت رسول سے محرومی کی علامت ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور اقوال کی لمیت اور علل و اسباب کے بھر بیکاراں میں کسی کو غوطہ زنی کا سرگز حق حاصل نہیں۔ اگر کوئی کوتاه فہم اور عقل و خرد سے محروم انسان اس میں غواصی کی کوشش کرے گا تو وہاں سے علل و اسباب کے گوہر حاصل کرنے کے بجائے حرمان دیاں کی ناکارہ کوڑیاں حاصل کرے گا اور خطہ ہے کہ ایمانی گوہر شاہوار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

بعض بدعات کے دلادہ لوگوں نے تقبیل حجر اسود پر قیاس کرتے ہوئے بزرگان دین کے مزاروں اور مقابر کو بوسہ دینے کو جائز قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں جیسے حجر اسود کی تقبیل سے حاج کی غرض و غایت اس کی پرستش نہیں ہوتی بلکہ تعظیماً ایسا کرتے ہیں۔ اسی طرح مقابر صاحبین کی تقبیل جو لوگ کرتے ہیں ان کا عندیہ بھی عبادت نہیں ہوتا بلکہ ادب و احترام کے پیش نظر تقبیل اور بوسہ کا کام وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جب تقبیل قبور صاحبین اور تقبیل حجر اسود ایک دوسرے کے مانند ہیں۔ تو پھر ایک فعل کو اعمال صالحہ کے زمرہ میں شامل کرنا اور دوسرے کو یعنی قبور صاحبین کو بوسہ دینے کو شرک سے تعبیر کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے؟ یہ بے جا تعصب ناحق ضد اور ہست دھرمی ہے جسے کسی مذہب میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا ان "اصحاب عقل و خرد" کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ کو علم ہونا پڑتا ہے کہ مذہب اسلام کی بنیادیں قیاس پر نہیں چنیں بلکہ اس کی اساس اور بنیاد قرآن پاک اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پتھروں سے چنی گئی ہے۔ بلکہ تمام عمارت دین، ہی ان دونوں سے استوار کی گئی ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ محظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ رابر جاں مسلم داشتن

اس لئے ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ اسوہ رسول کی اتباع میں کرنا ہے۔ اب اس نظریتے کے تحت غور کیجئے کہ حاجی لوگ جو حجر اسود کو چونتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ دیگر پتھروں یا مقابر کو بھی چونا چاہیے۔ پھر حجر اسود کو حاجی اس لئے نہیں پوستے کہ یہ ہمارا حاجت روایا مشکل کشا ہے یا کسی قسم کے نفع و نقصان کا اسے اختیار ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر چونتے اور بوسہ دیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اسی شبے کے ازالہ کی خاطر حجر اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

إِنَّكُمْ حَمْرَلَا شَفْعَ وَلَا تَضَرُّ لَوْلَا إِنِّي رَاعَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتَلُكُمْ مَا قَبْلَكُمْ

(بخاری)

تو ایک پتھر ہے۔ تو کسی کے نفع و نقصان پر ہرگز قادر نہیں۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ تو حجر اسود کو نفع رسانا اور ضرر رسانا سمجھ کر ایسا کرتے تھے اور نہ اس کی تعظیم کا یہ طریقہ تھا بلکہ سنت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی کی خاطر ایسا کیا۔ لیکن قبر پرست قبور صالحین کو حاجت روایا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی قبروں کو بوسہ دیتے ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ حجر اسود کے علاوہ اور بھی کئی مقالات ایسے ہیں جن کی مریت اور فضیلت مسلم ہے لیکن انہیں بوسہ دینا جائز نہیں۔ اگر کوئی ان کو بوسہ دے گا تو وہ مشرکوں کے زمرہ میں شمار ہو گا۔ مثلاً مقام ابراہیم جس کے متعلق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَعْلَمُ كُلِّ الْخَلَقِ مِنْ يَا قُوتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللَّهُ نُورُهُمَا لَوْلَا ذَلِكَ لَأَضَانَا مَا بَيْنَ

المُشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ إِلَهٌ

حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے موتیوں میں سے دو موتی ہیں اللہ نے ان کی روشنی کو مٹا دیا۔ اگر ان کا نور مونہ ہوتا تو مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی روشنی ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے خود مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔
وَاٰتَىٰنَّهُ مَقَامَ اِبْرَاهِيمَ فَصَلَّىٰ (البقرہ ۱۵)

اتنی بزرگی اور فضیلت کے باوجود اس کا بوسہ گناہ عظیم ہے بلکہ اس پر ہاتھ پھیرنا بھی شرک ہے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ مقام ابراہیم کو اپنے ہاتھوں سے چھوڑ رہے تھے۔ انہوں نے فرماں ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے پھونے اور ہاتھ لگانے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اس کے پاس نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

علامہ ازرقیؓ نے آیت "واتخذوا لئے" کی شرح کرتے ہوئے قادة کا قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کو پھونے کا حکم نہیں دیا گیا مہر لکھتے ہیں کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حجر اسود کے سوا کعبہ شریف کی کسی شے کو چونا اور پھونا ہرگز جائز نہیں بھجو رکن یمانی کے کیونکہ اسے بھی چھونا جائز ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق صحیحین میں حدیث مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔

لَمْ أَرِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا إِلَكُنْفَنِ الْيَمَانَيْنِ لَهُ میں نے حجر اسود اور رکن یمانی کے سوابیت اللہ شریف کی کسی شے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کو تمام مذاہب اسلامیہ میں عوت و

قرام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر کسی دلی بزرگ یا عابد زاہد کی قبر یوں سے اس کی
قدروں منزلت میں اضافہ ہوتا تو سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ
الدُّس کو بوسہ دیا جاتا لیکن کسی صحابی سے ایسا کوئی قول یا فعل منقول نہیں جس میں
تقبیل قبور کو جائز گردانا گیا ہو۔ اس کے برعکس ایسے اقوال کثرت سے ملتے ہیں جو اس
کے خلاف ہیں۔ چنانچہ امام زعفرانی نے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت بیان کی
ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جنہیں ایک عرصہ دراز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے ایک شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
رومہ مظہرہ پر ہاتھ پھیرتے دیکھا تاکہ تبرک حاصل کرے۔ انہوں نے اسے منع کر دیا۔
اور فرمایا یہ کام خلاف سنت ہے یعنی بدعت ہے۔ امام مالکؓ امام شافعیؓ اور امام احمد
بن حنبلؓ نے ایسا کام کرنے سے منع کیا ہے۔

شیخ عبدالحق دہلویؓ نے مارج النبوت میں قبر کو بوسہ دینے اور مسجدہ کرنے اور اس
پر خسار ملنے کو حرام قرار دیا ہے۔

تاتار خانیہ میں ہے تقبیل قبور نصاریٰ کی عادت ہے مسلمان ایمانہ کریں۔ فلا
تقبیل القبور لانہ من عادة النصاری

جب مقام ابراہیم کو جس کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے اور روضۃؓ ۱۔ بوسہ کی
زیارت جلب ثواب کثیر کی موجب ہے، بوسہ دینے کے جواز کا ۲۔ کم کم دروازہ
کھلا ہوا نہیں ملتا تو دیگر اکابر امت اور اولیائے کرام جن کی شان حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان سے بد رجحان کم ہے، کی قبور پر خسار ملنا اور ان کو چومنا کیسے جائز ہو سکتا
ہے؟ کیا اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خفت اور سوتے ادب نہیں؟ کیا یہ
غسل بزرگان دین کی تعظیم و تکریم کا موجب بتا ہے؟ سہر گز نہیں!! دراصل یہ لوگ
اس معاملہ میں حدود و شریعت کو پھاند جاتے ہیں اور اہل قبور کو خدائی صفات کا مظہر
مجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اویا۔ راهست قدرت ازالہ

تیر جستہ باز گردانندز راہ
لیکن میری تو یہی تلقین ہے کہ
بمصطفیٰ بر سار خوش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہی است

شاید قارئین کرام میرے مذکورہ بالا بیان کو خارج از موصوع تصور کریں یا
میرے نزدیک یہ میرے موصوع کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کے عدم ذکر
مضمون تشنہ تکمیل رہتا تھا۔ بنابریں اس پر کچھ خامہ قدر سائی کی ضرورت محسوس ہے
جس طرح ایک مورخ کے لئے ضروری ہے کہ تاریخی حقائق کو تعصب کے پر
پنهان اور مستور نہ رکھے اسی طرح یہ بھی ناگزیر امر ہے کہ جہاں پر بعض تاریخی خاتما
میں شکوک و شبہات ابھرنے کا اندیشہ ہو وہاں اوباما باطلہ کا کلی استیصال کرنے
ریب و فلنون کے تختم کو نیست و نابود کرنے کے لئے موثر اور ٹھووس قدم المحتال
چونکہ تقبیل حجر اسود سے بعض ملحد، بے دین اور آوارگی کا شکار ہونے والوں نے
یتتجہ اغذ کیا تھا۔ اس لئے اس کی نشان دہی کرنا اور اس کے مناقب و مثاب کا
تحیر بر میں لانا ضروری تھا۔ کسی کے دامن سے خواہ خواہ الجھنا یا کسی کو ہدف مطاعن
میرا مطلع نظر ہرگز نہیں۔

حجر اسود کے بقیہ حالات

اب مجتبے حجر اسود کے بقیہ حالات کو احاطہ تحریر میں لانا ہے جب آنحضرت مل
علیہ وسلم کے مبارک عہد میں قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کا کام از
شروع کیا اور حجر اسود کو دیوار کعبہ شریف میں نصب کرنے کا وقت آیا تو قریش
زبردست نزاع پیدا ہو گیا ہے قبیلہ حجر اسود کو خانہ کعبہ میں نصب کرنے کی سعادت

کرنے کا مستثنی تھا کوئی قبیلہ بھی اس سعادت سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نزاع نے بہت طول کھینچا تواریں میانوں سے نا آشنا ہو گئیں نیزے اور بھائے ہر قبیلے کے مصاحب بن گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ چند منٹ تک جنگ عظیم کا آغاز ہونے والا ہے۔ چنانچہ پانچ روز تک اسی وجہ سے کام بند رہا بالآخر قریش کے چند سمراور عمر سیدہ اُول نے مشورہ دیا تم یوں آپ میں دست و گریبان نہ ہو بلکہ ایک آدمی کو اپنا حکم اور کرنے تسلیم کر لودہ جو فیصلہ کرے اس پر سب عمل کرو۔ چنانچہ طے پایا صبح کو جو آدمی خانہ کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہوا سے حج تسلیم کیا جاتے اور اس کے فیصلہ کو جو بھی ہو پورا ہے اس برضا در غبت اور بسرور ہشم منظور کریں۔ اس راتے کی تمام مجمع نے تائید کی۔ اس انتیتجہ یہ ہوا کہ وہ تواریں جو بنی نوع انسان کے خون کی پیاسی نظر آرہی تھیں اور ازیزی سے اپنی تشکی بجھانا چاہتی تھیں، صلح و آشتی کے آب زلال سے سیراب ہو گئیں اور ان کی تشنیہ کا می زائل ہو گئی۔

صبح کو لوگوں نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف تشریف لا ہے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی سب الامین الائین پکارا گئے۔ آپ کے حج مقرر ہونے پر اب راضی ہو گئے اس معاملہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل واقعہ سے آگاہ ہونے کے بعد چند لمحات میں الیما منصفانہ اور انشدناہ فیصلہ فرمایا کہ جس سے تمام قبائل خوش ہو گئے۔ اس سے چند منٹ پہلے اب مرنے مارنے پر شدید اور غلیظ قسمیں کھا چکے تھے۔ بعض نے خون سے لبریز مالوں میں ہاتھ ڈال کر اپنی قسموں کو پختہ اور مضبوط بنایا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصفانہ فیصلہ نے جنگ وجدال کے دروازے کو کلی طور پر مقفل کر دیا۔ آپ نے اپنے کندھوں سے چادر اتار کر زمین پر پچھا دی اور اپنے دست مبارک سے مجرود کو اٹھا کر چادر میں رکھ دیا۔ پھر ہر قبیلہ کے سردار اور نمائندہ سے فرمایا کہ چادر کے لئے پکڑلو۔ چنانچہ قریش نے ایسے ہی کیا پھر جب خانہ کعبہ کے پاس پہنچے تو پیکر

رحمت اور مجسمہ فرزانگی نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو الٹا کر بیت اللہ شریف کے ایک کونے میں نصب کر دیا۔ اس فیصلہ کو دیکھ کر تمام قریش راضی ہو گئے اور سب نے مرجا احسنت کہا۔ ۲

اس واقعہ پر غور و فکر کیا جاتے تو بہت سی مضر حقائق ہمارے سامنے واضح ہوتی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی واضح دلیل اور آپ کی رسالت کی قلمبندی بن سکتی ہیں۔ مگر یہ بحث خارج از موضوع ہے۔ اس لئے قلم کا رخ اصل موضوع کی طرف موڑا جاتا ہے۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کعبہ کا کام شروع کیا اور حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے عباد بن عبداللہ اور جبیر بن شیبہ سے خلوت میں بات چیت کی کہ جب میں نماز پڑھانا شروع کروں تو تم حجر اسود کو الٹا کر ڈالو۔ میر کعبہ کی دیوار میں نصب کر دینا۔ (اس وقت حجر اسود دارالنبوہ میں پڑا ہوا تھا) جب تا اسے خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کر لو تو باہر بلند اللہ اکبر کہنا تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم اپنا کام ختم کر چکے ہو۔ پھر میں نماز کو ختم کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ میں جب لوگوں کو اس خفیہ کارروائی کا علم ہوا تو آپ میں کانا پھوسی کرنے لگے اور اس فعل پر ناراضی کا اظہار کیا۔ ۳

317 میں ابو طاہر ابو منصور نے، جو قرامطہ کا سردار تھا۔ کہ معظمه پر چھالا کر اور خانہ کعبہ کو تاخت و تاراج کرنے کی کوشش کی۔ ہزار ہا جایوں کو جام شہادت پالا۔ میرزا ب رحمت، باب کعبہ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے مرکزی مقام، حجر میں لے گیا۔ جن تو وقت یہ اعلان کر گیا کہ آئندہ حج خانہ کعبہ کے بجائے ہمارے ہاں ہو اکرے گا۔ لوگوں اور نے ابو طاہر کو احتجاجی خطوط بھیجے اور حجر اسود کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن اس ناہنجار کی کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور ان کے تمام احتجاجات مدا بصرہ ثابت ہوتے۔ بعده امراء نے اس کے بدے پچاس ہزار دینار دینے کی پیشکش کی مگر اس نے اسے من

اردیا۔ 344ھ میں ابوالقاسم عبیدی کے فوت ہو جانے کے بعد اسما عیل عبیدی افریقہ
کے حکومت پر جلوہ گرا۔ ابو منصور احمد قرامٹی نے بذریعہ سفیر اسے مبارک باد کا
نام بھیجا۔ آہستہ آہستہ اس سے مراسم دروابط کا سلسلہ کافی مضبوط ہو گیا۔ اسما عیل
یہی نے ان مراسم سے فائدہ المحتاط ہوتے اسے لکھا کہ حجر اسود کو خانہ کعبہ میں بھج
نہ ہوئی۔ پہلے تو ابو منصور نے اس کے پیغام کو درخور احتفاظ سمجھا۔ بالآخر اسما عیل
یہی کے بار بار خطوط اور پیغامات سے متاثر ہو کر 339ھ میں حجر اسود کو واپس خانہ
کعبہ میں بھج دیا۔ اہل کہنے اسے بیت اللہ شریف کے شرقی گوشہ پر چہاں پر پہلے
سب تھا، نصب کر دیا اور اب تک وہیں لگا ہوا ہے۔ اے
اس کے بعد کسی بادشاہ یا فرمازدا نے حجر اسود کو وہاں سے الٹھانے کی حاصلت نہیں
کر سکا۔ اگر کوئی اس سے محبت یا عقیدت کا اٹھا کرنا چاہتا ہے۔ تو مسلمانوں کے جم غیر
کفار اور احکام کی تعمیل کے ساتھ ساتھ حجر اسود کو بوسہ دینے یا اس پر ہاتھ پھیرنے کی
حکایات حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اس سے عقیدت یا محبت کی بناء پر اسے وہاں سے
لانے اور اپنے گھر لے جانے کی جمارت ہرگز نہیں کرتا۔
کیا بعد
لے کے اور نہ کعبہ

www.KitaboSunnat.com

باب کعبہ کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ قریش نے بوقت تعمیر خانہ کعبہ کی کرسی
حالی کدر آدم کے برابر اوپنی کر دی تھی۔ تاکہ سیلاپ کی زد سے محفوظ رہے۔ کعبہ شریف کا
پلائی رازہ بھی قد آدم کی بلندی پر نصب کیا گیا۔ اس میں بدؤں سیرہ میں داخل ہونا ممکن نہیں
جاتا۔ بنابریں قریش نے ایک سیرہ میں بنوا کر دیوار کے ساتھ لگا دی جیسا کہ ازرقی نے
لوگوں دیکھ کر میں ذکر کیا ہے۔ قریش کی تعمیر کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اس میں
بار کا پور تغیر و تبدل کیا۔ بعد ازاں عبد الملک نے اپنے عہد سلطنت میں اسے تعمیر قریش
بھٹکی مطابق تعمیر کیا اور کعبہ شریف کی کرسی بعینہ موجود ہی جس کے لئے سیرہ میں کا ہونا

نگزیر تھا۔ لیکن اس کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوتے کہ کون کون مسلمین اور فرمازوں نے اس کی اصلاح اور تجدید کے لئے جدوجہد کی اور وہ کون کون عاشقان بیت اللہ شریف تھے جنہوں نے اس کی آراتش اور زیارتیش میں اضافہ کرنے کی خال خون اور پیغمبر ایک کر دیا تاہم مجھے جو معلومات فراہم ہو سکی ہیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ اس سے متنقع ہو سکیں۔

سفرنامہ خرسو میں ذکر ہے کہ اس نے 446ھ میں حج کیا۔ اس کے زمانہ میں خانہ کعبہ کی سیرہ میں کافی وسیع تھی۔ بیک وقت دس اشخاص با آسانی برابر چڑھ سکتے تھے۔ یہ سیرہ میں لکڑی کی بنی ہوتی تھی۔ ابن جبیر نے 579ھ میں حج کیا۔ انہوں نے سیرہ میں کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سیرہ میں نور جوں پر مشتمل ہے اس پر چار لوہے کے پہیتے لگے ہوتے ہیں۔ سیرہ میں کے پہیتے اس لئے لگاتے گئے ہوں گے کہ جب اے خانہ کعبہ کی دیوار سے ہٹانے کی ضرورت ہو تو آسانی اور سہولت سے ہٹالی جاتے اور کوتی وقت پیش نہ آتے۔ ابن بطوطة نے بھی 726ھ میں اپنے رحلت نامہ میں اس قسم کی سیرہ میں کا ذکر کیا ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب (حیدر آباد نے حرم شریف میں تین سیرہ حسیوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تینوں سیرہ ہیاں بیت اللہ شریف کے دروازہ تک پہنچانے کے کام آتی ہیں۔ ان میں سے ایک سیرہ میں چاندی کی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ نواب کلب ٹال خال صاحب فرمازوں کے لحاظ سے عدمِ النظر ہے یہ زیادہ چوری نہیں۔ ایک وقت میا خوشنائی اور دلکشی کے لحاظ سے عدمِ النظر ہے یہ زیادہ چوری نہیں۔ ایک وقت میا صرف ایک آدمی اس پر چڑھ سکتا ہے۔ دوسری سیرہ میں آبنوس کی لکڑی کی ہے۔ اس پر جا بجا سونے کے پتے لگے ہوتے ہیں جو اس کے حسن و جمال میں اضافہ کر رہے ہیں۔ یہ آٹھ زینوں پر مشتمل ہے۔ یہ سیرہ میں سابقہ سیرہ میں کافی کثا داد ہے۔ اس پر بیک وقت تین چار آدمی با آسانی چڑھ سکتے ہیں۔ اس کو پہیتے بھی لگے ہوتے ہیں۔

سیدھی کو کعبہ کے دروازہ سے ہٹانے اور لگانے میں مدد و معاون ہوتے ہیں یہ سیدھی کعبہ شریف کے دروازہ سے ہٹا کر چاہ زمزم کے پاس رکھی جاتی ہے اور داخلے کے ان باب کعبہ پر لگاتی جاتی ہے۔ عام لوگ اس سیدھی سے اوپر چھتے ہیں۔ پہلی یہودی سودی حکومت کے خاص خاص لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔

تیری سیدھی ایک معمولی لکڑی کی بنی ہوتی ہے۔ اس کے صرف سات درجے ہیں یہ شبی ملازیں اور خدام کعبہ کے لئے مخصوص ہے۔ اگر ان کی منت و سماجت کی بائی تو زائرین کو اس سیدھی پر چھتے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ ورنہ بیت اللہ شریف میں داخلہ قطعاً ناممکن ہوتا ہے۔

زیارت بیت اللہ شریف

بیت اللہ شریف ایک ایسی مقدس اور بارکت عمارت ہے کہ جو شخص اس کے پاس چلا جاتا ہے وہ اپنا دامن نیکیوں سے بھر لیتا ہے۔ اس کے اندر یا باہر غاز پڑھنا، اس کا طواف کرنا، اس میں نصب شدہ حجر اسود کو بوسہ دینا حتیٰ کہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی زیارت کرنا سمجھی امور کا رثواب ہیں۔ اس کی زیارت کرنے کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلاتی ہے اور فرمایا ہے جو شخص بیت اللہ کی زیارت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اور وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے کہ آج فلمک مادر سے پیدا ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت ایک سال کے قیام رکوع اور سجود کی عبادت کے برابر ہے۔

ابن حاتم مدنی بیان کرتے ہیں کہ جس نے اللہ پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے کے بعد بیت اللہ شریف کی زیارت کی تو اس کے گناہ یوں جھوٹ جاتے ہیں جیسے درختے پتے جھوٹ جاتے ہیں۔

د ہ بوجوہہ وقت میز صرف ایک ہی سڑھی دکھائی دیتی ہے جو سودی حکمران یادگیرِ ممالک کے حکمرانوں کیلئے خانہِ کعبہ کے دروازہ کے پیٹھ کی جاتی ہے تاکہ وہ اسانی سے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر اس کی زیارت کا شرف حاصل کر سکیں باقی میوں کا کوئی رستہ نہیں کہاں کیں۔

یہ دونوں روایات مشیر الغرام میں مذکور ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا عبادت ہے۔ اور اسے آنکھوں سے دیکھنے والا اس آدمی کی مانند ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے اور تواضع اور عاجزی اختیار کرنے والا ہے اور اللہ کے راستہ میں چہاد کرتا ہے۔ ۱۷

طواف کعبہ شریف

اس عالم رنگ و بو میں صرف بیت اللہ شریف، ہی ایک ایسی عمارت ہے کہ جس کا طواف خیر کثیر کا موجب ہے۔ اس کے علاوہ روتے زمین کی نکونی مسجد اور نکونی عمارت اس قابل ہے کہ اس کا طواف کرنے سے ثواب حاصل ہو۔ بلکہ خانہ کعبہ کے علاوہ کسی اور مسجد کا یا مقبرے کا طواف کرنا از قبیل شرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاجی لوگ جب مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

اور وہاں پر درود و سلام پڑھتے ہیں لیکن روضۂ اطہر کا طواف نہیں کرتے اسی طرح بیت "القدس" کی زیارت کرتے وقت طواف کرنا کوئی کار ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ لیکن بیت اللہ شریف ایک ایسا بارکت اور مقدس مقام ہے کہ اس کا طواف کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ رات دن کے جس حصہ میں بھی چاہو طواف کرو۔ اس کے لئے کوئی وقت مکروہ نہیں۔

اس کے طواف کی فضیلت کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم کے بدے ایک نیکی عطا کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔ ۱۸

ایک روایت میں ہے کہ ابو معید خدری ٹھکانہ غلام بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت

ابو سعید خدریؓ کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوتے دیکھا۔ وہ اپنے ایک غلام ہمہان کے کندھے پر ٹیک لگاتے ہوتے چل رہے تھے۔ فرمانے لگے میں اس گھر کا طواف کروں اس میں کوئی ہمہودہ بات نہ کہوں اور دور کعت پڑھوں مجھے ہمہان کے آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر مارا ہے

ایک روایت حضرت جابر بن عبد اللہ سے یوں مذکور ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گھر (بیت اللہ شریف) اسلام کا ستوں ہے۔ جو آدمی اپنے گھر سے اس گھر کا عمرہ یا حج کرنے کے لئے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ اگر وہ راستہ میں فوت ہو جاتے تو اسے جنت میں داخل کرے۔ اگر زندہ واپس گھر کو لوٹ جاتے تو اسے بہت اجر و غنیمت کے ساتھ واپس بھیجے۔ ۲

ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے آتا ہے تو وہ رحمت خداوندی میں شامل ہو جاتا ہے۔ جب وہ اس میں داخل ہوتا ہے تو وہ اسے اپنی رحمت میں غب غوطے دیتا ہے۔ پھر جو قدم اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بد لے پانچ صد نیکیاں عطا کرتا ہے۔ پانچ سو درجے بلند کرتا ہے اور پانچ سو گناہ معاف فرماتا ہے۔ پھر جب وہ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کی پچھلی جانب دور کعت نماز ادا کرتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت تھا۔ اسے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں استقبال کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ باقی مانہ زندگی کے لئے نتے سرے سے نیک عمل کرو۔ گزشتہ زندگی کے لئے بس یہی عمل کافی ہے۔ ۳

حضرت عمرؓ بن عاصی بیان کرتے ہیں کہ جس نے اس گھر کے سات چکر لگاتے اور دور کعت نماز ادا کی تو اسے اتنا ثواب ہو گا جیسا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا ہوا۔

حضرت حسنؑ اپنے ایک کتب میں لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا اللہ کی رحمت میں داخل ہونا ہے۔ ۱۷

حضرت انس بن مالکؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اس گھر کا طواف افضل ہے یا عمرہ؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اس کا طواف عمرہ سے افضل ہے۔ ۲۷

غسل اندر و نکاح کعبہ شریف

عرضہ دراز سے کعبہ شریف کے اندر و نی حصہ کو غسل دینے کا رواج چلا آتا ہے۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا اور خانہ کعبہ میں پڑے ہوتے بتوں کو توڑا تو کعبہ شریف کو پانی سے خوب دھویا اور بتوں کی نجاست سے پاک و صاف کیا۔

سنجاری نے مناتح الکرم میں یوں بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو توڑنے اور خانہ کعبہ میں تصویروں کو مٹانے کے بعد کعبہ شریف کو غسل دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی اوپر والی چادریں اتار دیں۔ ڈول پکڑ لئے اور چاہ زمزم کے پاس جا کر رجز خوانی کرنے لگے اور وہاں سے پانی لا کر کعبہ شریف کو اندر اور باہر سے غسل دیا۔ تاکہ شرک و کفر کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

اس کے بعد غسل کعبہ شریف کا رواج پڑ گیا اور یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار پایا۔ اب کعبہ شریف کو سال میں دو مرتبہ غسل دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حج سے پہلے اور دوسری مرتبہ جب حاج کرام حج کر کے واپس گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ عموماً پہلا غسل ذوالقعدہ میں یا ذوالحجہ کے اوائل میں دیا جاتا ہے۔ دوسرا غسل ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو دیا جاتا ہے۔ ۳۷

۱۷۔ اخبار مگر جلداص ۳۱۸ ۳۷۔ اخبار مگر ۳۷۔ اب سوچی گھوڑے کے دور میں تو رضاں لمبارک کی تشریف اوری سے قبل یا بعد الفطر سے قبل بھی غسل دیا جاتا ہے۔

غسل کی کیفیت

اب غسل کی کیفیت سنیتے جو تاریخ غسل کعبہ شریف کے لئے مقرر کی جاتی ہے اس تاریخ کو تھوڑا سا سورج او نچا آنھے کے بعد خانہ کعبہ کے مجاوروں کا رہنمی وہاں آتا ہے اس کے ہمراہ آل شیبہ کے مجاورو ہوتے ہیں۔ وہ خانہ کعبہ کا دروازہ کھوتا ہے۔ پھر دوسرے مجاور گلاب کا عرق گھزوں میں لاتے ہیں اور عطر گلاب کی شیشیاں بھی ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں بخورات اور خوشبویات بھی لاتے ہیں کشمیری شال کی قسم کی چادریں پہن کر اسے غسل دینے میں مجاوروں کا سردار بادشاہوں، امیروں، وزیروں، فاضیوں اور بعض ملکوں کے سربراہوں کو غسل کعبہ شریف کی دعوت دیتا ہے۔ ان کی آمد سے پیشتر غسل کا تمام میثriel اور مواد اکٹھا کر لیا جاتا ہے۔ ملکہ اوقاف کا ڈاٹریکٹر صفائی کرنے کے لئے وہاں پہنچتا ہے۔ چاہ زمزم کے خادموں کا شیخ بھی وہاں موجود ہوتا ہے۔ ان کے ذمے حاجیوں کو آب زمزم پلانا ہوتا ہے۔ وہ چاہ زمزم سے صراحیاں بھر کر لاتے ہیں۔ اور وہاں پر لوگوں کو پلاتے ہیں۔ پھر وہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہوتے ہیں اور غسل کے لئے کچھ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ جنہیں غسل کے لئے بلا یا جاتا ہے وہ اس کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور کشمیری شال کی قسم کی چادر پہن کر ہاتھ میں جھاڑو لے کر کام شروع کر دیتے ہیں جس پانی سے کعبہ شریف کو غسل دیتے ہیں اس میں عرق گلاب لایا جاتا ہے۔ پھر کعبہ شریف کے فرش اور اس کی دیواروں کے نچلے حصے کو غسل دینے کے بعد اس کی دیواروں کو ۲۴ دم تک پہلے روح گلاب سے غسل دیا جاتا ہے۔

پھر عطر گلاب سے محظر کیا جاتا ہے عطر گلاب سے محظر کرنے کے بعد عنبر اور عمودہ ٹھیروں بخورات جلاتی جاتی ہیں۔ ان بخورات کو جلانے سے پیشتر فرش کو اسفنخ سے نشک کر لیتے ہیں۔ غسل دینے اور خوشبو لگانے کے بعد اس جھاڑو کے متنکے ان لوگوں

میں تقسیم کرتے ہیں جو کعبہ شریف کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں۔ لہ

خانہ کعبہ کی دربائی

خاتمة خدا کی دربائی کا منصب دور جاہلیت میں شیبہ بن عثمان بن ابو طلحہ کے پاس تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ معنلمہ فتح کیا اور خانہ کعبہ کو بتول کی نجاست سے پاک کیا تو بیت اللہ شریف کی چابی شیبہ کے سپرد کی۔ چنانچہ چابی دینے کا واقعہ تفسیر، حدیث اور سیرت کی کتب میں مذکور ہے۔

ابن سعد طبقات میں عثمان بن طلحہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں کعبہ شریف کا دروازہ پیرا اور جمعرات کو کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ آپ کے ہمراہ کچھ اور لوگ بھی تھے حضرت عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی کو اندر جانے سے رو کا اور سختی سے پیش آیا۔ آنحضرت نے تحمل اور برباری کا دامن تھا اور مجھے مقاطب ہو کر فرمایا۔ ”ابے عثمان! شاید جلدی ہی یہ چابی میرے ہاتھ میں آجائے۔ مہر میں جسے چاہوں گا دوں گا۔“ میں نے عرض کیا تو پھر اس روز قریش کے منہ پر ذلت و خواری کی سیاہی ہو گئی اور وہ ہلاک و برباد ہو جاتیں گے آپ نے فرمایا ایسی کوتی بات نہیں ہو گئی۔ بلکہ اس وقت ان کے سروں پر عرت و وقار کا تاج نظر آتے گا۔ پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے تعرض نہ کیا۔ آپ کی یہ پیشگوئی میرے دامغ میں مرتسم ہو گئی اور مجھے یقین ہو گیا۔ کہ ایک نہ ایک دن ایسا معاملہ ضرور ہو گا جیسا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔

جب کہ معنلمہ فتح ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ سے فرمایا چابی لالا۔ چنانچہ اس نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی مجھے واپس دے دی اور فرمایا اسے سنجالو یہ ہمیشہ

تمہارے پاس رہے گی اور تمہاری دراثت ہو گی۔ کسی قائم کے سوا تجھ سے چھیننے کی کسی کو جرأت نہ ہو گی اسے عثمان اللہ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ اس گھر کی برکت سے تمہیں جو رزق ملے اسے خوش اسلوبی سے کھاؤ۔ پھر جب میں گھر کو واپس جانے لگا تو مجھے واپس بلا یا اور فرمایا اسے عثمان کیا ایسے نہیں ہوا جیسے میں نے تجھے کہا تھا۔ اس وقت مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آگیا۔ «عنقریب یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ پھر میں جسے چاہوں گا دوں گا۔»

جب چابی مجھے واپس ملی تو میں کلمتہ شہادت پڑھ کر آغوشِ اسلام میں آ گیا۔ طبقات

ابن سعد۔

یہ چابی آج بھی شبیہ بن عثمان کی اولاد کے پاس ہے۔ یہ لوگ شبیوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا دادا شبیہؓ فتحؓ کے دن داترہ اسلام میں داخل ہوا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے انہوں نے آنحضرتؐ سے کتنی احادیث بیان کی ہیں۔ بعض مومنین نے لکھا ہے کہ یہ جنگ حنین کے موقعہ پر مسلمان ہوتے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ شبیہ جنگ حنین کے دن ابھی مشرق تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی داؤ کھیلنا چاہیتے تھے۔ ایک روز نیت بد کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا اسے شبیہ ادھر آؤ۔ تمہاری ماں نہ ہو۔ ان کے دل میں آپ کا الہمار عب پڑا کہ وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا بـ شیطان تم سے ناکام اور ناامید ہوا۔ پھر آپ نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور وہ کلمتہ شہادت پڑھ کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بن کر لٹونے لگے اور نہایت صبر کا مظاہرہ کیا اور بہت بلند پایہ محاجباہ میں ان کا شمار ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی ان کو دی اور فرمایا یہ تمہاری دراثت ہے

اور قیامت تک تمہارے خاندان کے پاس رہے گی۔ پھر فرمایا۔ ابو طلحہ کی اولاد خانہ کعبہ کی دربان ہو گی اور بنو عبد الدار کو یہ سعادت نصیب نہیں ہو گی۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ شیبہ بنی شیبہ کے دادا تھے۔ خانہ کعبہ کی دربانی کی سعادت انہیں حاصل تھی۔ آج تک اس کی آل کے لوگ چابی کو سنبھالے ہوتے ہیں۔ کسی بادشاہ نے ان سے چابی لینے کی کوشش نہیں کی۔

ملک عبد العزیز مرحوم آل سعود کے وقت میں آل شیبہ میں مندرجہ ذیل حضرات دربانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

-1 شیخ محمد بن محمد صالح شیبی۔ یہ 1293ھ میں پیدا ہوتے اپنے والد شیخ عبد القادر بن علی شیبی کی وفات کے بعد 11 رمضان المبارک 1351ھ کو مجاوروں کے رہنمی میں بنے۔

-2 شیخ محمد عبد اللہ بن عبد القادر شیبی۔ یہ 1297ھ میں کہ محظہ میں پیدا ہوتے۔ یہ نائب رہنمی کے عہدہ پر فائز تھے ملک عبد العزیز مرحوم نے ان کے ذمے کتنی کام لگاتے ہوتے تھے شاہ مرحوم کی مجلس شوریٰ کے نائب صدر تھے۔ حرین میں محکمہ اوقاف کے صدر تھے۔ فسٹ ائیڈ کے بھی انچارج اور نگران اعلیٰ تھے۔ یہ بہت با عرفت اور صاحب اقبال تھے اخلاق عالیہ کے پیکر تھے اور باہمت شخص تھے۔ جو دو سخا میں ان کی کافی شہرت تھی۔ سعودی عرب میں انہیں عرف و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

دور حاضر میں بھی انہیں کی نسل کے لوگ دربانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کو حکومت کی طرف سے کافی رقم ملتی ہے۔ مزید پر آس حاجی لوگ بھی ان کی
خدمت کرنے میں درفعہ نہ

مطاف

بیت اللہ شریف کے ارد گرد ایک گول داترہ ہے۔ حاج جانشینی بیت اللہ شریف طواف کعبہ کے وقت اسی مطاف میں چلتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک صاف اور ہموار راستہ ہے۔ اس داترہ نما حصہ کا قطر شمال سے جنوب تک 168 فٹ کی مسافت ہے۔ مشرق سے مغرب تک اس کی پیمائش 135 فٹ ہے۔ عمارت بیت اللہ شریف اور حظیم دونوں مطاف میں داخل ہیں۔ ام

یہ صرف بیت اللہ شریف کی شایان شان ہے کہ دور دراز سے سفر کی صعبتوں کو برداشت کرتے ہوئے عاشقان بیت اللہ شریف آتے ہیں اور اس بارہ کتھر کے گرد طواف کرتے ہیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر کا طواف کیا۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ شریف کے سات چکر لگاتے جاتیں پہلے تین چکروں میں کچھ تیزی سے قد اٹھاتے جاتیں اور باقی چار میں عام چال چل کر پورے کتے جاتیں۔ اس کا نام طواف ہے۔

اس گھر کا طواف کرنا کار ثواب ہے۔ طواف کرنے والا سنت نبوی کو ملحوظ رکھ کر طواف کرے تو اس پر اللہ کی باران رحمت کا نزول ہوتا ہے اور گناہوں کی میل و کچیل دور ہو جاتی ہے۔ اس گھر کے سوا کسی اور مقام کی طرف طواف کے ارادہ سے سفر کیا جاتے تو باران رحمت کے نزول کے بجائے اللہ کے غضب اور سنت کی گھٹا چھا جاتی ہے۔ ایسا کرنے والا مشرک کے لقب سے پکارا جاتے گا۔ اس کا یہ شرک یہ فعل اعمال صالح کے خرمن کو جلا کر راکھ کر دے گا۔ حقی کہ مسجد نبوی، مسجد اقصی، مسجد قبا اور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف ہرگز سرگز جائز نہیں بلکہ شریعت نے اس پر مہر ممانعت ثابت کر دی ہے۔ چنانچہ معراج الداریہ میں ہے۔

لوطاف حول مسجد سوی الکعبۃ الشریفۃ سخشنی علیہ الکفر اگر کسی نے بیت اللہ

لہ تو یہ دائرہ بہت سخت ہو چکا ہے سوی حکومت نے حاج کی تکلیف کو منتظر رکھتے ہوئے چاہہ زم زم کو زمین دوڑ کر کے اسے میں سلطان میں شامل کر دیا ہے۔ اب ٹلوں کر زیوالوں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ رائی۔ آر۔ الغلاح)

شریف کے سوا کسی اور مسجد کا طواف کیا، تو اس کے کافر ہونے کا خدشہ ہے۔
ملا علی قاری حفصی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔
یحرم الطواف حول قبور الانبیاء والآولیاء۔

یعنی نبیوں اور ولیوں کی قبروں کے گرد طواف کرنا حرام ہے۔

زمانہ جامیت میں مشرکین کپڑے اتار کر بہنے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔
وہ کہتے تھے کہ ان کپڑوں کے ساتھ ہم نے گناہوں کو ارتکاب کیا ہے اور گناہ آلوہ
کپڑوں کے ساتھ اللہ کے پاک گھر کا طواف جائز نہیں ۹۰ میں رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ مکہ مظہمہ میں جا کر منادی کر دو کہ آئندہ کوئی
مشرک حج کے لئے نہ آتے اور نہ کوئی بہنے ہو کر خانہ خدا کا طواف کرے۔

مطاف میں سنگ مرمر کے ایسے پتھر لگے ہوتے ہیں جن پر گرمی اور سردی کا کوئی
اثر نہیں ہوتا۔ جب گرمی پورے جوبن پر ہوتی ہے اور حاجاج لمبینہ سے شرابور ہوتے ہیں
تو ایسے موسم میں بھی یہ پتھر گرم نہیں ہوتے بلکہ حاجاج کرام ہر موسم میں اس پر آسانی
سے چلتے اور طواف کرتے ہیں یہ شاہ خالد مرحوم کا کارنامہ ہے۔ اس سے پہلے جو پتھر
لگے ہوتے تھے وہ گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد ہو جاتے تھے اور حاجاج کے
لئے سخت گرمی اور سخت سردی میں طواف کعبہ میں تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ یہ وجہ
تمحی کہ دو پہر کے وقت طواف کرنے والوں میں کمی آ جاتی تھی اور مغرب کے وقت
جمگھٹا ہو جاتا تھا۔ اب سہ وقت طواف کرنے والوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ اور رات دن
طواف کرنے والے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

مقام ابراہیم

مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ اسلام
تعمیر کعبہ شریف کا کام کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر نے ”واتخذوا من

مقام ابراہیم مصلیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوتے مقام ابراہیم کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

سدیٰ نے بیان کیا ہے کہ اس پتھر کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رفیقہ حیات لائی تھیں اور اسے دیوار کعبہ کے متصل رکھ دیا لیکن قربی نے اس روایت کو صنفیف قرار دیا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طرف سے دیوار کی تکمیل کر لیتے تو اس پتھر کو اٹھا کر دوسری جانب رکھ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ خانہ خدا کی دیواریں پائیٰ تکمیل تک پہنچ گئیں۔ دیواروں کی تکمیل کے بعد یہ پتھر کعبہ شریف کے پاس پڑا رہا۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے اسے دیوار کعبہ شریف سے ہٹا کر کچھ دور رکھ دیا اور مطاف سے باہر کر دیا پہلے پہل جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے تو اس کا طواف بھی ہو جاتا تھا لیکن اب داترہ طواف سے باہر ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس میں شابتہ شرک سمجھ کر مطاف سے باہر نکال دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مطاف سے باہر نصب کیا تھا۔ لیکن ابن کثیرؓ نے اس روایت کو مرجوح اور حضرت عمرؓ والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱

علامہ ازرقیؒ جو 240ھ کے لگ بھگ ہوتے ہیں۔ اپنی کتاب ”اخبار مکہ و ماجہ فیحہ من الاشراکی جز ثانی صفحہ 29 پر مقام ابراہیم کے متعلق لکھتے ہیں۔

اس کی پیਆٹش ایک ہاتھ ہے۔ یہ مریع شکل کا ہے۔ اس کا پھیلاوا اور پر کی جانب 14 ضرب 14 انگشت ہے اور نیچے سے بھی تقریباً امتناہی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر سونے کی پیشیاں ہیں۔ ان دونوں پیشیوں کے درمیان جو پتھر نظر آ رہا ہے اس پر کوئی سونا نہیں لگا ہوا تمام اطراف سے اس کی لمبائی نوازنگشت ہے۔ اور طول و عرض دس مریع انگشت ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس پر سونا نہیں لگا ہوا

تحا۔ جو امیر المؤمنین متولی علی اللہ نے لگایا تھا۔ سونا لگ جانے کے بعد اس کا عرض تمام اطراف سے اکیں انگشت ہو گیا۔ اس کے وسط میں حضرت ابراہیمؑ کے دونوں قدموں اور سات انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ دونوں قدموں کا اندر وہی حصہ مڑا ہوا ہے۔ دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ دو انگشت ہے۔ اس کا درمیانی حصہ بار بار ہاتھ لگانے کی وجہ سے باریک ہو چکا ہے۔ یہ پتھر سا گوان کی لکڑی کے صندوق میں محفوظ ہے۔ اس کے دونوں جانب جالیاں لگی ہوتی ہیں۔ اس کو دو قفل لگاتے جاتے ہیں۔
ابن جبیر اندلسی اپنے سفر نامہ حج میں یوں رقمطراز ہیں۔

یہ قابل احترام پتھر جو اس گنبد کے نیچے واقع ہے مقام ابراہیم ہے اس پر چاندی کا لمبج کیا ہوا ہے۔ اس کی بلندی تین انگشت اور اس کا پھیلاوہ دو انگشت ہے۔ اس کا بالائی حصہ زیریں حصہ سے کشادہ ہے۔ اس پر دونوں انگلیوں کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

مقام ابراہیم پر ایک سونے کا گنبد بننا ہوا ہے جو چاہ زرم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ جب حج کا موسم آتا ہے اور لوگوں کا ازاد حام ہو جاتا ہے تو لکڑی کا صندوق مقام ابراہیم سے المحالیا جاتا ہے اور لوہے کا صندوق اوپر رکھا جاتا ہے۔

تھی فاسی شفاذ الحرام میں قاضی عوالدین سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ « 753 ہ میں میں جب کہ محکمہ میں ٹھہر ہوا تھا اس وقت میں نے مقام ابراہیم کی پیطاوش کی۔ اس کی بلندی کا حساب لگایا تو وہ ۷/۸ ہاتھ تھی اور مقام کا بالائی حصہ ہر طرف سے ۳/۴ ہاتھ تھا۔ دونوں قدموں کی گہرائی چاندی کے پٹھ سے اوپر ۷۷ قبراط تھی (قبراط پیطاوش کا ایک مصری آں ہے) »

شیخ حسن بن عبد اللہ اپنی کتاب ”تاریخ عمارت المسجد الحرام“ صفحہ 151 پر لکھتے ہیں۔

مقام ابراہیم پانی کے پتھروں کی قسم کا ایک نرم پتھر ہے۔ اس کا صندوق پتھر کا نہیں۔ یہ مرع شکل کا ہے۔ اس کی پیمائش طول و عرض اور بلندی میں ایک ہاتھ ہے یا تقریباً پچاس سنتی میٹر ہے۔ اس کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے دونوں قدموں کے نشانات موجود ہیں۔ یہ دونوں بیضوی شکل کے مستطیل گڑھے ہیں۔ لوگوں نے بار بار اسے اپنے ہاتھوں سے کھودا اور اس میں آب زمزم ڈالا۔ ہاتھوں سے بار بار پھونے کی وجہ سے قدموں کے نشانات مٹ گئے۔ اور اس کے بدے دو اور گڑھے کھو دے گئے۔ جیسا کہ اول باب میں مذکور روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ 1332ھ میں میں نے پہشم خود مقام ابراہیم کو دیکھا۔ میرے ہمراہ جناب شیخ محمد صالح بن احمد بن محمد شبیحی، تمام دربانوں کے رئیس تھے۔ اس پر چاندی کی تختیاں لگی ہوتی تھیں اور ایک چپوترے پر رکھا ہوا تھا۔ یہ مرع شکل کا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس کی رنگت سفید سیاہی اور زردی مائل تھی۔ میں نے دونوں قدموں کے نشانات دیکھے پھر آگے دونوں قدموں کے نشانات کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح ابیاری میں ابن جوزی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشانات مقام ابراہیم پر ”ابیانی“ کی شکل میں موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشانات ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ اہل مکہ ان سے خوب واقف تھے۔

چنانچہ ابو طالب نے اپنے مشہور قصیدہ میں ان کا ذکر یوں کیا ہے۔

دموطي ابراہيم في الصخر طبعة علي قدسيه غير ناعل

حضرت ابراہیم کے دونوں پاؤں کے نشانات پتھر پر موجود ہیں۔ وہ بہنسہ پا تھے۔ موظا میں یونس کی روایت سے مذکور ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے پاؤں کی انگلیاں اور قدموں کا درمیانی حصہ لگا ہوا ہے۔ جو لوگوں کے بار بار ہاتھ پھریں کی وجہ سے مٹنے کے قریب ہو چکا ہے۔

طبری نے ”واتخذ و امن مقام ابراہیم مصلی“ کی تفسیر قتاہ سے یوں بیان کی ہے

کہ لوگوں کو حکم ہوا تھا کہ اس کے پاس نماز ادا کرو اس کے معج کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسے آدمی سے ذکر کیا جس نے بچشم خود اس کا مشاہدہ کیا اور ایڑیوں اور انگلیوں کے نشانات پتھر پر دیکھے۔ پھر لوگ اس کا معج کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے نشانات مٹ گئے۔ (تاریخ حسین باسلامہ)

مقام ابراہیم کا مقصودہ

مقام ابراہیم کا پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اسلام کے زمانے تک مطاف کی جگہ پر تھا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں پر ہر وقت اس کے ملائے ہونے کا خطہ تھا۔ کیونکہ بارشوں کا پانی اور سیلاب وہاں پر بکثرت پہنچتا تھا۔ لوگ اسے بار بار اپنے ہاتھوں سے چھوتے تھے چنانچہ ایک طویل عرصہ گزرنے پر لازمی تھا کہ اس پتھر کی طاقت کمزور ہو جاتی اور اس کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جاتی۔ نیز اس کے پھٹ جانے اور تلف ہونے کا اندریشہ لاحت ہوا چونکہ اسلام نے اس کی فضیلت کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے لوگ اس کو چونمنے اور چھوننے کے لئے ازدحام کرنے لگے حالانکہ ان کو ایسا کرنے کا حکم نہیں تھا اس لئے جب تک کسی مکان میں محفوظ نہ ہوتا لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا بنابریں اس کے اوپر مقصودہ بنایا گیا اور اس کی چوٹی پر گنبد بنادیا گیا مقام ابراہیم کا پتھر ایک کرسی پر تھا جس پر سکے کی تختیاں لگی ہوتی تھیں پھر 241ھ میں امیر المؤمنین محمد مستنصر بالله نے حکم دیا کہ سکے کی تختیاں اتار کر چاندی کی تختیاں لگائی جاتیں جیسا کہ ازرقی نے اخبار مکہ میں ذکر کیا ہے۔

ابن جبیر اندر لسی نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ (یہ سفر انہوں نے 578ھ میں کیا

تھا۔)

مقام ابراہیم کے اوپر ایک گنبد بنایا گیا ہے جو لوہے کا ہے اور چاہ زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ جب حج کے ایام آتے ہیں اور لوگوں کا ازدحام ہو جاتا ہے تو نکڑی

گنبد اتار کر لو ہے کا گنبد نصب کیا جاتا ہے۔ ابن فہد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن ہلال دولہ نے اس کے سونے کے جنگلے بناتے۔ یہ 728ھ کا واقعہ ہے۔ یہ جنگلے مقام ابراہیم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوتے تھے مهر 900ھ کو مقام ابراہیم کی پھٹت اور گنبد کی مرمت کی گئی۔ مهر 915ھ میں اس کی مرمت کی گئی۔ اس کی مرمت کا کام محمد بن عبد اللہ رومی کی قسمت میں آیا۔ اسے ملک اشرف نے مرمت کا حکم دیا تھا۔ پھر سلطان سلیمان خان نے بنایا پھر سلطان سلیمان خان نے اس کی تجدید کروائی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہ سلطان سلیمان وہی ہے جس نے مسجد حرام کے لئے سنگ مرمر کا منبر بنوا کر بھیجا تھا۔ جواب تک موجود ہے۔ پھر اس کی تعمیر 1001ھ میں ہوئی پھر سلطان مراد خاں نے 1039ھ میں اس کی تجدید کروائی۔ پھر آغا محمد کولار سلطان محمد بن ابراہیم خاں نے اس کا گنبد سونے کا بنایا اور اس پر زنگار نگ کے نقش و زنگار کتے۔ یہ کام 1072ھ میں ہوا۔ پھر جب مقام ابراہیم میں کچھ خرابی نظر آئی تو محمد بیگ نے 1099ھ میں اس کی تجدید کی۔ پھر ابراہیم بیگ نے تمام مقام ابراہیم کی تعمیر کروائی اور زینین پر سنگ مرمر لگوائے۔ پھر گنبد کا نقشہ تبدیل کیا اور اس پر زری کاری کی۔ نیز مقام ابراہیم کا پتھر مضبوط کیا گیا اور اس پر مزید چاندی لگائی گئی حضرت ابراہیم کے پاؤں کی جگہ کی تجدید کی گئی۔ اس پر سونا اور چاندی لگاتے گتے یہ 1112ھ کی بات ہے پھر محمد آقندی معمار نے مقام ابراہیم کے صندوق کو تبدیل کیا اور لکڑی کا بنایا پھر اس کی پہلی تختنیوں کو پاش کر کے چکدار بنایا گیا اور پہلی جگہ پر سیٹ کی گئیں۔ یہ کام 1030ھ میں ہوا پھر سلطان عبد العزیز عثمانی نے گنبد کو تقریباً 1-1/2 متر اونچا کر دیا اور مسجد حرام کی بھی مرمت کر دی۔ یہ 1279ھ کا واقعہ ہے۔

مہر تاریخ ازرقی۔ جو مطبعہ ماجدیہ کہ مکرمہ نے 1357ھ میں طبع کرتی ہے اس کی

چشمی میں حاشیے پر لکھا ہوا کہ

سود بن عبد العزیز[ؒ] نے 1225ھ میں ساتواں حج کیا۔ ابن بشر نے بیان کیا ہے کہ اس موقع پر سود بن عبد العزیز نے مقام ابراہیم کے گنبد کو اتار دیا اس وقت اس پر دونوں قدموں کے نشانات صاف صاف نظر آ رہے تھے اہل مکہ اور دیگر لوگ جو وہاں موجود تھے سب نے دیکھا۔ میں بھی دیکھنے والوں میں شامل تھا یہ ایک سفید رنگ کا مرین شکل کا پتھر تھا۔ اس کی لمبائی تقریباً ایک ہاتھ تھی۔ اس پر زرد رنگ کی تختیاں لگی ہوتی تھیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ سونے کی تھیں یا پتھل کی البتہ یہ کول شکل کی تھیں دونوں قدموں پر مٹی پڑی ہوتی تھی حالانکہ اس کے ارد گر و کہیں مٹی کا نام و نشان نظر نہیں آتا تھا جالی اور مقام ابراہیم کے پتھر کا درمیانی فاصلہ تقریباً چار انگشت تھا۔

ہمارے موجودہ زمانے میں یہ ایک تابوت میں محفوظ ہے۔ جس کے چاروں طرف پتھل کی جالیاں لگی ہوتی ہیں۔ اور پر کی طرف ایک نہایت خوبصورت گنبد ہے۔ ہمیں اس بات کا ہرگز علم نہیں کہ موجودہ شکل کا مقصودہ کس نے بنایا کیا یہ ابراہیم بیگ کی تعمیرات میں سے ہے جو اس نے 112ھ میں بنایا؟ یا سلطان عبد العزیز[ؒ] نے جو اہل عثمان سے تھے اس کا یہ گنبد بنایا یا ہوا ہے یا اس کے بعد بنایا گیا؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سود بن عبد العزیز نے جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔ 1225ھ میں مقام ابراہیم کا گنبد بنایا اس نے سابقہ پست کو برقرار رکھا ہے کے جنگلے اور جالیوں میں بھی کوئی تبدیلی نہ کی۔ اس نے تو صرف گنبد ہٹا کر مقام ابراہیم کے پتھر پر چھٹ ڈال دی اور لکڑی کا تابوت جو پتھر کے اوپر تھا سے دور کر دیا۔ باقی لوہے کے جنگلے اور پتھل کی جالیوں وغیرہ کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ واللہ اعلم بالصواب ایک قابل غور نکتہ۔

جب کوئی انسان عبادت الہی کرتے کرتے اواتل منازل کو عبور کر لیتا ہے تو اس کی عبادت نہ حور و علمان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر ہوتی ہے اور نہ شیشے اور چاندی

ہونے کے بنے ہوئے محلات اور انہار جنت میں، جن کا پانی دودھ سے زیادہ لزیز اور انگلیں سے زیادہ شریں ہے، اسے کوئی کھش اور جاذبیت نظر آتی ہے جنت کی خواہیں اس لئے نہیں کرتا کہ وہاں پر انواع و اقسام کی نعمتیں ہوں گی عیش و عترت کامان ہو گا۔ روح و قلب کو راحت اور تسکین پہنچانے کے لئے رنگ پر نمک کی نعمتیں ہوں گی اور آزادی کی نعمت عظیمی کا جامہ اس کے قد و فامت کے مطابق زیب تن ہو گا وہ صبح و شام کی صلوٹ مکتبہ کے بعد اور جوف اللیل میں اپنے نرم و گرم بستر سے الٹھ کر بارگاہ ریزدی میں سر لبجود ہو کر نہایت محبو و انکساری سے عذاب قبر اور دوزخ سے اس لئے پناہ نہیں مانگتا کہ یہ اذیت رسال ہیں، جاتے درد و کرب ہیں گوناگون مصائب کا مرکز ہیں اور ہر قسم کی دنیوی اور آخری نعمتوں کی وہاں پر بوجھی نہیں پہنچے گی بلکہ اس کی عبادت کا مقصد عظیم یہ ہوتا ہے کہ میرا خالق مجھ پر راضی ہو جاتے اس کی خوشنودی حاصل ہو جاتے صرف اس کی خوشنودی اور رضا جوئی کی خاطر کبھی نصف رات کے وقت جب تمام کائنات محو خواب ہوتی ہے بستر سے کروٹ علیحدہ کرتا ہے اور خلوت اور تنہائی میں اپنے ماں کے حقیقی کے آستانہ پر جمین نیاز جھکاتا ہے کبھی روز روشن میں ناداروں اور مفلسوں کی مالی اعانت کرتا ہے۔ اور ان کی دستکیری کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آتے دنیا میں انسان کے انسان

کبھی قوی اور ملی مسائل کی چیزیں گھوڑوں کو داکرنے کی خاطر اپنی عیش و عترت کو بالائے طاق رکھ کر مجاہدوں کی طرح اس میدان میں خم ٹھونک کر اتر آتا ہے۔ غرضیکہ اس کا وجود کلیتی رضاۓ الہی کے محور کے گرد گھومتا ہے۔ جب انسان اس اسٹیچ پر جاگریں ہوتا ہے تو اس کے اعضا سے بعض اوقات ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو عالم بشریت کے فہم ادرائک سے بالاتر ہوتے ہیں۔ چہلا۔ کم فہم اور شیطانی ہتھکنڈوں سے نا

آشنا لوگ ایسے شخص کو روایت بشریت میں ملبوس کرنا سو؟ ادب پر محمول کرتے ہیں وہ اسے کبھی ملکوتی صفات سے متصف کرتے ہیں اور کبھی تاج الوہیت اس کے سر پر رکھنے کو ادب و احترام تصور کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ غدار سیدہ انسان بجا ای بشریت دیکھ انسانوں کے مساوی ہیں ہاں البتہ خدا رسیدہ لوگ اللہ کے عبادت گزار بندے ہونے کی وجہ سے اپنا ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں مخلوق خدا کی نگاہیں انہیں عوت و احترام سے دیکھتی ہیں ہر کہ وہ ان کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے قلب میں عزم صمم پیدا کرتا ہے اپنے دین ضئیف کی خدمت لیتا ہے اور بعض اوقات اپنا وعدہ پورا کرنے کی غاطر شدید سے شدید ترین حادثات میں بھی اپنے بندے کے پاؤں میں لغزش واقع نہیں ہونے دیتا اپنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّمَا تَنْهَىُ اللَّهُ يَنْضُرُكُمْ وَيُبَشِّرُ أَقْدَمَكُمْ (محمد۔)

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو تمہیں ثابت قدمر کھے گا اور تمہاری دستگیری کرے گا۔

عوام انس اسے با فوق الفطرت عادت دیکھ کر غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بشریت کی فہرست میں ان کے نام کا اندرجان ان کی تدبیل پر محمول کرتے ہیں اور مقام الوہیت کے قریب تر کرنے کو ان کی عوت و احترام تصور کرتے ہیں چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فہمہ ابی داؤد کی مقدس اور ہرگز یہ ہستی میں شیطانی فریب خوردوں اور حقیقت سے نا آشنا لوگوں نے بعض صحیحات کو دیکھ کر آپ کو جنس آدم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کو نوری کے خطاب سے نوازا

اگر یہ لوگ اپنی فکری صلاحیتوں کو ہر دن کار لاتے اور اصل معاملہ پر تدبی و تفکر کرتے تو اس فریب میں ہرگز مبتلا نہ ہوتے سوچنے کی یہ بات ہے کہ با فوق الادراک واقعات ہر وقت کیوں ظہور پذیر نہیں ہوتے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم

غیب کلی ہے اور دوسرے الفاظ میں اللہ ہی کی طرح ”لا یخْفِی عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا
فِي السَّمَاءِ“ زمین و آسمان کی کوتی شے آپ سے پوشیدہ نہیں بلکہ آپ کو ہر شے کا علم ہے
تو ایک وقت خندق کھودتے ہوتے فرماتے ہیں کہ مجھے قیصر و کسری کی چابیاں دی گئی
ہیں اور دوسرے موقعہ پر نجاست والے جو تے سمیت نماز پڑھانا شروع کر دیتے ہیں
اور اتنا تے نماز حضرت جبراہیل علیہ اسلام آپ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور
نجاست کھش سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب حدیث
میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء تے امت سے جو افق
الادرارک واقعات کا ظہور ہوتا ہے وہ ابدی نہیں ہوتے بلکہ ہنگامی اور عارضی ہوتے ہیں
یا یوں کہہ سمجھتے کہ یہ ان کی مستقل صفت نہیں ہوتی بلکہ جب مشیت ایزدی ہوتی ہے تو
ان سے ایسے واقعات رونا ہوتے ہیں وہ اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے کوتی ایسا واقعہ
مرض وجود میں نہیں لاسکتے۔ مقام ابراہیم کا واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے کیونکہ اس
پتھر کے علاوہ کسی اور پتھر پر آپ کے قدموں کی نشانات نہیں ہیں اور نہ ہی ہمہ وقت
پتھروں کو موم کرنے کی ان میں وقت تھی ہاں جب خانہ خدا تعمیر کر رہے تھے اور خدائی
یاد گار بنانے میں مشغول تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس کام سے خوش ہو کر آپ
کی بھی یاد گار قائم کر دی کہ جس پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے خدائی یاد گار کی تکمیل کی
اس پر آپ کے قدموں کے نشانات بطور یاد گار باقی رکھے اور جب تک بیت اللہ
شریف کا وجود مسعود اس عالم رنگ و بویں باقی رہے گا اس وقت تک ابراہیمی یاد گار
یعنی مقام ابراہیم بھی باقی رہے گا۔

تو مقام ابراہیم پر حضرت ابراہیمؑ کے نشانات دیکھ کر یہ تصور نہیں کر لینا چاہیتے
کہ چونکہ طاڑ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں اس لئے ہم حضرت ابراہیم کو بنی نوع
انسان سے علیحدہ کوتی اور جس تصور کریں بلکہ یہ تو مسحیات ہیں اور ہر مسحیہ بر کو
پروردگار عالم کی طرف سے کوتی نہ کوتی مسحیہ اس کی حقانیت اور صفات کے لئے ضرور
لے الہ او اور، نیز رات کی تایل میں غانیہ ٹھنڈے کے دران بچکو آپ کی لختت مبارک پر ڈنگ مارتا ہے تو آپ کو اس مدن
لے جنہوں نے ہے (مشکوہ المصالح جلد دوم رائیں آر۔ الفلاح)

عطاؤ ہوتا ہے۔

کچھ لوگ اس کی حقیقت کی تہذیب نہ پہنچ سکے بلکہ اسے خلاف عادت تصور کر کے مسحیوں کا انکار کر دیا جس کے باعث جو ہر ایمان سے محروم ہو گئے۔ وہ ایمان جو انبیاء کا سرمایہ تھا جس کی وقت سے بزرگان دین نے بلند مراتب حاصل کئے اور جس کو غصب کرنے کے لئے شیطان ہمہ وقت خواہشات نفسی اور دیگر ہتھکنڈوں کو پہونچ کارلاتا ہے۔ لب سرمایہ ایمان کو اعمال صالح اور عقائد صیحہ کے حصار سے محفوظ رکھو اور دین الہی کی نصرت و اعانت کے لئے اپنے وجود کو وقف کر دو لب سرمایہ اُپ کے قدموں میں ہو گی شان و شوکت آپ کی لونڈی اور رعب و جلال آپ کے خدمت گار ہوں گے۔

مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ یعنی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھو آیت ہذا کے نزول سے قبل یہ جگہ معروف تمی لیکن یہاں پر کوئی نماز ادا نہیں کرتا تھا۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر آپ مقام ابراہیم کو جاتے نماز مقرر فرمادیں تو بہت ہی اچھا ہو گا۔ حضرت عمر کی تائید میں فوراً علام الغیوب کی جانب سے بذریعہ جبراہیل آپ کو پیغام ملا «وَاشْخُذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّى»

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم کے پاس خود دور کعت نماز ادا کی اور صاحبہ کرام کو بھی حکم فرمایا کہ حج کے موقعہ پر دیگر امور کے ساتھ مقام ابراہیم پر رکعت نفل پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ وہاں پر دور کعت پڑھنا حج کا ایک رکن ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

فَإِنَّمَا رُسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ فِي الْبَيْتِ سَبْعَةَ مَرَّاتٍ كَلْمَاتٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غانہ کعبہ کے سات چکر کاٹ کر مقام ابراہیم کے پاس دور کعت نماز پڑھی۔

ایک اور روایت میں ہے
ان رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُحَمَّدًا أَشْوَاطَ وَمُسْطَلَّ أَرْبَعًا حَتَّى إِذَا فَرَغَ عَدَّ الْمَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَهُنَّ خَلْفَهُ رَكْعَتَيْنِ لَهُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چکر کچھ تیز چل کر اور چار چکر عام چال چل کر پورے کئے طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور اس کے بیچھے کھڑے ہو کر دور کعتیں پڑھیں۔

تفسیر ابن کثیر جلد اول

چاہ زمزم

کتب حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر اور رفیقہ حیات کو حرم کی میں چھوڑ کر واپس چلے گئے اور مشکریہ میں پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ اپنے نور پشم کی تنگی اور بیویوں کی خلکی دیکھ کر پریشان ہوتیں پانی کی ملاش میں کوہ صفا پر چھیس چاروں طرف نظر دوڑاتی لیکن پانی کہیں نظر نہ آیا مہراں پہاڑ سے نیچے اتر آتیں اور وادی میں چلنے لگیں حتیٰ کہ کوہ مرودہ کے پاس پہنچ گئیں اس کے اوپر چڑھ کر ادھرا درد دیکھا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوتیں۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان بار بار چکر کاٹتی رہیں حتیٰ کہ سات چکر ہو گئے لیکن پانی کہیں نظر نہ آیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس فراتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہاجرہ کی سعی کے باعث لوگ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ گویا کہ صفار مروہ کا طواف کرنا حضرت ہاجرہ کی سنت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر کے اس سنت کو بقائے دوام کا جامہ پہنایا۔

جب ساتویں چکر پر حضرت ہاجرہ خاتوں نے مرودہ پر قدم ٹکاتے تو ان کے کانوں میں ایک صد اپنچھی۔ مہراںہوں نے مزید توجہ سے اس صدا پر کان لگاتے انہیں آواز آئی کہ تیرے پاس مدد کرنے والا موجود ہے۔ انہوں نے بچے کے پاس آ کر دیکھا تو حضرت جبریلؑ نے ایڈی مار کر پانی نکال دیا۔ حضرت ہاجرہ نے اس پانی کے ارد گرد منڈیر بنادی تاکہ دور تک نہ پھیل جاتے اپنے مشکریہ کو پانی سے بھرا جو پانی ختم ہونے کے باعث سکڑ چکا تھا یہ پانی کیا تھا یہ ایک چشمہ تھا جو بدستور جوش مار کر نکلتا ہا اور حضرت ہاجرہ کی منڈیر کو توڑنے کے قریب تھا جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو پانی

سے سے کہا "زمزم" یعنی ٹھہر جا ب پانی کا جوش مدھم ہو گیا اور چند منٹوں میں پانی باہر نکلنے سے رک گیا۔ لہ

تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرماتے اگر زمزم کے پانی کو چھوڑ دیتیں اور اس کو بند نہ کرتیں تو آب زمزم کا کنوں ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

اسلامی اور اسرائیلی روایات پر غور و فکر کرنے سے بالاتفاق یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کنوں خدا تے ذوالجلال نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکتوتے فرزند سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خاطر نکلا تھا۔ چنانچہ تورات کے کتاب پیدائش 21 باب میں درس 14 سے 20 تک یہ تمام واقعہ مذکور ہے کہ۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر کو چھوڑ کر واپس چلے آئے تو ان کے پاس پانی کا ایک مشکلیزہ تھا۔ 14 تب حضرت ہاجہ نے لڑکے تو ایک بھاڑی کے نیچے ٹھا دیا 15 خود اس کے سامنے ایک ٹیلے پر جائی گھیں اور جلا تیں 16 رو رو کر خداوند کریم کے سامنے دعا کی 17 تب خدا نے اس کی آواز سنی اور فرشتے نے آسمان سے پکارا اسے ہاجہ تجھے کیا ہوا۔ مت ڈرو۔ اس لڑکے کی آواز چہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی ہے۔ 18 اٹھا اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کر میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ 19 پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنوں دیکھا اور جا کر اسے پانی سے بھر دیا اور لڑکے کو پلا دیا۔ 20 اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔

چاہ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر کچھ وقت تک باقی رہا۔ پھر رفتہ رفتہ آندھیوں کے گرد و غبار کی وجہ سے یہ کنوں بند ہو گیا اور لوگ اس کے نام کو بھی بھول گئے۔ پھر دوسرا مرتبہ عبدالمطلب نے اسے کھودا۔

سیرت ابن ہشام میں حضرت علیؓ کی روایت سے چاہ زمزم کا واقعہ یوں مذکور ہے

کہ-

ایک رات عبدالمطلب محو خواب تھا اسی حالت میں ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ طبیبہ کھودتے عبدالمطلب کہتے ہیں میں نے اس سے دریافت کیا طبیبہ سے کیا مراد ہے؟ پھر اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ اگلی رات پھر میرے پاس آیا اور مجھے بہ کھودنے کا حکم دیا میں نے پھر سوال کیا بہ کا کیا مطلب ہے؟ تیری رات وہی آدمی پھر میرے پاس آیا اور اس نے مجھے مصونہ کھودنے کے لئے کہا میں نے اس سے مصونہ کی وضاحت چاہی لیکن وہ وضاحت کئے بغیر چلا گیا شہزادہ چہارم کو میں جب بستر پر لیٹا تو پھر ایک آدمی میرے پاس آیا اس نے مجھے چاہے زمرم کھودنے کے لئے کہا میں نے زمرم کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا پانی تاقیامت خشک نہیں ہو گا۔ اس کی برآتی اور مذمت کسی نہیں کی جاتے گی۔ اس سے حاجی لوگ پانی پہنچیں گے وہ گور اور خون کے نامین ہے سفید پروں والے کوے کی پونچ کے پاس ہے اور پھیونٹیوں کے بل کے بالکل نزدیک ہے جب عبدالمطلب صبح کو نیند سے بیدار ہوا اور حقیقت حال سے آگاہی ہوتی تو اس نے اپنے بیٹے حرث کو ساتھ لیا اور خود اپنے ہاتھ میں کدارا پکڑا اس وقت حرث کے سوا اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ دونوں باپ بیٹا کنوں کی کھدائی میں مصروف ہو گئے جب عبدالمطلب نے اپنے مقصد میں کامیاب دیکھی اور معلوم ہوا کہ کنوں یہیں ہے تو اس نے تکبیر پڑھی۔ قریش سمجھ گئے کہ اس نے گوہر مقصود پالیا ہے وہ اس کے پاس آتے اور کہنے لگے کہ یہ کنوں تو ہمارے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ اسلام کا ہے بنابریں ہمارا بھی حق ہے ہمیں بھی اس میں شامل کرو۔

عبدالمطلب نے ان کے مطالبے کو ٹھکرا دیا اور کہا یہ صرف میرے لئے مخصوص ہے قریش نے کہا انصاف کا گلا گھونٹنے کی کوشش نہ کرو اگر تم نے اس معاملہ میں ہمارے ساتھ تصفیہ نہ کیا تو بات بڑھ جاتے گی اور میدان کا رزار گرم ہو جاتے گا۔

عبدالمطلب نے کہا اچھا کسی کو بچ اور منصف تسلیم کر لو جو ہمارے نزاع کا فیصلہ کرے۔ قریش نے بنی سعد کی ایک کاہنہ کا نام تجویز کیا جو ملک شام میں سکونت پذیر تھی۔ عبدالمطلب نے اس کی تجویز پر یہ صاد کر دیا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب اور دیگر قریش نے کاہنہ کے پاس جانے کے لئے رخت سفر باندھار استہ میں لق و دق صحراء اور بے آب و گیا جنگلات واقع تھے۔ جب جاز اور شام کے مابین کتنی جنگل میں پہنچ تو پیاس نے انہیں بہت ستابا۔ کیونکہ ان کی چھالکیں اور مشکیزے پانی سے غالی ہو چکے تھے انہوں نے اور لوگوں سے پانی مانگا جوان کے ہمراہ فیصلہ سینے کے لئے جا رہے تھے لیکن انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا وہ کہنے لگے جس طرح تمہیں پانی کی ضرورت ہے اسی طرح ہم بھی اس کے محتاج ہیں اور ہمیں خدا اپنی جانوں کے سلف ہونے کا لنشہ ہے مھر عبدالمطلب نے ان سے پوچھا بتاؤ اب کیا کریں انہوں نے کہا آپ جو شورہ دیں گے ہم اس کو عملی جامہ پہنا تیں گے انہوں نے کہا کہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے لئے ایک گڑھا کھو دے کیونکہ اب تو گڑھا کھو دنا آسان ہے کھو دنے والے کی موت کے بعد اسی گڑھا میں اس کو دفن کر دیا جائے۔ یہاں تک جو ب سے آخر میں دائی اجل کو لیکی ہے گا صرف اس کی لاش مذاع ہو گی۔ ایک لاش مذاع ہونا تمام لاشوں کے مذاع ہونے سے بد رچا ہستر ہے چنانچہ سب المحمد کراپنا اپنا اٹا کھو دنے لگے۔ اور گڑھے کھو دنے کے بعد موت کا انتظار کرنے لگے۔

پھر حضرت عبدالمطلب نے اپنے رفقاء سفر سے کہا کہ اگر ہم موت کے انتظار میٹھے رہے تو زمین پر سفر کرنے سے قادر ہیں گے اور اپنی جانوں کی حفاظت کے لکھ نہیں کر سکیں گے ہستر ہے کہ یہاں سے رخت سفر باندھ لیں۔ کوئی عجیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی علاقے میں ہمیں پانی کی نعمت سے نوازے۔ چنانچہ اس تجویز طبقی تمام نے اپنی اپنی سواریوں کو تیار کیا اور ان پر زاد راہ باندھا اور چل پڑے حضرت عبدالمطلب کی اونٹنی اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے آب شیریں

نماودار ہوا۔ اس کو دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے اور ان کے ساتھیوں نے نمرہ تکبیر لگایا فرجت و شادمانی ان کے چہروں پر رقص کرنے لگی بھر تھام نے اپنی سواریاں وہیں بٹھا دیں اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور سواریوں کو پلا یا بعد ازاں اپنے خالی مشکریزوں کو بھی پانی سے بھرا اور باقی لوگوں کو بھی دعوت عام دی کہ آؤ پانی پیو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت کیا ہے چنانچہ تمام قافلے نے بمع سواریوں کے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا اور ان میں سے کوئی بھی پیاسا نہ رہا۔ بھر قریش کہنے لگے۔ بخدا اللہ نے ہمارے خلاف اور آپ کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا ہے اب ہم خدا تے ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ آئندہ آپ سے چاہ زمزم کے متعلق کسی متنازعہ نہیں کریں گے۔ یہ یقینی امر ہے کہ جس ذات نے آپ کو اس لق و دق صحرا میں پانی پلا یا ہے اس نے آپ کو آب زمزم سے نوازا ہے اب واپس چلتے آپ کی بات درست ہے اور ہم غلطی پر ہیں۔ چنانچہ تمام قافلے کا ہنسنے کے پاس جانے کے بجائے گھر کو واپس آگئیا لہ چاہ زمزم حجر اسود کے بالکل سامنے ہے۔ اس کا درمیانی فاصلہ چوبیس قدماً ہے۔ دیوار کعبہ سے چاہ زمزم تقریباً 32 گز کے فاصلے پر واقع ہے اس کا تمام اندرونی اور بیرونی حصہ سنگ رخام سے بنایا گیا ہے اس کی گولائی چالیس بالشت اور طول ساڑھے چار بالشت اور عمن سکیا رہتا ہے۔ اس کے اوپر روپ کی نالیاں ہیں ایک آدمی کنویں کے اوپر ہر وقت بیٹھا رہتا ہے اور ہر حاجی کے برتن میں پانی ڈالتا ہے اور جس نے نہاتا ہوتا ہے اسے کپڑوں سمیت نہلاتا ہے پانی کی سطح سے کچھ نیچے ایک جالی لگی ہوتی ہے تاکہ حاجیوں کے یوم میں اگر کسی کی کوئی چیز گر پڑے تو آسانی سے نکالی جاسکے اس کے ارد گرد نالیاں بنی ہوتی ہیں جو گرے ہوتے پانی کو دور دراز لے جاتی ہیں یہ نالیاں نہیں دوز ہیں اس کا دروازہ شرقی جانب ہے جو ہر وقت کھلا رہتا ہے رات دن کے جس حصہ میں بھی جاؤ اس کا دروازہ کھلا رہتا ہے بلکہ اب تو چاہ زمزم کامکان نہیں دووز بنایا گیا ہے اور نیچے جانے کے لئے سیر ڈھیاں بنی ہوتی ہیں حاجی لوگ زمزم کا پانی

پی کر واپس آکر سیر ہیوں پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے ہیں یہ مقام احباب دعا کا ہے اس مقام پر یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرُزْقًا وَاسِعًا وَشَفَاءً مِنْ كُلِّ دَارٍ قَطْنِيٍّ۔ تَغْيِيبٍ وَتَرْبِيبٍ
یا الْحَیٰ میں تجوہ سے فائدہ مند علم، وسیع رزق اور سہبیماری سے مندرستی کا سوال
کرتا ہوں۔

عربی کا ایک شاعر اس کی یوں مرح سراہی کرتا ہے۔

تبارکت انھار البلاد و سواتھما

و خصت بالملوحت زمم

یعنی دیگر چشمے اور نہیں میٹھے ہونے کے باعث قابل تعریف ہیں۔ لیکن زمم کی تعریف اس کے نمکین وصف سے بیان کی جاتی ہے۔

ماموں رشید کے عہد سلطنت میں اس چاہ کو کھود کر اور زیادہ گھبرا کر دیا گیارات دن پانی نکلنے کے باوجود اس میں گدلا پن یا کدو رت واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ ہمیشہ آسمانی کی طرح صاف اور شفاف رہتا ہے۔ لوگ ہر وقت اسے اپنی حوانج اور ضروریات میں استعمال کرتے ہیں شبانہ روز نکلنے کے باوجود اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہاں کے رہنے والے بیان کرتے ہیں کہ جمعرات کو اس کا پانی حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے صرف اس پانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ ایک برتن میں بند کر کے خواہ سال بھر رکھ چھوڑو اس میں نہ جالا لگے گا اور نہ اس کی ذاتی اور نگت میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی۔ فرنگی دانشوروں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ وہ اس کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ اس پانی میں پوٹاش، سوپڈا اور کبریت کافی موجود ہے۔ اس وجہ سے اس کے رنگ و بو بھی کسی کوئی تغیری و تبدل نہیں ہوتا۔ ہمیں اس بات پر سرت اور غوشی ہے کہ غیر مسلم بھی آب زمم کے اس اعجاز کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے سوا کچھ نہ کہہ سکے ۔

ذالک فضل اللہ یو تیہ من بیشاست۔

سقاۃۃ الحاج (حاجیوں کو پانی پلانے) کی خدمت زمانہ جاہلیت میں حضرت عباس[ؓ] کے سپرد تھی۔ عہد اسلام میں بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس منصب پر قائم رکھا۔ آج تک ان کی نسل کے لوگ اس منصب کو سنبھالے ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس[ؓ] کے اس فعل کی بہت تعریف فرمائی۔ فرمایا

اعملوا فانکم علی عمل صالح۔ ثم قال لولانا تغلبوا النزلت حتى اضع
الجبل على هذَا الْيَعْنَى عَالِقَةَ لَهُ

تم پانی پلانے کا کام کرتے رہو تمہارا یہ کام بہت اچھا ہے اگر لوگوں کے اڑاکام کا خطروہ نہ ہوتا تو میں خود نیچے اتر کر رہی اپنے کندھ پر رکھتا اور پانی نکالتا ۲۳ ہے جاہاڑ مزم کے اوپر جو آدمی پانی تقسیم کرنے کیلئے بیٹھا ہوتا ہے حاجی لوگ پانی پینے کے بعد اسے کچھ نقدی دیتے ہیں۔ جس سے وہ خوشی میں بچو لا نہیں سماںابعض لوگ دہلی پر اپنے بخل اور کنجوں کا انہمار کرتے ہیں۔ اور خدام کعبہ کو کچھ نہیں دیتے وہ کہتے ہیں، ہم تو سارا سال تمہارے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ کہاں ہماسے اسلامی بھائیوں کو زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف فرماتا کفر فیضہ حج کی ادائیگی سے اپنے اجسام کو فتن و فجور کی میل کچیل سے پاک و صاف کریں اور ہمارے لئے بھی ذریعہ معاش ثابت ہوں بعض معلوموں نے جماعت کرام کے گھروں پر آب زمزم پہنچانے کا انتظام کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک آدمی روزانہ مٹی کی صراحیوں میں پانی بھر کر حاجیوں کے مکانوں پر پہنچتا ہے ایسے آدمی کی حاجی لوگ روپیہ پیسہ سے کچھ خدمت کر دیتے ہیں جس سے وہ بہت خوش ہوتا ہے۔

لَهُ فتح البخاري جلد ۲ ۲۳ اب تو طوول و رسی کی ضرورت نہیں اس میں ٹیوب دیل لگا ہوا ہے اور رات دن پانی نکلتا رہتا ہے۔

زرم کے متنی کثرت کے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے
یقال ملائ زرم ای کثیر تے یعنی آب زرم زرم کے متنی بہت پانی کے ہیں
چنانچہ رات و نی ریح ہونے کے باوجود داس کے پانی میں کمی واقع نہیں ہوتی
بلکہ مجرمات کو معمول سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر زرم کی وجہ تسمیہ کچھ اور بھی بیان کی ہے جن کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں
شائعین حضرات ان کی مذکورہ بالا کتاب سے ملاحظہ فر سکتے ہیں۔

فضائل آب زرم :-

اے حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم فراتے ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے
میرے سینے کو چاک کیا تو آب زرم سے دھوایا (بخاری)
ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہ زرم کے پاس تشریف لاتے۔ دیکھا
کہ حضرت عباس ؓ کو پانی پلا رہے ہیں فرمایا
اعملوا فا نکم علی عمل صالح

تم آب زرم پلانے کا کام کرتے رہو کیونکہ یہ نیکی کا کام ہے۔
آب زرم کھڑے ہو کر پینا سنت نبوی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت
عبداللہ بن عباس ؓ سے مردی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں آب زرم کا پانی پیش کیا۔ آپ نے یہ پانی کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔ فتح

ابن حجر اس ص ۱۲۳ جلد ۲

حضرت ابوذر ؓ فراتے ہیں کہ میں کفار کے غلبہ اور ظلم و ستم کے باعث اسلام کا کھلم
کھلا اعلان نہ کر سکا میں نے پوشیدہ طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش جاری
رکھی اس کوشش میں میرا ایک ماہ صرف ہو گیا اس دوران میں میری غذا صرف آب
زرم تھی اس سے میرے جسم میں صرف و نقاہت کے بجائے خوب توانائی اور طاقت

آگئی ایک ماہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو ان پا سارا ماجرا اکہہ سنایا آپ نے فرمایا کیا تجھے اس بات کا علم نہیں کہ آب زمزم غذا بھی ہے صحیح مسلم جلد ثانی۔

آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جاتے وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے۔

ماز زمزم لاشرب لم له

یعنی زمزم کا پانی جس غرض کے لئے پیا جاتے وہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آب زمزم پیٹ بھرنے والی غذا ہے اور بیمار کے لئے شفا ہے (زمزم مبارکہ انماط عام طعم و شفاف سقماً)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں لوگ آب زمزم کو شباھ دسیراب کرنے والا) پیٹ بھر دینے والا کہتے ہیں (الترغیب والترحیب ص ۲۳۸

حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ

انہ قال لرجل اذا شربت من ما زمزم فاستقبل المکعبۃ واذ کر اسم اللہ وتنفس ثلاثاً وتفعل منخاً فاذ افرغت فاحمد اللہ۔ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن آیۃ ما یستاد بین النافقین لا یتفلعون من ما زمزم

انہوں نے ایک آدمی کو ہدایت کی کہ جب زمزم کا پانی نوش کرو تو قبلہ رخ ہو جاؤ اور اللہ کا نام لا اور تین سانس میں سیو اور غوب پیٹ بھر کر پہنچ پانی پینے سے فارغ ہو کر اللہ کی حمد و شناخت بیان کرو۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان خط اشتیاز کھینچنے والی یہی بات ہے کہ وہ آب زمزم پیٹ بھر کر نہیں پیتے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۳۸) سیو طی نے ابن ماجہ کے حاشیے پر اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ

وَفِي الزوائد هذَا السند صحیح وَرَجَالُهُ مُوثقونٌ

اسنی الطالب بحول ابن ماجہ و احمد سیو طی نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے این ماجرا جلد ۲ ص ۲۵۰۔ این امور فتح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۳ پر لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند کے عکار اوی تقریبیں ۳ ہے الترغیب والترحیب للمنذر ص ۱۳۸

یعنی مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہے۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے بہترین پانی آب زمزم ہے۔

امام شافعی، عبد اللہ بن مبارک، حافظ ابن حجر وغیرہم اپنے تجربات ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے جس غرض سے آب زمزم کو پیا بفضلہ تعالیٰ ہماری وہ غرض پوری ہوتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پانی نہایت مرغوب تھا۔

حاجی لوگ واپسی کے وقت آب زمزم پھٹوٹے چھوٹے ڈبوں میں بھر کر بطور تبرک اپنے ہمراہ لاتے ہیں آب زمزم امراض فکر کا تیر۔ ہدف علاج ہے خصوصاً در فکر کے لئے اس کی نفع نہیں ملتی آب زمزم کا ذاتی تاثر نہیں بلکہ قدرے نمکین ہے جیسے اس میں کوئی نمکیات کا اثر ہے اس سے کھانا خوب ہضم ہوتا ہے یہ اس قدر ہضم ہے کہ موڈا اور سفوف ہاضمہ اس کے سامنے ہیچ ہیں اگر پیش خالی ہوا اور بھوک لگی ہوتی ہو تو یہ غذائیت کا کام دیتا ہے اگر پیش بھر کر کھانا کھایا ہو تو یہ دوا کا کام دیتا ہے اور کھانے کو خوب ہضم کرتا ہے۔

عربی کا ایک شاعر اس کی یوں مدح سرایی کرتا ہے۔

تبارکت الْمَهَارُ الْبَلَادُ وَ سَوَّاحُ

وَخَصْتَ الْمَلْوَحَةَ زَمْزَمَ

یعنی دیگر پیشے اور نہیں میٹھے ہونے کا باعث قابل تعریف ہیں۔ یعنی زمزم کی تعریف اس کی تملکیں و صفات سے بیان کی جاتی ہے۔

مامون رشید کے عہد سلطنت میں اس چاہ کو کھود کر اور زیادہ گہرا کر دیا گیارات دن پانی نکلنے کے باوجود اس میں گدلا پن یا کدورت واقع نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ آہنیت کی طرح ماف اور شفاف رہتا ہے لوگ ہر وقت اسے اپنی حاجج اور ضروریات میں استعمال

کرتے ہیں شبانہ روز نکلنے کے باوجود اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہاں کے رہنے والے بیان کرتے ہیں کہ جمعرات کو اس کا پانی حد احتدال سے بڑھ جاتا ہے صرف اس پانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ ایک برتن میں بند کر کے خواہ سال بھر رکھ چھوڑو اس میں نہ جالا لگے گا اور نہ اس کے ذاتِ قدر نگت میں کوئی تبدیلی واقع ہو گی فرنگی دانشوروں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے وہ اس کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ اس پانی میں پوٹاش، سویڈا اور کبریت کافی موجود ہے۔ اس وجہ سے اس کی رنگ دبو بھی کبھی کوئی تغیری و تبدیل نہیں ہوتا ہمیں اس بات پر صرف اور خوشی ہے کہ غیر مسلم بھی آب زرم کے اس اعجاز کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے سوا کچھ نہ کہہ سکے۔۔۔۔۔

ذالاً وَ فضْلُ اللَّهِ يُوتَيْهُ مِنْ يَشَاءُ إِنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ حَمَّامَةً وَ تَخْبِرُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْجِلُهُ
یعنی حضرت عائشہ زرم کا پانی اپنے ساتھ لاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ہمراہ زرم کا پانی لایا کرتے تھے۔

حابی کو چاہتے ہے کہ جب چاہ زرم پر پہنچے اور پانی پیتے تو وہاں پر کشت سے دعا کرے کیونکہ یہ ان معالمات میں سے ہے جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اپنے پروردگار سے جاتی دعا کرے گناہوں کی معانی کا سوال کرے تو پہ کی قبولیت اور بلندی درجات کی دعا کرے نیز اپنے والدین، ہم بھائیوں اور دیگر مسلمان رشتہ داروں کے کے حق میں دعا کرے کیونکہ ان کے حق میں غائبانہ دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے ایسے مقام پر اپنے بھائیوں کو بھی یاد رکھیں۔

آب زرم کی فضیلت کے سلسلہ میں کافی احادیث موجود ہیں اور صحابہ کرام اسے تمام پانیوں سے افضل قرار دیتے تھے لیکن کسی صحابی نے اپنے کفن کا کپڑا آب زرم میں بھگو کر اپنے گھر میں بطور تبرک نہیں رکھا اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کے متعلق کوئی ارشاد فرمایا بلکہ سلف الحمیں میں سے کسی سے ایسا کرنے کا

ثبت ہرگز نہیں ملتا وہ تو صرف پانی پینے پر اکتفا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حاجی لوگ جو سفید لٹھائے کرائے آب زمزم سے دھو کر سکھا لیتے ہیں اور گھر آ کر لوگوں کو اس کا کفن دیتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے میت کی بخشش ہو جاتے اس کا کوئی ثبوت نہیں پھر آپ غور کیجئے کہ وہ پانی جس کا تبرک حاصل کرتے ہیں وہ تو دھوپ میں سکھانے سے اڑ جاتا ہے اور وہ کپڑا حصے پہلے تھا اسی حالت میں ہو جاتا ہے اب اس میں کونسا تبرک ہے؟ یہ ایک خام خیالی اور وہم ہے کیونکہ تبرک اور فضیلت تو اس کے پانی کا ہے اور وہ دھوپ سے اڑ چکا ہے اور اب اس میں کونسا تبرک رہ گیا ہے؟

آب زمزم اور منکرین حدیث

مذکورہ بالا احادیث پر غور کرنے سے یہ بات افہم من الشیش ہو جاتی ہے کہ آب زمزم نہایت متبرک ہے اس کی فضیلت محتاج بیان نہیں لیکن ہمارے ملک میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ہمہ وقت حدیث نبوی کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھدا نظر آتا ہے اور اپنے اوچھے ہتھیاروں سے اسے محروم کرنے کے ناپاک عزائم سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن پاسبان سنت نبوی ہمہ وقت اس کی پاسبانی اور نگہداشت میں مصروف رہتے ہیں جو نبی کسی طرف سے یہ بد باطن اور لا دین زمرہ سراطم ہاتا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ ان کی سرکوبی کے لئے جانشوار ان احادیث نبوی کو مامور فرماتا ہے۔
یریدون لیطفتو انور اللہ با فا ۝ حم و یابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خنده زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جاتے گا۔

چنانچہ سرسید احمد خاں کے زمانہ سے لے کر آج تک جتنے لوگوں نے انکار حدیث کی پھونکوں سے حدیث نبوی کی شمع فروزان کو ٹھیک کرنے کی کوشش ناتمام کی ہے تمام ناتمام رہے بالآخر نہیں اپنی شکست فاش کا اقرار کرنا پڑا سرسید احمد خاں صاحب کا

نام تو صرف اس لئے ذکر کیا ہے کہ متعدد ہندو پاک میں منکرین حدیث نے انہیں کے سایتہ عاطفت میں نشوونا پائی بلکہ واضح لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ اس بد طیعت گروہ کی داعی بیل انہیں کے ہاتھوں پروان چڑھی ممکن ہے کہ وقتی مصالح کے پیش نظر انہوں نے بعض احادیث سے پہلو تھی کی ہوا اور ان کا مقصد انکار حدیث نہ ہو لیکن انکی ذریت تو ہاتھ دھو کر حدیث نبوی کے پیچھے پڑ گئی ہے جس حدیث کو چاہا موصوع قرار دے دیا جو حدیث اپنے نفس کے خلاف دیکھی اس سے روگردانی اور انحراف کیا ہمیں ان لوگوں کے انکار حدیث سے تحجب یا حیرت کے بحراز غار میں نہیں ڈوب جانا چاہئے کیونکہ یہ کوئی نتی بات نہیں بلکہ

مسیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ صطفوی سے شرارِ بولی

بلکہ ان عقل کی اندوں پر تحجب اس لئے ہے کہ وہ اپنے زعم باطل میں سمجھتے ہیں بخادعون اللہ والذین آمنو لیکن ایسی کوئی بات نہیں "بلکہ وہ خود فربیسی میں بتلا ہیں" وایشرون یہ لوگ تواں لئے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے چند شرعی رسماں کی پابندی کر کے خدا تے ذوالجلال کی خوشنودی اور رضا حاصل کر لی اور جو احادیث نفس پر شاق گزرتی تھیں اور ان کی تعمیل ہر کس دنکس کے لب میں نہیں تھی بلکہ صرف وہی لوگ کر سکتے تھے جن کے دل ایمانی زیور سے آرامستہ تھے ہم نے ایسی احادیث کو درجہ صحت سے گردایا اور کہہ دیا کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں کیونکہ اس کے متعلق جتنی روایات مذکور ہیں تمام کی اسناد محروم اور مخدوش ہیں۔

ان لوگوں کو چاہئے کہ ٹھی کی آڑ میں شکار کھیلنے کے بجائے علانية طور پر سامنے آتیں اور دد بگی سے اجتناب کریں۔

دور بگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسرِ موسم ہو یا سنگ ہو جا

لیکن ایسا کرنے سے تو ان کا شش ختم ہو جاتا ہے کیونکہ سادہ لوح مسلمانوں کو دام تزدیر میں پھنسانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ منہ میں رام رام بغل میں چھری اگر اسلام کی چاشنی سے اپنے عقیدہ کے اندر اُن کو بٹھانہ کریں تو اسے کون کھاتے جن لوگوں کو اسی کی اصلیت کا علم ہوتا ہے وہ اس کی چاشنی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اسے بنگلا نفرت دیکھتے ہیں لیکن جو لوگ اس کے کڑوے کیلئے پھل سے بے خبر ہوتے ہیں وہ اس کی ظاہری شیرینی سے متاثر ہو کر اسے کام و ہن کی لذت بنانے کی خاطر اسے کھالیتے ہیں شاید آپ کو میری تحریر میں قدر سے تنقی محسوس ہو۔
لیکن یہ تنقی اور کڑواپن کوئی لا یعنی اور غیر مشمر نہیں بلکہ نہایت مشمرا دریتیجہ خیز ہے بنابریں میری تنق نوائی کو صبر و تحمل کے کانوں سے سینے۔

چمن میں میری تنق نوائی گوارا کر
زہر بھی کرتا ہے کبھی کار تر یاقی

اس زمرہ بد باطن نے فضائل آب زرم کا کلی طور پر انکار کر دیا چنانچہ ان کے بانی جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی نیت بد نہ تنقی اور ان کا مطلب انکار حدیث نہ تھا بلکہ ہنگامی مقتضیات کے پیش نظر وہ صحیحات کے انکار پر مجبور ہوتے تھے اور ایسی کتنی احادیث کو مو صنوع ضعیف اور غیر مستند کہنے کی جسارت کی چنانچہ خطبات احمدیہ کے صفحہ ۳۳۳ پر چاہ زرم کے متعلق اضمطراز ہیں اس کے پانی کے فضائل کے متعلق جور و ایات ہیں وہ سب بلند اور ضعیف ہیں اور اکثر مو صنوع ہیں حاجی جو زرم کا پانی چھوٹی چھوٹی زرمیوں میں بھر کر بطور تبرک ہندوؤں کی مانند دور دور لے جاتے ہیں اور سب لوگ بطور تبرک کے اس کو اپنے پاس رکھتے ہیں اس پانی کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور بغرض اٹھاڑ حب کھوٹے ہو کر پیتے ہیں اس کا اسلام میں کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ اور کنوؤں کا پانی ہے وہ بھی ولیما، ہی کنوؤں ہے۔

یہ تو اس فاضل اجل کا بیان ہے کہ جن کے متعلق عام خیال ہے کہ وہ بد باطن

نہیں تھے ان کی معمولی لغوش نے آخر کار فتنے کی صورت اختیار کر لی۔ فضائل آب زمزم والی احادیث کا ایک مرتبہ پھر غور سے مطالعہ کیجئے اور پھر اندازہ لگاتے ہے کہ موسس تحریک انکار حدیث نے احادیث نبوی کو کس بے دردی اور بے رحمی سے محدود کرنے کی ناپاک سیکی کتب صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں آب زمزم کے فضائل کی حدیثیں بکثرت موجود ہیں۔ صحیحین میں بھی ایسی روایات موجود ہیں۔ لیکن دور جدید کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے والے اس انسان نے ان پر موصوع ہونے کا الزام لگا کر قصہ تمام کر دیا اگر ڈبے میں آب زمزم بھر کر کوئی حاجی اپنے ساتھ لے جائے تو اس کے خیال میں یہ ہندوانہ رسومات ہیں اور اس کا کوئی تبرک نہیں۔ ان کے خیال میں دیگر کشوؤں اور اس کنویں کے پانی میں کوئی چیز مابہ الاتیاز نہیں۔ حالانکہ یورپین ساتھیان یہ دیکھ کر انگشت بدندال رہ گئے کہ اس کا پانی نہ سروتا ہے نہ اس میں جالا گلتا ہے اور نہ ہی اس میں بدو پیسا ہوتی ہے۔ اس کے مزے اور رنگ میں بھی کبھی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ مہینوں بند رہنے کے باوجود اس کی تاثیر بعینہ قادر رہتی ہے۔

یہ ہیں غیر مسلموں کے تاثرات جو آب زمزم کے متعلق انہوں نے بیان کے ہیں لیکن یہ مسلم اسلام اور وقتی تقاضوں کو اپنانے والا، دوسرے لفظوں میں ہوا کے رخ چلنے والا انسان فضائل آب زمزم والی احادیث کو مطلقاً نظر انداز کر دیتا ہے اور اپنے دماغ اور عقل سے یہ فیصلہ دیتا ہے کہ یہ کتوں بھی دیگر کشوؤں جیسا ایک کنوں

ہے۔

یہ تو ان کے رہبرا عظم کے خیالات اور نظریات ہیں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو بد طینتی اور ناپاک عوالم کے ہتھیاروں سے مسلح ہوں گے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر کتنی دلیری اور جمارت سے حملہ کریں گے۔ اللہ علام الغیوب بہتر جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں حدیث سے کس قدر بغرض و عناد

ہے۔

قیاس کن زہار من گلستان مرا

دور حاضر میں اس کی بآگ ڈور پرویز صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ بر ق صاحب ان کے مشیر اعلیٰ ہیں یہ وہی بر ق ہیں جنہوں نے دو قرآن اور دو اسلام تایف کر کے خرمنہ اسلام کو جلانے کی کوشش کی لیکن سنت نبویؐ کے پاسبانوں نے اس کا فوراً دفاع کیا۔ بنابریں اس کے ناپاک عزائم پروان نہ چڑھ سکے۔ مذکورہ کتب کے علاوہ اور بھی جو کتابیں اور لطیحہ پرویزی پارٹی نے شائع کیا۔ عاشقان سنت نبویؐ نے ان کے ایک ایک اعتراض کے کتنی کتنی مسکت جوابات دتے اور انہیں چیلنج کیا۔ حتاً تا بر حانم مگر کوئی جواب بن نہ آیا اور ذلت دندامت سے سرنگوں ہوتے پھر شیطانی وہی پا کر انکار حدیث کی تلوار لے کر کسی اور حدیث پر حملہ آور ہوتے مگر ان کے محافظاتے غافل اور سست الوجود نہیں کہ کوئی شخص حدیث نبویؐ کے شجر طوبی کو خواہ بیٹھ دین سے اکھاڑنے میں مصروف ہو جاتے اور ان کے قلوب میں ذرہ بھر تنشی نہ ہو وہ اتنے سخت ترین محافظ اور نگہبان ہیں کہ اگر کوئی مکار بساں غیر میں ملبوس ہو کر آتے تو ان کی نگاہیں فوراً بجانپ لیتی ہیں۔

بہر رنگ خواہی کہ جامہ مے پوش

من انداز قدت رامے شناسم

شاید منکرین حدیث کا بار بار تندر کرہ آپ کو گراں خاطر ہو لیکن الیما ہونا نہیں چاہئے کیونکہ جب وہ احادیث نبوی پر بار بار حملے کرتے ہیں تو ہمیں بھی ہر حملے کا ڈیفسن اور دفاع کرنے کا حق ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو یہ ہمارے صرف ایمان کی علامت ہے بنابریں راقم جب کبھی دیکھتا ہے کہ اس حدیث کو لشیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور اسے مورد طعن بنارہے ہیں تو ان کے دفاع میں وہاں پر کچھ تفصیلی بحث کر کے حفاظت حدیث کا حق ادا کر دیتا ہے۔ واللہ یہ دی من یشا۔ الی صراط مستقیم

الہ دو قرآن کے جوں ہیں دیوبند کے اکیل علم نے ایک قرآن کتاب لمحی جو بازار سے درستیاب ہو سکتی ہے۔
(ایس آر الفلاح)

توسیعات سعودیہ

سعودی حکومت جب سے برسا تھدار آتی ہے حرم کمی اور حرم مدنی پر کروڑوں اور اربوں روپیہ خرچ کر چکی ہے اور اب بھی اس کار خیر پر ہر سال کوتی نہ کوتی نیا منصوبہ بننا کر خرچ کر رہی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں سعودی حکومت کے آفس سیکرٹری کی رپورٹ درج کی جاتی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو سرزین عرب میں کم معظمه کی ایک وادی میں دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھا۔ اس کے علاوہ اس کے آس پاس کوتی عمارت نہیں تھی۔ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوتے اس کے پاس گھر بنانے سے ڈرتے تھے بدلیں وجہ انہوں نے اس سے دور گھاٹیوں میں اپنے گھر بنانے ہوتے تھے۔

خانہ کعبہ کے گرد عمارت

کتنی صدیوں تک یوں ہی کام چلتا رہا۔ یہاں تک کہ کم کی حکومت اور بیت اللہ شریف کی خدمت قصی بن کلاب کو نصیب ہوتی۔ اس نے لوگوں کو اس کے آس پاس عمارتیں بنانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے گرد و اترہ کی شکل میں تمام اطراف میں مکانات بنانے اور اس کے گرد بہت کم جگہ خالی رہ گئی آج کل یہ جگہ مطاف کے نام سے مشہور ہے۔

ظہور اسلام کے بعد بیت اللہ۔

مسجد حرام ان چھوٹی سی پیتاں میں محدود رہی یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے لئے بن کر مسیحیوں کے اور اسلام کافی پھیل گیا اسلام کو، آغوش میں آنے والوں کی کثرت ہوتی اور حاجیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔ چونکہ مسجد تینگ تھی اس میں تمام کامانہ مشکل ہو گیا۔ بنابریں مسجد میں کتنی مرتبہ اضافہ ہوتے چنانچہ مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے اپنے عہد حکومت میں اس میں اضافہ کیا۔

- 1- سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے 17ھ میں اس میں اضافہ کیا۔
- 2- پھر حضرت عثمان بن عفان نے 26ھ میں
- 3- پھر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے 65ھ میں
- 4- عبد الملک بن مروان نے 75ھ میں
- 5- ولید بن عبد الملک نے 91ھ میں
- 6- ابو جعفر منصور عباسی نے 137ھ میں
- 7- محمد مہدی عباسی نے 164ھ میں
- 8- معتمد بالله عباسی نے 271ھ میں
- 9- معتضد بالله عباسی نے 284ھ میں
- 10- مقتدر بالله عباسی نے 306ھ میں
- 11- ناصر الدین فرج بن بر قوق چراکی نے 807ھ میں
- 12- سلطان قاتیبلی نے 882ھ میں
- 13- سلطان سلیمان خان نے 972ھ میں
- 14- سلطان سلیم خان نے 980ھ میں

۱۵۔ پھر سلطان مراد خاں نے ۹۸۴ھ میں اس میں اضافہ کیا۔
 اس نے اپنے باپ سلطان سلیم خاں کی شروع کردہ تعمیر کی تکمیل کی تھی ان میں سے سب سے بڑا اضافہ محمد مہدی عباکی کے دور میں ہوا پھر جب سعودی حکومت کا دور آیا تو اس نے بیت اللہ شریف اور حرم شریف میں اس قدر توسعہ کی اور خرچ کیا کہ ایک اعلیٰ مشال قائم کر دی یہ اس کا اچھا کارنامہ تاقیامت باقی رہے گا۔

مسجد حرام کی پیਆش تو اسی حد پر ہی جو سلطان مراد خاں نے ۹۸۴ھ میں کی یہیں اس کے ارد گرد عمارت کا سلسلہ بند نہ ہوا حتیٰ کہ تمام اطراف سے مکانات اس کے ساتھ جا لے راستے منگ ہو گئے اور منگ گلیوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے حرم شریف میں جانے والے اور واپس آنے والے تکلیف محسوس کرنے لگے خصوصاً جو کے ایام میں ازدحام اور روش کی وجہ سے کافی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

سمیٰ کا قدیمی میدان۔

یہی حال سمیٰ کے قدیمی میدان کا تھا اس کے اور مسجد حرام کے درمیان خاص خاص عمارتیں واقع تھیں اور عرصہ طویل سے ایک راستہ بننا ہوا تھا اس کے ساتھ ساتھ دکانیں واقع تھیں ان میں مختلف اقسام کا سامان ہوتا تھا ان دکانوں کے اوپر کئی منزے مکانات تھے سامان فروخت کرنے والے اس میں گھومتے پھرتے تھے۔ اور اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے ان کے سامنے پیش کرتے تھے۔ عبادت گاہ اب بازار نظر آتی تھی۔ عبادت کرنے والے اور بیع شراء کرنے والے اکٹھے ہونے کی وجہ سے سخت ازدحام ہو جاتا تھا۔ سمیٰ کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی۔ لوگ بہت احتیاط سے سمیٰ کا کام کرتے تھے۔ کیونکہ ازدحام میں پھسل کر گرنے اور تصادم کا سخت اندیشہ تھا۔

مسجد حرام ایک طویل عرصہ تک اسی حالت میں رہی۔ کسی مسلمان بادشاہ یا امیر

نے اس کی توسعی و تجدید کے متعلق غور و فکر نہ کیا۔ حالانکہ اس کی تنگی اور تکلیف کا وہ خود مشاہدہ کر چکے تھے موسیم حج کے علاوہ عیدین کے موقعہ پر لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حج کے موسم میں ازدواج سے ڈرتے ہوئے اکثر لوگ گلی کوچوں میں دھوپ میں نماز ادا کرتے تھے۔

توسعی کا منصوبہ

جب سعودی حکومت کا زمانہ آیا تو سلطان عبد العزیز مرحوم و مغفور نے سب سے پہلے حرم مدنی کی توسعی کا حکم دیا اس سے فارغ ہو کر حرم کی کی طرف توجہ کی یہ 1375ھ کی بات ہے چند انجینئروں کی ایک میٹنگ ہوتی اور انہوں نے مختلف نقشے بنایا کہ شاہ کی خدمت میں پیش کئے اور یہ نقشہ پاس ہوا کہ وہ راستہ جو میدان سعی کو قلع کرتا ہے اور حرم شریف کے سامنے سے گزرتا ہے اسے نئی عمارت حرم کی میں شامل کیا جائے اور اس راستے کو صحن سے پہنچے ہٹایا جائے۔

چونکہ یہ راستہ سیلاب کی گزرگاہ اور حرم شریف کے دروازے سے حرم شریف میں داخل ہوتا تھا اس لئے اس سے بچاؤ کی خاطرا ایک اور گزرگاہ بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ جو توسعی حرم کی حدود سے باہر ہو۔ چنانچہ ۲۳ ربیع الثانی 1375ھ کو توسعی حرم کی کے کام کے ساتھ ساتھ راستہ تبدیل کرنے اور سیلاب کی نئی گزرگاہ بنانے کا کام ایک ہی وقت میں شروع کیا گیا اس سے پہلے مسجد سے مستصل مکانات کو منہدم کیا گیا۔ پھر بیرونی دیوار کی بنیادیں کھو دی گئیں تاکہ کافی توسعی ہو جاتے۔

چنانچہ 23 شعبان المظہم 1375ھ کو سعودی حکومت نے عمارت کی توسعی کا سنگ بنیاد رکھا اور اس موقع پر اسلامی مالک کے بے شمار مندوہ بین، سیاسی اور اسلامی یڈر اور حکومت کے خاص خاص لوگ اور بڑے بڑے عہدیدار شریک ہوتے۔

میدان سعی کی تفصیل

میدان سعی کا طول صفا سے مروہ تک اندر وہی حصہ 394-1/2 میٹر اور پہلی منزل کی بلندی 12 میٹر ہے دوسری منزل کی بلندی 9 میٹر ہے جدید میدان سعی کے آٹھ دروازے ہیں جو مشرقی جانب کے راستے میں واقع ہیں لیکن چھوٹی گور گاہیں میدان سعی کے ستونوں کے درمیان واقع ہیں۔ ان پر لوہے کے مضبوط جنگلے لگاتے گئے۔ ان کی تعداد 74 ہے

صفا کے اوپر چھت گنبد نامہ ہے اس کے اوپر ایک بینار ہے جس کا طول سطح زمین سے 92 میٹر ہے اور عرض 7 X 7 میٹر ہے۔

مسجد کے سات نتے بینار ہیں۔ ایک باب صفا پر دو باب ملک عبد العزیز پر اور دو باب عمرہ پر اور باقی باب اسلام پر ہیں یہ تینوں دروازے سب سے بڑے ہیں۔ نتی توسعی کے مطابق اب چھوٹے بڑے کل دروازے 51 ہیں ہر بڑے دروازے پر حاجیوں کو پانی پلانے کے لئے سبیلیں لگی ہوتی ہیں تاکہ حاجی چاہ زمزم پر ازدواج نہ کریں بلکہ چہاں سے پانی میر آتے پی لیں۔ نتی توسعی تین منزل تک مکمل ہو چکی ہے اور چوتھی بھی عنقریب مکمل ہو جاتے گی۔ حج کے موسم میں حاجی لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں۔

مسجد حرام کی تمام دیواریں سنگ مرمر اور مصنوعی پتھر کی بنی ہوتی ہیں ان میں بیل بوٹے اور نقش و نگار کا کام کیا گیا ہے حکومت سعودیہ کو اس بات پر خبر ہے کہ حرم کی کاتام پتھران کے ملک کا ہے کہ محظہ کے نزدیک بعض پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ان کو خوبصورت پتھروں کی شکل میں بنایا گیا ہے۔ اسی طرح مصنوعی پتھروں پر بھی عجیب و غریب نقش و نگار نظر آتے ہیں ان پتھروں کو خاص طرز پر بنانے کے لئے جدہ میں ایک کارخانہ ہے وہاں سے ٹرکوں پر ان کو لا یا گیا۔

مسجد کی سابقہ عمارت کو بعینہ قائم رکھا گیا اسے آثار قدیمه شمار کرتے ہیں۔ جلالۃ الملک فیصل شہید مرحوم کی کوششوں سے نتی اور پرانی عمارت کو تمام اطراف سے لا

دیا گیا ہے۔

حرام شریف کی پیattaش اب اس توسعہ کے بعد 190000 مربع میٹر تک پہنچ گئی ہے۔ گزشتہ زمان میں اس کی پیattaش 29127 مربع میٹر تھی اس پر 800 ملین سے زائد خرچ ہو چکا ہے اور اب مزید حکومت خرچ کر رہی ہے اور اپنے خوانے سے خرچ کرتی ہے کسی اور اسلامی ملک کو اس کام میں شریک نہیں کیا گیا اور نہ کسی کو شریک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے

مطاف

غانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے کی جگہ حاجیوں سے تنگ ہو جاتی تھی خصوصاً مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے پاس بہت دقت ہوتی تھی۔ چنانچہ مطاف کو وسیع کرنے کی غرض سے چاہ زمزم کی عمارت منہدم کر کے نین دوز بنائی گئی تاکہ مشرقی جانب سے کعبہ شریف کی عمارت نظر آتی رہے۔

مقام ابراہیم۔

جلالتہ اللہ فیصل شہید نے مقام ابراہیم سے سابقہ سرپوش اتار کر بلور کا صندوق بنوادیا اس پر لوہے کا مضبوط تالا لگوایا اس کا جنم چھوٹا کر دیا تاکہ مطاف میں توسعہ ہو جاتے اور حاجی لوگ اس پتھر کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکیں جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی دیواروں کو تعمیر کیا تھا نیزا پر حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشانات بھی دیکھ لیں۔ کیونکہ بعض جاج یہ سمجھتے ہیں کہ شاید حضرت ابراہیم یہاں مدفن ہیں۔

ماہ ربج 1387ھ کو سعودی حکومت کے اکابرین کی ایک میٹنگ ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ بلوری صندوق بناؤ کر مقام ابراہیم پر لگایا جائے چنانچہ شاہ فیصل شہید نے اس کام کو پایمنہ تکمیل تک پہنچایا منبر کو بھی اس کی جگہ سے ہٹا کر دور کھا گیا۔ اب مطاف

کافی دسیع ہے اور طواف کرنے والے آسانی سے طواف کر سکتے ہیں

حرم شریف کے گرد میدان اور پارک

اس بڑی تو سیع اور مختلف مالک سے حاجیوں کی موڑوں اور بلوں پر آمد و رفت کو مد نظر رکھتے ہوتے سودی حکومت نے کھلے میدان بنانا ضروری تھا اسکیا تک دہاں پر موڑیں کھڑی کی جاتیں چبکہ حاجی مناسک حج میں مصروف ہوں چنانچہ اس غرض و غایت کو مد نظر رکھتے ہوتے حکومت نے حرم شریف کے گرد میدان بنادیے نیز کچھ اور میدان بنانے کی خواہاں ہے تاکہ موڑیں اور بسیں وہاں پر کھڑی کی جاتیں حرم شریف کے راستوں پر نئے طریقے سے روشنی کا انتظام کر دیا۔

اب حاجیوں کے لئے زمین دوز راستے بن گئے ہیں جو کچھ ہیں یہ اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ حاجیوں کا موڑوں اور کاروں سے تصادم نہ ہو۔

وضو کے لئے ٹونٹیاں

وضو کے لئے متعدد مقالات پر ٹونٹیاں بنائی گئی ہیں کچھ زمین کی سطح سے اوپر ہیں اور کچھ نیچے ان پر حاجی لوگ وضو اور غسل کرتے ہیں۔

سرنگ

وادی ابراہیم کی جانب سے سیلاپ اور بارشوں کے پانی حرم شریف میں داخل ہوتے تھے بنابریں ان سیلاپوں کی روک تھام ضروری تھی۔ چنانچہ سیلاپ گزارنے کے لئے ایک سرنگ بنائی گئی جو میدان سعی سے شروع ہوتی ہے جو دار ارقم کے پاس ہے اور حرم شریف کے نیچے سے گزرتی ہوتی ملک عبد العزیز کے میدان سے گزر کر سفلہ تک پہنچ جاتی ہے اس سرنگ کا طول 2 کلو میٹر ہے اور عرض 4 تا 6 میٹر ہے ایک اور سرنگ حرم کی عمارت کے نیچے بنائی گئی ہے یہ باب اسلام سے

شروع ہوتی ہے اور میدان باب ملک میں جا کر بڑی سر نگ سے جاتی ہے۔

اذان کہنے کے مقامات

باب ملک عبدالعزیز پر 2 باب عمرہ پر 2 باب اسلام پر 2 صفا پر ایک ہے کل تعداد سات ہے۔

زمانہ صحنی میں حرم کمی کے دروازوں کی تعداد 9 تھی اب کل تعداد 50 ہو چکی ہے

 سی کے میدان میں باب اسلام کے پاس 4 علاقہ، جیاد میں 5

 باب ملک میں 3

 باب عمرہ میں 3

 باب ملک اور عمرہ کے درمیان 6

 باب عمرہ اور باب اسلام کے درمیان 6

 باب اسلام کبیر میں 3

 باب اسلام صغیر میں 1

 سی کے میدان میں 10

صفاو مرودہ

بیت اللہ شریف کے قریب دو پہاڑیاں ہیں جو آج کل برائے نام باقی ہیں کیونکہ دامن شہر میں واقع ہونے اور امتداد زمانہ کے باعث اب ان کا صرف نام ہی باقی رہ گیا ہے صفا وہ پہاڑی ہے جہاں پر حضرت ابراہیمؑ اپنے گدھے اور نوکر کو چھوڑ کر حضرت اسماعیلؓ کو لے کر آگے بڑھے تھے مرودہ وہ پہاڑی ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام اپنے اکلوتے فرزند کو راہ خدا میں قربان کرنے کی غرض سے لے کئے تھے اور گردن پر بھری چلا دی تھی پھر فرشتہ کی آوازن کر رک گئے۔

صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے جب تنگی ب کے باعث بے قراری کا اٹھار کیا تو حضرت ہاجہ خاتوں اپنے لخت جگر کے لئے پانی کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑیں کسی صفا پر آتیں اور کبھی مردہ کا رخ کرتیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مضطربانہ حرکت کو دیکھ کر حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے پاؤں کے تھے آب زمرم نمودار فرمایا اللہ تعالیٰ کو ان کی صفا مردہ پر سعی پسند آتی اور آئندہ کے لئے بطور یادگار ان کے اس فعل کو برقرار رکھا بلکہ ارکان حج میں شامل کر دیا چنانچہ اب ہر حاجی کو حکم ہے کہ صفا و مردہ کے درمیان سعی کرے۔ ان کی سعی کا تیتجہ ہے کہ صفا و مردہ ان مقالات سے بن گئے جو اجابت دعائیں مخصوص ہیں چنانچہ حاجی لوگ دونوں پہاڑیوں پر چڑھ کر خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔

دیگر ارکان حج کی طرح صفا و مردہ کے طواف کے متعلق بھی لوگوں میں مختلف خیال پیدا ہو گئے تھے ایک گروہ نے ان کے طواف کی رسم کو مٹا دیا تھا ان کے مقابلہ میں منات کا احرام باندھتے تھے یہ بت مقام مثل پر نصب کیا ہوا تھا گروہ ثانی خانہ کعبہ کے طواف کے ساتھ ساتھ صفا و مردہ کے طواف کو بھی لازمی تصور کرتا تھا۔ جب اسلام آیا اور اس نے رسومات جاہلیت کے تاریخ بدھیر دتے تو صحابہ کرام کے قلوب میں یہ دہم پیدا ہوا کہ چونکہ صفا و مردہ کا طواف دور ہیلت کا ورثہ ہے اس لئے ممکن ہے کہ ان کا طواف بھی گناہ اور معصیت کا کام ہو چنانچہ بعض صحابہ کرام نے اس شک و شبہ کے ازالہ کی خاطرؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا صفا و مردہ کا طواف کرنے سے گناہ تو نہیں ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا۔^{۱۶}

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَّاتِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ أَعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَيَطْوِفَ بِهِمَا

(البقرہ ۱۹)

صفا و مردہ شعائر الہی میں سے ہیں جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو ان دونوں کے طواف کرنے پر اسے کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

صفاوہ ہی پھاڑی ہے جس پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو تبلیغ اسلام کی تھی اور ابوہب لعنة اللہ اور دیگر رؤسا۔ قریش سخت برہم ہو کر والپس چلے آتے تھے اسی صفا کو سونے کا پھاڑ بنانے کا قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبه کیا تھا۔

متوطاماً مالک میں ایک روایت مذکور ہے جس کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قربانگاہ یہ ہے اور مکہ کی تمام پھاڑیاں اور گھاٹیاں قربان گاہ ہیں۔

قرآن پاک کی بعض آیات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ
ثُمَّ مَحْلًا إِلَى الْبُيْتِ الْعَتِيقِ (الحج ع ۳۴)

پھر قربانی کے جانوروں کی جگہ بیت اللہ شریف ہے
دوسری جگہ فرمایا

هُدَيَا بِالْغَاةِ الْكَعْبَةِ (المائدہ ع ۱۲)

کہ ایسی قربانی جو خانہ کعبہ میں پہنچے

مردہ چونکہ خانہ کعبہ کے بال مقابل اور قریب واقع ہے اس لئے یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے متعارض نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان دونوں آیات کی تشریع کرتی ہے کہ خانہ کعبہ سے مراد یہاں مردہ ہے کیونکہ خانہ کعبہ کے اندر جانوروں کو ذبح کرنا قرین قیاس نہیں اور نہ حکم الحاکمین کی مشتبیت کا یہ تقاضا ہے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے پاس قربانی کی چلتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام کی تعین فرمادی۔

البته یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام میں قربانیاں کیا کرتے تھے۔ مردہ کے پاس نہیں کیا کرتے تھے۔ کیا مسلمانوں کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا علم نہیں تھا؟ یا (نحوہ بالش) افعال شریعت میں وہ اپنے طور پر رد و بدل کر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک فہم و ادراک کا طائر پرواز کر سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالادنوں و جوہات صحیح نہیں۔ بلکہ ایسا کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ حج کے موقعہ پر کافی اشدحام ہو جاتا تھا اور دور دراز سے لوگ قربانیاں لے کر آتے تھے۔ اگر تمام حاج مرودہ پر قربانیاں کرتے تو جنگ وجدال کا خطرہ تھا کیونکہ مرودہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ اور ہر آدمی اپنی قربانی اس پر دینے کی کوشش کرتا۔ بنابریں رحمۃ للعلمین نے مسی کے پاس جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، قربانی کرنے کا حکم فرمایا تاکہ قربانی کرتے وقت کوئی لڑائی جھکڑا پیدا نہ ہو۔ چونکہ مرودہ ایک تاریخی مقام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے اسے قربان گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی یہ مقام کافی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے ہر مذہب کے لوگوں نے اس کے متعلق ایسی روایات بنالیں جوان کے مسلک اور مذہب کی موید تھیں۔ چنانچہ یہود سیام عام طور پر یہ شہر ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہیئت کھانا تھا۔ عیسیٰ یوسف نے اس کے متعلق یہ شہر کر دیا کہ موریا (مرودہ) وہ جگہ ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تختہ دار پر لٹکایا گیا تھا۔ لیکن یہ دعویٰ سراسر غلط ہے۔ خود یورپیں محققین نے ان دعووں کی تغفیط کر دی ہے۔

چنانچہ سراسٹالی ایک بلند پایہ یورپیں مورخ لکھتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح کے وقت اپنے خیے سے نکل کر اس مقام پر گئے جہاں خدا نے ان کو حکم دیا تھا۔ لیکن یہ موریا کا پہاڑ نہیں ہے۔ جیسا کہ یہود کا دعویٰ ہے۔ یہ عیسیٰ یوسف کے خیال کے مطابق قبر مقدس کے گرجا کے پاس ہے۔ یہ قیاس تو یہودیوں کے قیاس سے بھی بعید ہے اور اس سے بھی بعد مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ جبل عرفات ہے۔ غالباً یہ مقام جریزیم کے پہاڑ پر ہے اور وہ قربان گاہ کے

مشابہ مقام ہے۔ ۱۷

سراسٹانی نے یہود و نصاریٰ کے دعووں کو صریح الفاظ میں باطل کر دیا اور مسلمانوں کے دعے کو باطل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کامنہ دیکھنا پڑا۔ کیونکہ جبل عرفات کو نہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے قربان گاہ بنایا اور نہ کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے متعدد فرقوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے نزدیک قربان گاہ مسی ہے۔ بنابریں مسلمانوں کے دعے کی تقدیط ثابت نہیں ہوتی۔

درachi مروہ کے تعین میں جو اختلاف رونما ہوا ہے اس کی وجہ الفاظ کا مختلف ہونا ہے۔ چنانچہ بعض کتب میں لفظ موریا آیا ہے۔ کسی نے اس کے وصفی معنے سمجھ لئے اور کسی نے اسے کسی مخصوص جگہ کے لئے خاص کر لیا۔ چنانچہ بعض نے اس کا ترجمہ بلوطات عالیہ سے کیا۔ بعض نے اس کے معنی بلند زمین کہے ہیں۔ بعض متزمین نے اسے مقام الرویا سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصل لفظ مربیا ہے۔ اس سے موریا بن گیا اور اہل عرب نے اسے مروہ کے نام سے تعبیر کیا۔ چنانچہ مورہ کی نسبت تورات میں صاف ذکر ہے کہ عرب میں واقع ہے۔

وَكَانَ الْجَيْشُ الْدِيَانِيُّ شَاهِمًا عِنْ شَاهِمٍ عِنْ دَلٍ مُورَةً فِي الْوَادِيِّ ۗ

اور مدیانیوں کی فوج شمال کی جانب مورہ کی پہاڑی وادی میں تھی (یہ عرب میں واقع ہے)۔

ان تمام واقعات کو پیش نظر کھ کر غور و فکر کیا جاتے تو یہ بات اذعان اور یقین کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے کہ مروہ پہاڑی مکہ معظمہ میں واقع ہے اور یہ لفظ مروہ ہی ٹھیک ہے۔ دیگر کتب میں جو مختلف نام آتے ہیں وہ اس کے بگڑے ہوتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے چہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے نور چشم اور لخت جگہ کی قربانی دی تھی۔ اسی مقام پر حضرت ہاجرہ نے سعی کی تھی اور تمام مسلمانوں کو ان

دونوں پہاڑوں کے مابین سعی کرنے کا حکم ہے۔ اساف اور نائلہ کے بت اسی جگہ
نصب کئے ہوتے تھے۔

اب صفا اور مروہ کا درمیانی میدان مسقف ہے۔ سعودی حکومت نے یہ کام جاج
کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جب پہاڑیوں کے درمیانی میدان پر چھٹ نہیں
تھی تو موسم گرامیں حاجیوں کے لئے صفا و مروہ کی سعی نہایت مشکل ہوتی تھی۔ جلتے
ہوئے پتھروں پر چلتا کسی دل گردے والے کا کام تھا اس لئے سعودی حکومت نے
اس پر چھٹ ڈال کر جاج کے لئے سہولت پیدا کر دی۔ بلکہ اب تو اس چھٹ کے اوپر
ایک اور چھٹ بھی بناتی جا چکی ہے۔ تاکہ کچھ جاج صفا و مروہ کی پہلی چھٹ کے اوپر
سعی کریں۔ کیونکہ اس صورت میں سعی کرنے والوں کا اثر دھام نہیں ہوتا اور جاج
آرام اور سہولت سے صفائی مروہ کی سعی کا کام تمام کر لیتے ہیں۔ سعودی عرب کا یہ
اقدام نہایت قابل تحسین ہے۔

بیت اللہ شریف کی پاسبانی

یہ توکوئی شبہ والی بات نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ملک عدم کی طرف
رحلت کر جانے کے بعد تولیت کعبہ کا شرف آپ کے بیٹے نابت کو حاصل ہوا۔ اس کی
وفات کے بعد اس کا نانا مضاف بن عمرہ کعبہ شریف کا متولی ہوا اور عرصہ دراز تک بنو
جرہم کے خاندان کا اس پر قبضہ رہا۔ پھر ایک وقت آیا جب کہ خزانہ نے بنو جرمہ
سے جنگ وجدال کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بالآخر کعبہ شریف پر اس کا قبضہ ہو گیا اور بنو
جرہم خانہ خدا کی تولیت سے محروم کر دیتے گئے۔ اس سانحہ دل قگار کو مضافیوں بیان
کرتا ہے۔

نَحْنُ وَلَا أَنَا الْبَيْتُ بَعْدَ نَابِتٍ
نَطْوَفُ بِذَاكِ الْبَيْتَ وَالْأَمْرُ غَاءِرٌ

فاخر جنا اللک منحا بقدرة

کذاں کے بین انس تحری المقادر لہ
نابت کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت کا شرف سب سے پہلے ہم کو حاصل ہوا اور یہ
کوتی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ہم اس گھر کا طواف کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب اللہ
مالک نے ہم کو ہاں سے نکال دیا اور تقدیر آدمیوں پر اسی طرح وارد ہوتی رہتی ہے۔
کچھ عرصہ کے بعد بنی ہم اور بنی اسماعیل نے آپس میں اتفاق و اتحاد کر کے
بنو خزاعہ کو میدان مبارزت کے لئے للاکارا۔ چونکہ ان کے اتحاد و اتفاق کی اساس کافی
مشتمل تھی اس لئے بنو خزاعہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے بلکہ شکست خورده ہو کر بھاگ گئے
اور مکہ پر بنو جرمہ اور بنو اسماعیل کا قبضہ ہو گیا۔ پھر ایک وقت آیا جبکہ بنو بکر اور
بنو خزاعہ نے متفق ہو کر مکہ محظمه پر قبضہ کر لیا اور بنو جرمہ کو بیک بیٹی و دو گوش
ہاں سے نکال دیا۔ عمرو بن الحی بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ آہستہ آہستہ کعبہ کی
تولیت مکمل طور پر اس کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں ہبل
بت رکھ کر بیت اللہ شریف کو صنم کر دیا تبدیل کیا۔ پھر قصی بن کنانہ نے تولیت
کعبہ شریف کی خاطر بنو بکر اور بنو جرمہ سے سخت ملنگی۔ بالآخر کامیابی نے اس کی
پاپوی کی۔ بنو بکر اور بنو جرمہ کچھ وقت تک من امنی کا رروایتیاں کرنے کے بعد کہر کے
پا دلوں کی طرح شکست خورده ہو کر غائب ہو گئے۔ قصی کے بعد اس کا بیٹا عبد الدار اس
منصب پر قائم ہوا۔ بعد ازاں یہ سعادت خاندان قریش کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں
ہوتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد خلافتے
رائشیں نے اس عہدہ کو پوری امتیازی سے سرانجام دیا۔ پھر سلطنت ججاز کی باغ ڈور
جس کے ہاتھ میں آتی اس نے مذکورہ بالا عہدہ جلیلہ کے فرازیں کی ادائیگی میں کبھی
تفاہل اور تسابل سے کام نہیں بیا۔

آج کل جلالۃ اللک فہد بن عبد العزیز آل سعود اطال اللہ بقدرہ و متع اسلمین

الموحدين بوجودہ کشیرا۔ کی زیر نگرانی سب کام ہو رہا ہے۔ سعودی حکومت کا ہر فریاز و اپنے آپ کو خادم الحرمین کہتا ہے بلکہ شاہ فیصل مرحوم کو کوئی شخص جلالۃ الملک کے الفاظ سے خطاب کرتا تو اس پر ناراض ہوتے اور اسے ہدایت کرتے کہ مجھے خادم الحرمین کہا کرو کیونکہ میں حرم ملکی اور حرم مدنی کا خادم ہوں اور اس سے زیادہ معزز لقب میرے نزدیک کوئی نہیں۔ شاہ فہد نے بھی جامعہ امام سعود ریاض کے طلبہ کو خطاب کرتے ہوتے فرمایا مجھے جلالۃ الملک کے بجائے خادم الحرمین کا لقب زیادہ پسند ہے۔ اب تولیت کعبہ کا شرف آہل سعود کو حاصل ہے اور یہ اپنے فراتض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے رات دن حرم ملکی اور حرم مدنی پر اپنی دولت اور سرمایہ خرچ کر رہی ہے اور حاجج کرام کے لئے ہر سال بہتر سے بہتر سہوتیں اور آسائش مہیا کرنے کے لئے کوشش ہے۔

بیت اللہ شریف میں بتول کی آمد

اگر صرف عقل کو مد نظر رکھتے ہوتے روایات پر نظر کی جاتے تو تمام احادیث جو بیت اللہ شریف میں بت پرسنی کے متعلق ہیں غلط اور درجہ صحت سے گردی ہوتی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس و سبع میدان کو رخش عقل پر سوار ہو کر طے کرنا ناممکن ہے۔ عقل اس بات کو کبھی باور نہیں کر سکتی کہ بیت اللہ شریف کسی وقت بیت الاصنام بن جاتے۔ وہ خدا جو ابرہمۃ الاشرم جیسے شاہ زور حکمرانوں کو اپنی شخصی سی مخلوق ابایل کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے وہ اپنے مقدس گھر کو بتول کی آلوگی اور نجامت سے بھی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مگر چونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معظمه کو فتح کیا اور خانہ خدا کا دروازہ کھولا تو اس میں تین سو سالہ بت پڑے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجددی کی نوک سے انہیں گراتے جاتے تھے اور زبان مبارک پر یہ ورد جاری تھا۔

فُلْ جَارِ الْحَقٌّ وَزَحْقَ اُبَدِ طَلْعٍ اِنَّ اُبَدِ طَلْعَ كَانَ زَحْقًا۔ (بُني اسراتيل)

آپ بتا دیجئے کہ حق آچکا ہے۔ باطل را فرار اختیار کر چکا ہے (حق کے مقابلہ میں، باطل کسی ٹھہر نہیں سکتا۔

اس لئے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ خانہ کعبہ کسی زمانہ میں صنم کہہ بنارہا ہے۔

اگرچہ بت پرستی کا روایج حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا تاہم خانہ خدا بتوں کی گندگی سے محفوظ رہا۔ حتیٰ کہ عمرو بن الحی خانہ کعبہ پر قابض ہوا۔ اس نے اپنے دور میں خانہ کعبہ میں بت لائے کہ مثابہ بنادیا۔ عمرو کا اصل نام ربیعہ بن حارثہ تھا اس کا خاندانی تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا۔

روض الانف شرح سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے رسول پاک کی زبان مبارک سے سنا آپ نے اکثر بن جون خراغی سے پوچھا کہ تم نے عمرو بن الحی کو دیکھا ہے؟ وہ دوزخ کی آگ میں اپنی آنتوں کو جو پیٹ سے باہر نکلی ہوں گی کھینچتا پھرے گا اور اس کی شکل و شبہت تم سے بہت مشابہ ہے۔ اکثر نے پریشان ہو کر آپ سے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول کیا اس کی مجھ سے مشابہت میرے لئے نقصان دہ تو نہ ہو گی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ تمہارے ایمان میں کوئی شک نہیں اور اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت اسماعیل کے دین میں تغیر و تبدل کیا اور بتتوں کو خانہ کعبہ میں لا کر نصب کیا۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ حام و غیرہ سب کاموجد یہی تھا۔ یہ ملک شام سے اپنے ہمراہ کچھ بت لایا۔ اس نے اہل شام کی زبانی سنا تھا کہ بت بہت کار آمد اور مفید ہیں۔ جب بارش نہ ہوتی ہو تو ان کی عبادت سے بارش بر سنبنے لگتی ہے۔ اسی طرح دیگر حاجات کے موقع پر بھی یہ اپنے عابدوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ مصائب اور تکالیف کے کوہ گراں ان کی عبادت سے دھو تیں کی شکل میں

تبديل ہو جاتے ہیں۔ ان وجوهات کی بنابر عمر و بن الحبیبی اپنے ہمراہ ایک بست لایا اور اسے خانہ خدا میں نصب کر کے لوگوں کے سامنے اس کے کرنے سے بیان کئے اور بتایا کہ انسان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے وقت ان سے بڑھ کر کوئی کام نہیں آتا۔

چنانچہ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ

ایک دفعہ عمر و بن الحبیب کے سے ملک شام کی طرف گیا۔ جب علاقہ بلقہ میں ایک بستی ماب میں اپنی کسی ضرورت کے لیے گیا۔ اس زمانہ میں وہاں پر عالقة حکمران تھے۔ تو اس نے انہیں بتوں کی پوجا کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا ان بتوں کا کیا معاملہ ہے جن کے آگے تم سر جھکاتے ہو؟ انہوں نے بتایا ہم بتوں کے سامنے جبیں اس لئے جھکاتے ہیں کہ جب ان سے بارش طلب کرتے ہیں تو یہ فوری طور پر ہماری دستگیری کرتے ہیں۔ عمر و بن الحبیب، یہ سن کر، کہنے لگا کہ ایک ایسا بابت مجھے بھی دے دو تاکہ میں اسے عرب کے علاقہ میں لے جاؤں اور اہل عرب اس کی پرستش کریں۔ چنانچہ انہوں نے اسے ایک بت دیا جس کا نام ہبل تھا۔ وہ اسے کہ میں لے آیا اور خانہ کعبہ میں نصب کر دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خزینہ بن مردکہ نے ہبل بت کو خانہ کعبہ میں نصب کیا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ انسانی شکل کا تھما اور یاقوت الحمر کا بنا ہوا تھا۔ ہبل کے سامنے ہر وقت تیر پڑے رہتے تھے کچھ ایسے تھے جن پر "نعم" اور کچھ ایسے تھے جن پر "لا" لکھا ہوا تھا۔ اہل عرب جب کوئی اہم کام کرنا چاہتے تو ہبل کے پاس جا کر تیروں سے قرعہ اندازی کرتے اگر "نعم" والا تیر ہاتھ میں آتا تو کام بڑے شوق سے کرتے اور سمجھتے کہ اس میں ہماری کامیابی ہے۔ اگر بد قسمتی سے "لا" والا تیر ہاتھ میں آ جاتا تو جس کام کو کرنے کے لئے تیار تھے اس کا ارادا ترک کر دیتے اور یہ سمجھتے کہ اگر یہ کام کیا تو ہمارے لئے موجب زیان ہو گا۔

ہبل کے علاوہ خانہ کعبہ میں اور کتنی بت تھے۔ بعض روایات کے مطابق اس میں 360 بتر کئے ہوتے تھے۔ جن کی سہ وقت پوجا ہوتی تھی۔ ان میں د مشہور بست اساف اور نائلہ بھی تھے۔ یہ چاہ زمزم کے پاس نصب شدہ تھے۔ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اساف اور نائلہ کے متعلق ہم ہمیشہ سنتے رہے ہیں کہ وہ قبیلہ بنی جہنم سے ایک مرد اور ایک عورت تھے۔ ان دونوں بد قسمتوں اور بد معاشوں نے کعبہ شریف کی عمارت کو اپنی عیاشی کے لئے منتخب کیا۔ چنانچہ جب اسے غالی پایا تو اس کے اندر جا کر بد کاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوراً یہ سزا دی کہ ان کے جسم سخ کر دیتے اور وہ پتھربن گئے۔ کعبہ شریف کے متولیوں نے انہیں وہاں سے الٹھا کر صفا مرودہ کے پاس نصب کر دیا تاکہ جو لوگ انہیں دیکھیں عبرت حاصل کریں کہ اللہ کے گھر میں بد کاری کرنے والوں کا انعام ایسا ہوتا ہے۔ پھر جب عمرو بن الحنفی کا دورہ ہوا تو اس نے ان دونوں کو صفا و مرودہ سے الٹھا کر چاہ زمزم کے پاس رکھ دیا۔ لوگ جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو ساتھ ساتھ ان کا بھی طواف کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمد کو فتح کیا تو اس وقت خانہ کعبہ بتلوں کا مرکز بننا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ سے خانہ کعبہ کی چابی لی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے۔ خانہ خدا میں جتنے بت پڑے ہوتے تھے سب کو توڑ پھوڑ کر باہر پھینک دیا اور کعبہ شریف میں پانی پھوڑ کر اسے پاک و صاف کیا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نائلہ کابت توڑا تو اس سے کوئی سیاہ اور سفید رنگ کی عورت نکلی جو اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے چھیندی تھی اور ہاتے ہاتے کی آواز کرتی تھی۔

علاوہ ازیں بیشتر اہل عرب نے اپنے اپنے گھروں میں بت بنا کر کئے ہوتے تھے اور وقتاً فوتاً ان کی پوجا کرتے اور ان سے حاجت برآری اور مشکل کشائی کی درخواست کرتے تھے۔ چونکہ میرا موصوع بت پرستی کے ادوار اور بتلوں کی تفصیل نہیں۔

بدیں وجہ اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اتنا تذکرہ بھی اس لئے کیا کہ اس کا تعلق بیت اللہ شریف سے ہے۔

خاتمه

احقر نے بیت اللہ شریف کے تاریخی واقعات بیان کرنے میں صحت کی از جد کوشش کی ہے تاہم لغوش کا امکان ہر وقت موجود رہتا ہے۔ قارئین کرام سے التجاہ ہے کہ اگر کہیں کوئی قابل اصلاح چیز نظر آتے تو مجھے مطلع فرمائ کر شکریہ کا موقع دیں۔
بیت اللہ شریف کی تاریخ لکھنا کوئی آسان اور معمولی کام نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میرے لئے سہل بنادیا۔
ع۔ کار مشکل بودو لیکن ما بر خویش آسان کردہ ایم۔

اسلام کا پانچواں رکن حج

یہ ایک غیر معمولی اسلامی فریضہ ہے۔ اس کی ادائیگی سے بوجہ تسہیل یاد اہانت
عہدہ بر آنے ہونے والے کے متعلق علم و عرفان کے گنجینے اور رشد وہادیت کے خرینے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشاد گرامی ہے۔

حج کے پاس زادراہ ہو اور کعبہ شریف پہنچنے کے لئے سواری بھی موجود ہو۔ مہر
حج کی ادائیگی نہیں کرتا تو اس کے اور یہود و نصاریٰ کے مابین کوئی چیز خط انتیاز کمپنی
والی نہیں ہے۔ (مشکوہ المصابیح جلد اول)

یہ وہ فریضہ ہے جو آفرینش نوع انسان سے جاری ہے اور قرب قیامت تک
ہ سفور جاری رہے گا۔ جب علامات قیامت کا ظہور ہو گا تو اس کے بعد صبی لوگ خانہ
ندا کو منہدم کر کے غصب الی مول لیں گے۔ اس کے بعد حج کا سلسلہ موقوف ہو جاتے
گا۔ آج چنگ کرنی فالیم، جابر اور شہمن اسلام کو اس فریضہ کی ادائیگی میں مراحمت کرنے کی
چارت نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ صبی کے ایک عیانی بادشاہ ابرہم نے خانہ خدا کے مقابلہ میں ایک معبد
تیار کرایا پھر اعلان عام کر دیا کہ آئندہ خانہ کعبہ کے بجا تھی جی یہاں ہوا کرسے گھالیکن
اس کے اس اعلان کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کوئی مسلمان اس کے بناتے ہوئے معبد کا حج
کرتے نہ گیا بلکہ ایک خدا پرست نے اسے خانہ کعبہ کی بے حرمتی تصور کرتے ہوئے
موقع پا کر اس کے معبد میں پاگانہ کر دیا۔ جب اس نامہجار کو اس کا علم ہوا تو اس کا

انتقام لینے کی خاطر سالمہ مزار کا جزار لشکر لے کر جو ساز و سامان سے لیں تھا، مکہ معظمه پر چڑھاتی کی۔ مکہ شریف کے پاس آ کر اس نے ڈیرے ڈال دیتے تاکہ کسی آدمی کو بھیج کر وہاں کے حالات معلوم کرے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب کے اونٹ باہر چلنے کے ہوتے تھے۔ وہ انہوں نے پکڑ لئے۔ اس نے خاطہ کو اپنا ایلچی اور سفیرینا کر بھیجا تاکہ معززین قریش کو اس بات سے آگاہ کرے کہ بادشاہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ ہے نہیں آیا۔ لیکن اگر تم نے ہمیں بیت اللہ پر حملہ کرنے سے روکا تو تمہاری خیر نہیں۔ خاطہ نے مکہ معظمه میں جا کر حضرت عبد المطلب کو ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔

عبد المطلب نے جواب دیا۔ ہم بھی اس سے جنگ و جدال نہیں چاہتے اور نہ ہم کو اس سے بر سر پیکار ہونے کی طاقت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے اگر وہ اسے روکے تو وہ سکتا ہے اور اسے روکنے کا حق ہے کیونکہ یہ اس کا گھر ہے۔ اگر وہ اسے کچھ نہیں کہے گا تو پھر ہمارے لیں کی بات نہیں ہم اس کی مدافعت کرنے سے عاجز ہیں۔

خاطہ نے کہا آپ ہمارے سردار کے پاس چلیں۔ حضرت عبد المطلب اس کے ساتھ چل دیتے۔ جب ابرہہ کے پاس پہنچے تو وہ تکریماً اپنے تخت سے اٹھ کر نیچے چلانی پر بیٹھ گیا پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے پوچھو کیسے آیا ہے۔ چنانچہ ترجمان نے حضرت عبد المطلب سے ان کے آنے کے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا میں اپنے اونٹ لینے کے لئے آیا ہوں جو ابرہہ نے بند کر رکھے ہیں۔

ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ اسے بتاؤ کہ میں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا لیکن جب آپ نے سلسلہ کلام کا آغاز کیا تو میری نظر میں آپ کی کوتی و قعut نہیں رہی۔ آپ اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ تو کرتے ہیں لیکن اس گھر کا مطلقاً خیال نہیں کرتے جو آپ کا اور آپ کے آبا اجداد کا دین ہے۔ میں اس گھر کی ایسٹ سے

اینٹ بجانے آیا ہوں۔ لیکن اس کے متعلق آپ نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا میں تو اونٹوں کاماںک ہوں۔ اس گھر کا جو ماںک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ بنابریں مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

ابہہ کہنے لگا اچھا میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس کی کیسے حفاظت کرتا ہے پھر اس نے حضرت عبدالمطلب کے اونٹ والپس کر دیتے۔ وہ اپنے اونٹ لے کر والپس چلے آتے۔ کمہ معظمه میں آ کر اعلان کر دیا کہ تمام اہل کمہ یہاں سے نکل جاتیں کیونکہ ابہہ خانہ خدا پر حملہ کرنے والا ہے۔ پھر اس نے بیت اللہ شریف کی زنجیر پکڑ کر بارگاہ ایزدی میں یوں فریاد کی۔

لامم العبد یعنی رحالت فامن عما رحاک
لا یغلبن صلیبهم و محلم ابد محالک

خدا یا! ہم خانہ کعبہ کے متعلق کوئی غمکین یا پریشان نہیں ہیں۔ جب ایک انسان اپنے سامان کی حفاظت کر سکتا ہے تو تو اس طریقہ سے اپنے گھر کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اس لئے اپنے گھر کی حفاظت فرم۔ تیری تدبیر پر صلیب اور اہل صلیب کی طاقت کسی غالب نہیں ہے۔ جس کام کو تو ناممکن بنادے اسے کوئی ممکن نہیں بناسکتا۔

ان کنت تارکم و قبلتنا

فامر باداک

اگر تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تیرے مقدس گھر کو خراب کریں تو تو اس کاماںک ہے،
بھر ہم کون ہیں جو انہیں روکیں۔

جب ابہہ کے لشکر نے ہاتھیوں پر سوار ہو کر حرم کعبہ میں پہنچنے کا ارادہ کیا تو ہاتھیوں نے ادھر جانے سے انکار کر دیا۔ وہ ہاتھیوں کو مار پیٹ کر جبرا لے جانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ہاتھیوں نے اس طرف ایک قدام بھی نہ اٹھایا۔ بالآخر ابہہ نے خود اپنے ہاتھی کو آگے چلانے کی کوشش کی تاکہ تمام لشکر اس کے پیچے

اپنے ہاتھیوں پر بیت اللہ شریف پر دھاوا بول دے۔ مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ ہاتھیوں نے کوڑے کھاتے، گوناگوں تکلیفیں اٹھاتیں اور اپنے سواروں کے نیزے صبر و تحمل سے برداشت کئے مگر بیت اللہ شریف کی طرف ایک قد بھی نہ اٹھایا۔ اسی اشتناہ میں رحمانی فوج ایعنی ابادیل بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہ چھوٹے چھوٹے پرندے تھے ان کے منہ اور پیغوں میں کنکریاں تھیں۔ ہر پرندہ تین تین کنکر اٹھاتے ہوتے تھا۔ انہوں نے ابہم کے لشکر پر یہ کنکریاں پھینکنا شروع کیں۔ جس ہاتھی کو کنکری لگتی وہیں گر پڑتا اور ہلاک ہو جاتا۔ چنانچہ اس رحمانی لشکر نے ابہم اور اس کی تمام فوج کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور آن کی آن میں سالم ہزار کا لشکر لقمہ الجل بن گیا۔

یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے اڑھائی ماہ پیشتر 570 کو معرض وجود میں آیا۔ اس کا نام واقعہ اصحاب الفیل مشہور ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ربیٰ ہوا کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ اس گھر کا ج کرنے کے لئے دور دراز کے سفر سے پیادہ پا اور سواریوں پر آتیں۔ آپ نے فرمان ایزدی کی تعمیل کرتے ہوئے فرمایا۔

کوئی پیبل چلے کوئی سوار ناق۔ لاغر کریں جو و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے ہمارا کام ہے تبلیغ دیکھیں کون آتا ہے آپ نے اس غیر معمولی فریضہ کو خود نہایت گرم جوشی اور مستعدی سے ادا کیا چنانچہ اوراق تاریخ میں یہ بات محفوظ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سالانہ ج بیت اللہ کو وظیفہ۔ حیات مقرر کیا ہوا تھا اور کسی سال بھی اس وظیفہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی۔

مورخین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باعہادت کا درمیانی عرصہ 571 سال بیان کیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان 545 سال کا عرصہ ذکر کیا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی عرصہ 1116 سال بنتا ہے۔ مشرکین نے ابراہیمی دین کو مدت تقلیل میں ہی اس کی اصلی بنیادوں سے ہلا دیا۔ اب برائے نام ابراہیمی دین کا وجود تھا۔ اس کی حقیقی روح اور سپرٹ یعنی توحید پشم عالم سے او جھل ہو گئی تھی۔

حج کی حقیقت اور کیفیت پر جامانہ عادات و اطوار کے دبیز پر دے پڑکے تھے۔ کسی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ حج کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس کے ارکان کون کون سے ہیں اور حج کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہادی اکبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی عرصہ تقریباً پونے چھ سو سال، جو نہایت پر آشوب اور کفر و جہالت کی تاریکی اور ظلمت کا تھا۔ جس میں مشرکین نے انواع و اقسام کے بت ایجاد کر رکھے تھے۔ ایسے پر آشوب حالات کے باوجود بیت اللہ شریف کا حج ہر سال ہوتا رہا۔ بلکہ مشرکین خود کیا کرتے تھے۔ طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مردی ہے کہ مشرکین نے تمام ملت ابراہیم کو بگاڑ دیا تھا۔ صرف ایک حج کی عادات باقی رہ گئی اور یہ بھی برائے نام تھی۔ اس میں بھی خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ بتوں کا نام بیا کرتے تھے۔

چنانچہ ہیرودولپس کا بیان اس کی بین شہادت ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

541 - میں رومن سپہ سالار بیلینزز نے اپنے تمام فوجیوں کا ایک جلسہ مشاورت قائم کیا۔ اس پر شام کے دو افسروں نے اٹھ کر کہا کہ وہ آئندہ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹئے تو عرب کا بادشاہ منذر سوم فرمادیا جملہ کر دے گا۔ اس پر سپہ سالار نے کہا تمہارا یہ خطرہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عنقریب وہ موسم آنے والا

ہے کہ جس میں عرب اپنے دو مہینے عبادت کے لئے خاص کرتے ہیں۔ ام
ظاہر ہے کہ اس عبادت سے مراد حج ہی ہے کیونکہ اہل عرب حج کے موسم میں
جنگ وجدال کا سلسلہ موقوف کر دیتے تھے اور دوست دشمن سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر
حج کرتے تھے۔

جب دنیوی انتدار پر قصی کا غلبہ ہوا اور تولیت کعبہ شریف کی باغ ڈور بھی اس
کے ہاتھ میں آتی تو اس نے ایک مجمع میں زائرین کعبہ کے لئے تین ایام تک کھانا
کھلانے کی تجویز پیش کی جو متفقہ طور پر منظور ہوتی۔ اس کے اخراجات پورا کرنے کے
لئے قریش چندہ دیا کرتے تھے۔ ہر شخص اس کا رخیر میں حصہ لیتا تھا۔ جب تک اس کا
روح قفص عنصری میں مقید رہا اس نے اس رسم کو باقاعدگی سے جاری رکھا۔ بعد ازاں
جب مکہ کی سیادت عبدالمطلب کو نصیب ہوتی تو اس نے اپنے آباء اجداد کی اس
قدیمی رسم کو فروغ دینے کے لئے کوئی دقیقہ فروگراشت نہ کیا۔ چنانچہ حضرت
عبدالمطلب کے زمانہ میں رفادہ (زارین کعبہ کی مہان نوازی) کے علاوہ سقایہ (حاجیوں
کو پانی پلانا) وغیرہ کارواج بھی پڑھکا تھا۔ سقایہ کا عہدہ بنوہاشم کے پاس تھا۔ رفادہ
عبدالمطلب کے بعد بنونوبل کے ہاتھ آیا اور کچھ وقت کے بعد پھریہ عہدہ بنوہاشم کے
ہاتھ آگیا۔ ۲

اہل عرب نے رسم حج کو اپنے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے موروثی طور پر
حاصل کیا تھا لیکن اس کی حقیقت اور اصلاحیت ان کی آنکھوں سے او جھل ہو چکی تھی۔
وہ حج جو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تقریباً کا بہترین ذریعہ
تصور کیا جاتا تھا۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا موجب تھا۔ مخلاص اور نیک نیت لوگوں کے
لئے فتن و فنور کی میل کچیل دور کرنے کا ذریعہ تھا، مشرکین مکہ نے اس کی تمام غرض
و غایت کو لہو و لعب میں تبدیل کر دیا۔ حج کو دیگر میلیوں کی طرح ایک میلہ تصور کیا
جانے لگا اور اس کی غرض و غایت جنی خواہشات کی تسلیم ہوتی تھی۔ یا ان کا مطمع

نظر میباہات اور ایک دوسرے پر فخر کا اٹھار کرنا ہوتا تھا۔ یہ لوگ خانہ خدا کا طواف تو ضرور کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں خشیت الہی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ فتن و فجور میں مبتلا ہوتے تھے۔ بدیں وجہ مشرکین عرب کے حج اور اسلامی حج کے باہم مشرق و مغرب کا بعد تھا۔ چنانچہ اہل عرب نے حج میں مندرجہ ذیل تغیرات کئے ہوتے تھے۔

(۱) حج کا مقصد تسبیح یزدانی اور تقدیس رب انی ہے لیکن ان لوگوں نے اسے آباد اجداد کی میباہات اور بُطَانَی میں تبدیل کر دیا تھا۔ چنانچہ پروردگار عالم نے اس رسم تسبیح کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے یہ حکم صادر فرمایا۔

فَإِذْ كُرُونَ اللَّهُ كَذَنْ كَرْ كُمْ أَبَاعَ كُمْ أَوْ أَشَدَّ فَكُرْأ (البقرہ ع 25)

(مشعر الحرام کے پاس) جیسے تم اپنے آباد اجداد کا تذکرہ کرتے ہو اسی طرح تم اللہ کا ذکر کرو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ذکر کرو۔

(۲) اہل میمن جب حج کرنے کے لئے گھر سے چلتے تو اپنے ہمراہ زادراہ نہ لاتے بلکہ اشتتاے سفر میں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور دریوزہ گری کرتے۔ پھر کہتے ہم متوكل لوگ ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کو دریوزہ گری کی قیص عادت سے روکنے کے لئے فرمایا۔

وَتَرْبُكُو دُوَافَانَ شَيْرُ الرَّازِدِ التَّقْوَى (البقرہ ع 25)

تم (جب حج کرنے کے لئے گھر سے نکلو تو) زادراہ لے کر چلو کیونکہ تو شہ سفر لے کر سفر کرنا بہترین تقویٰ اور پر ہمیز گاری ہے۔

(۳) جب قربانی کا جانور ذبح کرتے تو اس کا خون بیت اللہ شریف کی دیواروں کو لگاتے تھے تاکہ تقرب الہی کا ذریعہ بنے۔ یہود بھی قربانی کے گوشت کے چھینٹے قربان گاہ میں بچھڑکتے تھے اور قربانی کے گوشت کو جلانے کی رسم جاری کی ہوتی تھی۔ اللہ جل شانہ نے اس رسم بد کی اصلاح یوں فرمائی۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لَحْوًا مَحَا وَلَا حَوْلًا حَادَ لَكُنْ يَنَالُهُ الْتَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (الجع ۵)

اللہ کو قربانی کے گوشت پوست اور خون کی سرگز ضرورت نہیں (ان قربانیوں سے) تمہارے تقویٰ اور پرہیز گاری کا جائزہ لینا چاہتا ہے۔

(4) قریش کے سواباتی تمام لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کپڑے اتار کر بالکل برهمنہ ہو کر کرتے تھے۔ بیت اللہ شریف کے پاس ایک لکڑی کا تنخنہ بننا ہوا تھا۔ جس پر زائرین اپنے تمام کپڑے اتار کر رکھ دیتے تھے۔ پھر مرد و زن اکٹھے طواف کرتے تھے۔ دوران طواف عورتیں یہ شعر پڑھتی تھیں۔

الْيَوْمَ مَبِيدٌ بِعِصْمَةٍ أَوْ كَلْمَةٍ وَابْدَأْمَنَةً فَلَا حَدْلَ لَهُ

آج جسم کا کچھ حصہ یا تمام جسم عریاں ہو گا۔ جسم کا جو حصہ برهمنہ ہے وہ کسی کے لئے حلال نہیں سمجھتی (کسی کو تسلیم نفس کی اجازت نہیں دی جائے گی)

قرآن پاک نے اس بے حیائی کے فعل کو صفحہ۔ ہستی سے مٹانے کی غرض سے فرمایا۔

فَذَوْدَا زَيْتَنَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ۳)

جب مسجد میں جاؤ تو اپنے جسم کو بیاس سے آراستہ کر کے جاؤ چونکہ یہ حکم قدرے وضاحت طلب تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹، ہجری میں حضرت ابو بکر شعیبؓ کے موقعہ پر حکم دے کر بھیجا کہ کہ معمظہ میں جا کر اعلان کر دو کہ آئندہ کسی مشرک کو خانہ خدا کا طواف کرنے کی اجازت نہیں۔ لہ

چنانچہ حسب ارشاد اعلان کر دیا اور آئندہ خانہ کعبہ اس رسم بدے محفوظ ہو گیا۔

(5) قریش نے اپنے لئے ایک امتیازی وصف ایجاد کر رکھا تھا۔ وہ حدود حرم سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ حدود حرم سے باہر نکلنا اور میدان عرفات میں جانا اپنی تسلیل و توہین سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ مزدلفہ میں قیام کرتے۔ جب کہ باقی لوگ میدان عرفات میں جاتے۔ اسلام نے اس امتیازی وصف پر خط تنسیع کہیج دیا۔ چنانچہ اللہ نے قریش سے

ارشاد فرمایا۔

حُمَّمْ أَفِيَضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ إِنَّا عَسَ (البقرة ع 25)

چہاں سے دیکھ لوگ والپس لوٹیں تم کو بھی چاہیئے کہ وہاں سے جا کر والپس لوٹو۔
 (۶) نیکی، تقویٰ اور پارسائی کے بجائے حج کے دوران ہر قسم کے فتن و فجور کا بازار گرم ہوتا تھا۔ ہر برائی کے دلدادہ وہاں پر جمع ہوتے تھے۔ عورتوں سے چھیری خانی کرنا، چلتے ہوتے مرد و زن کا ایک دوسرا کے کندھے سے کندھا ٹکرانا اور شہوانی خیالات کے پودوں کی آبیاری کرنا ان کا مطبع نظر تھا۔ حج کو غیابات الٰی تصور نہیں کرتے تھے اور نہ جرا تم کی بخاری گھٹڑی اپنے کندھوں سے اتارتے اور نہ اپنے جسم کو فاش و منکرات کی میل کھپیل سے پاک اور صاف کرنے کی غرض سے آتے تھے بلکہ حج کو ایک میلہ تصور کرتے تھے اور میلہ سمجھ کر اس میں شمولیت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلط عقیدہ کو بیش دین سے اکھاڑنے کی خاطر فرمایا کہ دوران حج گناہوں سے اجتناب حج کی قبولیت کے لئے شرط اول ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

فَلَأَرْفَثَ وَلَا فُوقَ وَلَا جَدَالٌ فِي إِحْجَاجِ (البقرة ع 25)

جب حج کرنے جاؤ تو راستہ میں عورتوں سے شہوانی خیالات سے باتیں مت کرو۔
 کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب بھی مت کرو اور کسی کے ساتھ جھکڑا فساد مت کرو۔
 (۷) اہل عرب نے ایک خاموش حج ایجاد کیا ہوا تھا۔ حج کا احرام باندھنے کے بعد لمبوں پر مہر سکوت ثبت کر لیتے اور شدید ترین ضرورت کے موقعہ پر بھی اب کشائی نہ کرتے گویا کہ وہ پیدا اتشی گونگے ہیں اور قوت گویا تی سے محروم ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک عورت کو حج کے دوران خاموش دیکھا تو انہوں نے اس سے خاموشی کی وجہ دریافت کی۔ وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے خاموش حج کا احرام باندھا ہوا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسے منع فرمایا کہ خاموشی کا حج اسلام میں نہیں ہے بلکہ یہ جاہلیت کی رسم ہے۔

(۸) کچھ لوگ بیت اللہ شریف کا حج پسیادہ پا چل کر کرتے تھے۔ ایسا حج کرنے کی نذر مانتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھے کو دیکھا جو پسیادہ پا سفر کر رہا تھا۔ وہ کمزور ہونے کے باعث خود چلنے سے عاجز تھا۔ وہ اپنے دو بیٹوں کے کندھوں کے ہمارے پر چل رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے حج کے لئے پسیادہ پا چلنے کی نذر مانی ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو خواہ مخواہ اپنی جان کو عذاب میں بمتلاکر رہا ہے۔ اللہ کو یہ تیری بات پسند نہیں۔ وہ اس سے بے نیاز ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا تم کوئی سواری لے کر اس پر سوار ہو جاؤ۔ (ترمذی کتاب النذور)

(۹) اہل عرب حج سے واپس آتے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ پچھوڑتے سے آتے تھے۔ ایسا کرنے کو وہ کار ثواب سمجھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ایک شخص حج کر کے واپس آیا اور اپنے گھر کے دروازہ سے اندر داخل ہوا۔ لوگوں نے اسے بہت لعن طعن کیا اور بر ابھلا کہا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَئِنِّي أَلِبْرُّيَانُ تَأْتُوا بِبَيْتٍ مِّنْ ظُهُورٍ هَاوَ الْكَنَّ الْبَرَّ مَنْ اتَّقَى (البقرہ ۲۴)

حج کرنے کے بعد واپسی کے وقت، اپنے گھروں میں پچھوڑوں سے داخل ہونا کوئی نیکی کا کام نہیں۔ بلکہ نیکی کا کام پر ہمیز گاری ہے۔

(۱۰) اہل عرب حج کے موقع پر تجارت کرنا ممنوع سمجھتے تھے۔ جس کے باعث زائرین کعبہ کو کافی خسارہ ہوتا تھا۔ حج کے موقع پر تماشائیوں کا اثر دھام ہوتا تھا۔ تاجر پیشہ لوگ کم جاتے تھے۔ کیونکہ وہاں پر تجارتی کاروبار نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خسارہ کی تلافی یوں فرمائی۔

لَئِنِّي عَلَيْكُمْ دُجَاجٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَنْدَلًا مِّنْ رَّبْكُمْ (البقرہ ۲۵)

اگر تم حج کے دوران اللہ کا فضل (مال و دولت) تلاش کرو۔ یعنی تجارتی کاروبار

کرو تو کوئی گناہ نہیں۔

(11) اہل عرب حج کے ایام میں عمرہ کو منسون سمجھتے تھے۔ بنابریں حج کرنے کے بعد فوراً واپسی کا رخت سفر باندھتے اور عمرہ کرنے کے لئے پھر کسی اور وقت آتے تھے اور دور سے سفر کی صوبتوں کو پرداشت کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عمرہ کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک حج کی سواریاں واپس نہیں آ جاتیں اور ان کے زخم اچھے نہیں ہو جاتے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہمل اور بے فائدہ رسم کا قلع قمع کرنے کے لئے ایام حج میں خود عمرہ کیا اور عملًا ثابت کر دیا کہ یہ رسم لغو اور فضول ہے۔

(12) مناسک حج سے فراغت پانے کے بعد بعض لوگ فوراً واپسی کے لئے رخت سفر باندھتے تھے۔ بعض اتنی عجلت کو ناجائز تصور کرتے تھے: گویا کہ اول الذکر گروہ ایام حج کے بعد جلدی ہی گھروں کو واپس ہونے کو فریضہ حج کے منافی نہیں سمجھتا تھا جبکہ متوخر الذکر فریق اسے محربات میں شمار کرتا تھا اور جلد بازی سے کام لینے والوں پر الزام لگاتا تھا۔ لیکن فی الحقیقت دونوں طرح جائز تھا۔ اس لئے قرآن پاک نے فیصلہ فرمایا کہ دونوں طرح جائز ہے۔

فَمَنْ تَحْمِلُ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمٌ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأْخُرُ فِلَامُثَمٌ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى (البقرہ ۲۵)

جو شخص (مناسک حج سے) دونوں میں جلدی سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی مضاائقہ نہیں۔ اور جو شخص واپس جانے میں تاخیر کرتا ہے یعنی مناسک حج دون کے بجائے تین دن میں کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ پہبیز گاری کو ملحوظ خاطر رکھے۔

ابو طاہر منصور نے، جو قرامطہ کا سردار تھا، 317ھ میں خانہ کعبہ پر حملہ کر کے بے شمار حاجیوں کو موت کی آنکھ میں سلا دیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ آکھاڑ ڈالا۔ حجر اسود کو آکھاڑ کر اپنے ہمراہ اپنے دار الخلافہ ہجر میں لے گیا۔ جاتے وقت اعلان کر گیا کہ آئندہ حج خانہ کعبہ

کے بجائے ہمارے ہاں ہوا کرے گا لیکن اس کا یہ ناپاک منصوبہ خاک میں مل گیا۔ لوگ حسب سابق غانہ خدا کی زیارت کے لئے آتے رہے بلکہ پہلے کی نسبت زیادہ حج کرنے لگے۔ لہ

حج کے احکام

فرضیت حج

دین اسلام میں حج کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ یہ ۹ میں فرض ہوا ہے۔ اگرچہ اس کی فرضیت کے احکام نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک دفعہ حج کیا ہے تاہم اس کے احکام کی خوب وضاحت فرمادی اور مناسک حج کے سلسلہ میں کسی امر کو تثنیہ تکمیل نہیں چھوڑا۔ پھر حج کے دوران صحابہ کرام سے فرمایا ”مجھ سے حج کی عادات کے طریقے سیکھو“ چنانچہ صحابہ کرام نے حج کے موقع پر آپ کے ایک ایک فعل کو نوٹ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حج کی فرضیت فضیلت اور دیگر احکام کے سلسلہ میں روایات کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ اس کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہوتی ہے۔ ارشادربانی ہے۔

وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجْزٌ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَعَ إِذْنَهُ سَيِّئًا (آل عمران ۱۰)

جو شخص حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتا ہو تو اس پر حج کرنا فرض ہے ایک اور

مقام پر فرمایا۔

وَأَتَمُوا حَجََّهُ وَأَعْمَرُوهُ تَسْدِيرًا (البقرہ ۲۴)

حج اور عمرہ اللہ کی رضا کے لئے پورا کرو

صحیحین میں ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مردی ہے کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے۔

لہ تائیخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی جلد دوم ۲۷۶ھ حج اور عمرہ کے احکام سماحتاً الشیخ عبداللہ بن محمد اعزہ اللہ فی رحمۃ کے رسالہ ہمایہ الناس کی اہم المنساق سے مانوذ ذیں۔

- (1) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔
- (2) نماز کو فاتحہ کرنا۔
- (3) اپنے مال کی زکوٰۃ دینا۔
- (4) ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔
- (5) جہج کرنے کی طاقت ہوا سے بیت اللہ شریف کا جہج کرنا۔
- ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا عورتوں پر بھی چہاد فرض ہے؟ آپ نے جواب فرمایا۔ ہاں، لیکن ان کا چہاد ایسا ہے کہ اس میں جنگ اور لڑائی نہیں۔ ان کا چہاد جح و عمرہ ہے۔ (احمد، ابن ماجہ)

جب عورتوں کے لئے جح فرض ہوا تو مردوں کے لئے بالاوی ہو گا۔

فضیلت جح

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب اعمال سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا سب سے افضل عمل اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ اس نے پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کی راہ میں چہاد کرنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ پاک جح یعنی الیمانج کرنا کہ اس میں ہر قسم کے گناہوں سے بچنا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص بیت اللہ شریف کا ج

کرتا ہے اور دوران حج کوئی فتنہ و فحور کی بات نہیں کرتا تو وہ گناہوں سے یوں پاک صاف ہو کر واپس گھر کو لوٹتا ہے جیسا کہ آج اس کی والدہ نے اسے جنم دیا ہو۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی)

ایک حدیث میں یوں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور گناہوں سے پاک حج کی جزا تو جنت ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے یوں مذکور ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ہم جہاد کو سب اعمال سے افضل تصور کرتے ہیں اس لئے ہم کو بھی جہاد کرنے کی اجازت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تمہیں جہاد کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ تمہارے لئے افضل جہاد گناہوں سے پاک حج ہے۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ایک روایت یوں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حج اور عمرہ کو ایک دوسرے کے ساتھ کرو کیونکہ یہ دونوں مبنگ دستی اور فقر و فاقہ اور گناہوں کو یوں دور کرتے ہیں جیسا کہ ایک بھٹی سونے اور چاندی کی میل کچیل دور کر دیتی ہے اور گناہوں سے محفوظ حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ (ترمذی)

آداب سفر

جو شخص حج بیت اللہ کے لئے تیار ہو تو اسے چاہیے اپنے چھوٹے بڑے گناہوں سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے۔ جن لوگوں کا مال ناجائز طبقہ سے غصب کیا ہوا نہیں واپس کرے۔ جن سے کچھ رقم بطور قرض لی ہو وہ ان کو واپس ادا کرے۔ قرض سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اہل و عیال کے نان و نفقة کا انتظام کرے۔ ان کے پاس

اتنی رقم چھوڑ جاتے کہ اس کے والپس آنے تک انہیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں اور نہ دریوزہ گری کرنی پڑے۔ لوگوں کی جو رقم اس کے پاس بطور امانت ہوں وہ جن کی ہوں ان کو والپس دے۔ اپنے ساتھ امتناد پیسے لے جاتے جو اس کی آمد و رفت اور وہاں کے اخراجات کے لئے کافی ہو اور اسے کسی سے کچھ مانگنا نہ پڑے بلکہ زاد را ضرورت سے زائد لے جانے کی کوشش کرے تاکہ بیت اللہ شریف کے فقراء اور مسکین پر خوب دل کھول کر خرچ کرے اور کسی کو خالی ہاتھ والپس نہ کرے۔

رفیق سفر

جب کبھی سفر درپیش ہو تو کسی کے ساتھ سفر کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اکیلے آدمی کا سفر کرنا اچھا نہیں۔ سفر میں ہمیشہ اچھے آدمی کی رفاقت اختیار کرو۔ جو نیک اور صالح ہو، جسے نیک کاموں سے محبت ہو اور بوقت ضرورت مدد کرنے اور ہاتھ بٹانے سے گریز کرنے والا ہو۔ اگر وہ کسی نیکی کے کام کو بھول جاتے تو اس کا ساتھی اسے یاد کرتے۔ اگر اسے یاد ہو تو اس کی نصرت و اعانت کرے۔ اگر کسی موقع پر نیکی کے کام کرنے میں بزدیلی یا اسستی کا مظاہرہ کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کرے اور اس میں جوش پیدا کرے۔ اگر کسی تکلیف یا مصیبۃ کے وقت گھبرائیت یا بے چینی کا افہار کرے تو اسے صبر و شکر کی تلقین کرے۔ غرضیکہ نیک امور میں اس کا پورا پورا معاون اور مددگار ہو اور برائی کے کاموں سے اسے ہٹانے اور دور کرنے والا ہو۔

گھر سے نکلنے کے آداب

گھر سے نکلنے سے پہلے دور کعت پڑھے۔ پھر اپنے دوستوں، احباب اور اعزا اور پوسیوں کو الوداع کہئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ کیونکہ اس کی دعا اپنے بھائیوں کے حق میں جلد مستحب ہوتی ہے اور جو لوگ اسے وداع کریں وہ اس کے حق میں یہ دعا کریں۔

اَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَمَا بَيْنَكَ وَمَا بَيْنِ اَيْمَانِكَ وَمَا بَيْنِ اِيمَانِكَ۔ (ترمذی)

میں تمہارے دین، ایمان اور آخری اعمال اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

جو شخص سفر کرتا تھا اس کے حق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے۔

رَبِّ حَفْظُ اللَّهُ وَكُنْفِيْهِ زَوَّدَكَ اللَّهُ التَّقْوَى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَجَحَدَكَ رَبُّ الْجِنَّاتِ أَيْنَا كُنْتَ۔
(طبرانی)

میں تمہیں اللہ کی حفاظت اور اس کی آغوش میں کرتا ہوں۔ اللہ تجھے تقویٰ کی زیادہ توفیق بخیں اور تمہارے گناہ معاف فرمائے اور آپ چہاں جاتیں اللہ آپ کو نیکی کی طرف مائل رکھے۔

مسنون دور رکعت

جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو دور رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے۔ غاز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ المحتاتے اور نیک نیتی اور اخلاص سے یوں دعا کرے۔

گھر سے نکلنے کی دعائیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّتَ الشَّارِبُ فِي السَّفَرِ وَإِنَّتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَالْأَصْحَابِ۔ احْفَظْنَا وَإِيَّاهُمْ مِنْ آفَاتِ دَعَائِهِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الرِّبْرَ وَالْتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ أَنْ تُطْبِقَ لَنَا الْأَرْضَ وَتُمْهِنَنَ عَلَيْنَا السَّفَرُ وَأَنْ تَرْزُقَنَا فِي سَفَرِنَا عَلَامَةَ الدِّينِ وَالْمَلِئَةِ وَالْمَالِ وَتَبْلِغَنَا حِجَّتَكَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَحْوُكَ مِنْ دُعَائِيَ السَّفَرِ وَكَاهَةَ الْمُتَقْلِبِ وَمُؤْنَةَ الْمُسْتَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا وَإِيَّاهُمْ فِي جَوَارِكَ وَلَا تَقْسِلْنَا وَإِيَّاهُمْ رَغْمَ بَيْنَكَ وَلَا تُغْيِرْنَا بَيْنَكَ وَهُمْ مِنْ عَاقِبَتِكَ اللَّهُمَّ إِنَّتَ شَفِقَتِي وَإِنَّتَ رَجَاءِي فَأَكْفُرْنِي مَا أَحْسَنَ وَلَا أَحْسَنَمْ وَمَا إِنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِي لَأَرَأَيَ الْأَنْتَ عَرْشَ جَارِكَ وَجَلَّ عَنْاءَكَ وَلَا إِلَهَ

غَيْرُوكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِي التَّقْوَى وَاغْفِرْ لِي ذُبْحٍ وَّجْهٍ لِلخَيْرِ اِيْنَا تَوْجِهُتُ

اللی ! تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے اہل و عیال اور مال و دولت کا نگران ہے۔ اللی مجھے اور ان کو ہر آفت اور مصیبت سے محفوظ فرم۔

اللی ! ہم اس سفر میں تیری بارگاہ میں نیکی، پرہیزگاری اور ایسے نیک اعمال کا سوال کرتے ہیں جو تیری رضا کے موجب ہوں۔

اللی ! ہم تیری بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ زمین کو ہمارے لئے اکٹھا کر دے ہمارے سفر کو آسان بنادے، سفر میں ہمیں جسمانی امراض سے محفوظ فرم اور ہمارا دین و دنیا سلامت اور محفوظ فرم اور اپنے گھر کاچ نصیب فرم۔

اللی ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں سفر کی مشقتوں اور تکلیفوں سے، برے لوٹنے سے اور گھر میں اور اہل و عیال میں برے منظر سے۔

اللی ! ہم کو اور ہمارے اہل و عیال کو اپنے پڑوس میں جگہ دینا، ہم سے اور ہمارے اہل و عیال سے اپنی نعمتوں سلب نہ کرنا اور اپنی نعمتوں سے محروم نہ کرنا اور ہمیں جس تند رستی سے نوازا ہے اس سے محروم نہ کرنا۔

اللی ! میں تجوہ پر بھروسہ کرتا ہوں تو میری امید کی جگہ ہے۔ میری پریشانیوں میں مجھے کفایت فرم اور جن امور کا میں اہتمام نہیں کر سکتا اور میری جن پریشانیوں سے تو واقف ہے ان میں میری مدد فرم۔ تیرے سوا کوئی ذات عبادت کے ہر گز لائق نہیں۔ تیرے پڑوسی کی عزت ہوتی ہے۔ تیری ہننا۔ بہت بڑی ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اللی ! مجھے تقویٰ عنایت فرم۔ میرے گناہوں کی بخشش فرم اور میں جہاں کہیں باقیں مجھے نیکی کی رغبت فرم۔

سواری کی دعا

جب ہوئی جہاز یا موڑ یا بھری جہاز پر سوار ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَلَا حَذَرَنِي وَلَا قُوَّةُ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ اَتَعْظِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ
كَانَ وَلَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ عَبْحَانَ النَّذِيْ سَخَّرَنَا هَذَا وَمَا كَنَّا لَهُ مُقْرَنِينَ وَاتَّابَلَ رَبَّنَا لِتَغْفِيرِ بَوْنَ
..... اَللَّهُمَّ اِنِّي وَجَهْتُ وَجْهِي اِنِّي فَوَّقْتُ اُمْرِي اِنِّي فَوَّقْتُ تَوَكَّلْتُ فِيْ جَمِيعِ اُمُورِي عَلَيْكَ
اَنْتَ حَسْبُنِي وَنَعْمَ اُوكِلُنِي۔

میں اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی مدد کے ساتھ سفر کرنے لگا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ ہم اللہ کی توفیق کے بغیر گناہ سے نج سکتے ہیں نہ نیکی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند اور عظمت والا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اللہ کی ذات پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے تابع اور سخرا کر دیا۔ حالانکہ ہم کو اسے اپنا مطیع بنانے کی ہمت نہ تھی۔ (یہ دنیا کا سب سارا سامان عارضی ہے) بالآخر ہم نے کچھ دن یہاں گزارنے کے بعد اپنے پرو رہ گار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

الہی! میں نے اپنے آپ کو تیری طرف متوجہ کر دیا ہے، اپنے تمام امور تیرے سپرد کر دیتے اور جملہ امور میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ تمام امور میں لبس تو ہی میرے لئے کافی ہے اور تو سب سے اچھا کار ساز ہے۔

سوار ہونے کے بعد کی دعا

جب سواری پر سوار ہو جاتے اور آرام سے بیٹھ جاتے تو یہ دعا پڑھے۔

عَبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ النَّذِيْ هَدَنَا لِهَذَا وَمَا كَنَّا لَهُتَّدِيْ لَوْلَا
اَنْ هَدَانَا اللَّهُ اَللَّهُمَّ عَلَيْكَ الْإِنْكَالُ وَالْإِعْتَادُ وَانتَ الْمُسْتَعَانُ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ تمام تعریفوں کے لائق بھی وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادات کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی بڑی ہے۔

تمام تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہمیں اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔ الی! میں تجوہ پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں اور جملہ امور میں تجوہ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں۔

مواقت

جب عازمین حج گھر سے نکلتے ہیں تو ان کا ارادہ حج کرنے کا ہوتا ہے لیکن اس وقت احرام نہیں باندھتے بلکہ حسب معمول عام کپڑے پہن کر گھر سے چلتے ہیں۔ کیونکہ صاحب الشریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ملک سے آنے والے زائرین حرم کے لئے کچھ مقالات مقرر فرمائے ہیں کہ ان کے پاس سے گزرنے سے پہلے دو صاف چادریں پہن لیں اور احرام باندھ لیں اور ہر ملک کے لئے الگ الگ مقام ہے۔ اسے شریعت کی اصطلاح میں میقات کہتے ہیں۔ چہاں سے بغیر احرام کے گزرنा جائز نہیں۔

چنانچہ مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والے حاج کامیقات ذوالحیفہ ہے۔ آج کل اس کو ابیار علی کہتے ہیں۔ ملک شام، مصر اور مغربی مالک سے آنے والے حاج کامیقات جحفہ ہے جو رانی کے قریب ہے۔ طائف، غامد، زہران اور اس جانب کے دیگر شہروں سے آنے والے حاج کامیقات قرن المنازل ہے۔ جو شخص وادی محروم ہے آج کل طائف کہتے ہیں سے احرام باندھتا ہے تو اس کا احرام درست ہے کیونکہ وادی محروم قرن المنازل کے متوازی ہے۔

اہل یمن کامیقات یملک ہے۔ آج کل اسے سعدیہ کہتے ہیں۔ یہ کہ معظمہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ جو شخص بھری یا ہواتی چہاز پر سوار ہو کر جاتے تو جب وہ کسی میقات کے برابر پہنچے جو اس کے قریب ہو تو احرام باندھ لے۔ کیونکہ حضرت

عمرؑ کا فرمان ہے کہ تمہارے راستے کے جو میقات برابر آتے وہاں سے احرام باندھو۔ یہ میقات ان لوگوں کے لئے مقرر ہیں جو مذکورہ ممالک کے باشندے ہیں اور ان کے علاوہ ان کے لئے ہیں جو ان کے راستے سے آتیں جیسے شامی اور مصری جو مدینہ کے راستے سے آتے ہیں تو وہ اہل مدینہ کے میقات سے احرام باندھتے ہیں۔

جو شخص مدینہ منورہ جانے کے ارادہ سے یا کسی اور جگہ پر جانے کے لئے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کر جاتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ جیسے کوئی آدمی جدہ پہنچتا ہے اور اس کا ارادہ مدینہ منورہ جانے کا ہوتا ہے۔ لیکن پھر ارادہ کو تبدیل کرتا ہے اور مکہ کی طرف جانا چاہتا ہے تو وہ جدہ سے ہی احرام باندھ لے۔ ایسی صورت میں اس پر کوئی کنارہ نہیں۔ کیونکہ جب اس نے میقات سے تجاوز کیا تھا تو اس وقت اس کا ارادہ مدینہ منورہ کی زیارت کا تھا اور حج کے لئے مکہ معظمہ جانے کا نہیں تھا۔

جب شخص کا گھر میقات کے اندر ہو تو وہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلے جیسے اہل عسفان وغیرہ۔ یہ اپنے گھروں سے احرام باندھ کر نکلیں کیونکہ صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کا میقات ذوالحلیفہ، اہل شام کا مجفہ، اہل نجد کا فرن المنازل اور اہل یمن کے لئے ایک مقرر فرمایا۔ نیز فرمایا یہ میقات مذکورہ لوگوں کے لئے ہیں اور جو ان کے میقات پاس سے گزرے پس طیکہ حج اور عمرہ کا ارادہ لے کر آتے۔ جو شخص ان میقات کے اندر ہو تو وہ جہاں سے حج کے لئے تیاری کرے وہاں سے احرام باندھے حتیٰ کہ مکہ کے لوگ مکہ سے احرام باندھ کر نکلیں۔

احرام باندھنے کا طریقہ

جب عازمین حج میقات کے قریب پہنچتے ہیں تو وہ احرام باندھ لیتے ہیں۔ احرام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ عازم حج سب سے پہلے غسل کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت اسما۔ بنت عمیں کو حکم فرمایا تھا کہ وہ غسل کرے۔ اگر جامت بنانے اور ناخن تراشنے کی ضرورت ہو تو یہ کام بھی کرے۔ پھر یہ دن پر خوشبو لگاتے۔ پھر ایک ہبہ بند اور اپر ایک چادر پہن لے۔ یہ دونوں چادریں سفید ہوں اور بغیر سلائی کے ہوں۔ اگر نتی ہوں تو ہستہ ہے ورنہ پرانی چادروں کو دھو کر پہن لئے جو تے پہن لے اور سر کو نگار کئے۔ اگر نتی کا وقت نہ ہو تو دور رکعت پڑھے۔ اگر احرام کے وقت غسل نہ کیا جاتے اور خوشبو نہ لگائی جاتے تو احرام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ احرام باندھتے وقت یہ شرط کرے کہ الہی! تیرا احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جہاں تو مجھے روک لے۔ جیسا کہ ضباعہ بنت زبیرؓ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ میں حج کرنا چاہتی ہوں لیکن میرے پیٹ میں کچھ درد محسوس ہو رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم حج کا احرام باندھ لو اور ساتھ یہ شرط کرو کہ الہی! میرا حلال ہونے کا وہ مقام ہو گا جہاں پر تو مجھے روک لے گا۔ (متفق علیہ)

اس صورت میں جو تم نے مستثنی قرار دے دیا وہ اللہ پر تیرا حج ہو گا۔ اس لئے یوں کہے الہی! میں اس طرح کا حج کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی حج اور عمرہ دونوں الگ الگ یا اکٹھے کرنا چاہتا ہوں۔ تو میرے کام میں آسانی پیدا کر دے اور میرا عمل قبول فرم۔ اگر مجھے راستہ میں کوئی رکاوٹ بن گئی تو جہاں پر رک گیا وہاں پر احرام کھول دوں گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی جسمانی مرض یا موڑ کے حادثہ کی وجہ سے یا کسی اور عذر کے باعث راستہ میں رک جاتے اور حج کے مناسک ادا نہ کر سکے تو احرام کھول دے اور اس پر کچھ تاویں یا کفارہ نہ ہو گا۔

- (1) حج مفرد
- (2) حج قران
- (3) حج تمتّع

حج مفرد یہ ہے کہ صرف حج کے لئے احرام باندھا جاتے اور اس کے ساتھ عمرہ نہ کیا جاتے۔

حج قران یہ ہے کہ جب حاجی میقات سے گزرنے لگے تو حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے اور کہ محظمه میں جا کر عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھوئے بلکہ بدستور احرام میں رہے حتیٰ کہ حج کے ایام آ جاتیں اور حج کرے۔ حج کے احکام سے فارغ ہوتے کے بعد احرام کھوئے۔

حج تمتّع کا طریقہ یہ ہے کہ حد میقات سے گزرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور کہ محظمه میں جا کر عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے پھر جب حج کے ایام آتیں تو حج کا احرام باندھے۔ یہ سب سے افضل ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو حکم فرمایا، جن کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے جب وہ طواف بیت اللہ اور صفا مرود کی سعی سے فارغ ہوتے کہ اسے عمرہ تصور کریں اور آپ خود احرام کی حالت میں رہے کیونکہ آپ کے پاس قربانی موجود تھی اور اس لئے آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الحدی ولا حللت معکم۔

اگر مجھے یہ بات پہلے معلوم ہو جائی کہ حج تمتّع افضل ہے، جو مجھے بعد میں معلوم ہوتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور تمہارے ساتھ ہی احرام کھول دیتا۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو فضل اور بہترین عمل کا حکم فرمایا۔ نیزا فضل کام کے رہ جانے سے ہی افسوس ہوتا ہے۔

پھر دوسرے نمبر پر حج مفرد ہے کیونکہ اس میں حج اور عمرہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ

متقل طور پر کیا جاتا ہے۔ پھر سب سے آخر میں حج قران کا درجہ ہے۔ اس میں مشقت زیادہ ہوتی ہے لیکن ثواب کم ہوتا ہے۔ بدیں وجہ حج ممتنع کا احرام باندھنا اور حج ممتنع کرنا سب سے افضل ہے۔

حج کی قربانی حج ممتنع اور حج قران کی صورت میں حاجی کے ذمے ایک قربانی ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ شَمَّتْنَعَ بِالْعُمَرَةِ إِلَى الْحِجَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِهِي فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فِصِيلَامْ عَلَلَشِّيَّةَ إِيمَامْ فِي الْحِجَّةِ وَ
سَبُّعَةَ إِذَا رَجَعَمْ (البقرہ ۲۴)

جو شخص حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ اٹھاتے تو جو قربانی میسر ہو دے کرے۔ اگر اسے قربانی کا جانور خریدنے کی طاقت نہ ہو تو حج کے ایام میں تین دن کے روزے رکھے اور سات روزے گھر جا کر رکھے۔

قربانی کے بجائے روزے جب ممتنع اور قارن کے پاس اتنی رقم نہ ہو جس سے قربانی خریدنے تو وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے یعنی سات، آٹھ اور نو دو الجھے کو روزہ رکھے۔ افضل تو یہی بات ہے۔ لیکن اگر عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد رکھ لے تو بھی جائز ہے۔ جب ان ایام میں روزے نہ رکھے تو ایام تشریق میں روزے رکھنا لازمی ہو گا یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ دو الجھے کو روزہ رکھے۔ باقی سات روزے گھر میں واپس جا کر رکھے۔ اگر حج سے فراغت پانے کے بعد باقی ماندہ سات روزے بھی وہیں رکھ لے تو جائز ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ممتنع اور قارن کے معظمه کا رہنے والا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہ معظمه میں رہنے والوں پر یہ فرض نہیں کئے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ذالک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام (البقرہ ۲۴)

یہ سات روزے ان لوگوں کے ذمے ہیں جو مسجد حرام کے پاس سکونت پذیر نہیں ہیں۔

ممتنع اور قران دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

حج مفرد اور حج قرآن کی نیت کو تبدیل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قرآن اور حج مفرد کا احرام باندھنے والوں کو حکم فرمایا تھا کہ حج تمتع کی نیت کر لیں ہاں البتہ جس کے پاس قربانی کا جانور ہو وہ اپنی نیت کو نہ تبدیل کرے۔

حاتمہ اور نفاس والی۔

اگر کسی عورت نے حج تمتیع کا احرام باندھا ہوا اور عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے اسے ایام ماہواری آ جاتیں یا زچلگی کا معاملہ درپیش ہوا راستے ڈر ہو کے مبادا حج فوت ہو جاتے یا کوئی اور شخص حج کے فوت ہونے سے ڈرتا ہو تو ایسی صورت میں عمرے کا احرام حج میں تبدیل کرے اور حج قران کی صورت میں حج کرے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مردی ہے کہ انہوں نے حج تمتیع کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اسی اعتناییں وہ ایام ماہواری میں بتلا ہو گئیں۔ جب اس معاملہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا اب تم اینے عمرے کے احرام کو حج میں تبدیل کر دو۔

تلبیہ۔ احرام باندھنے کے فرما بعد تلبیہ پڑھنا مسنون ہے کیونکہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے بعد یہ تلبیہ پڑھا۔ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ - إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْكَلْمَنُ لَكَ - شرِيكَ لَكَ لَكَ

اہی! میں تیری بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں پھر حاضر ہونے کی آزاد دیتا ہوں۔ ہر قسم کی تعریف کے تو ہی لائق ہے اور ہر قسم کی نعمتیں بھی تیری ہی ہیں اور تمام ملک بھی تیرا ہے۔ تمام کائنات میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ تلبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس میں یہ بھی اضافہ کرتے تھے۔

لَيْكَ وَسَعْدَكَ وَالْخَيْرَ بِيَدِكَ وَالرَّغْبَةُ إِنْ يَكُفَ وَأَعْمَلُ

میں حاضر ہوں۔ ہر قسم کی سعادت اور نیکی تیرے ہاتھ میں ہے۔ ہم تیری طرف رغبت کرتے ہیں اور اپنے اعمال کو تیرے پردا کرتے ہیں۔

تمام علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ احرام باندھنے کے بعد تلبیہ پڑھنا مسنون ہے اور اسے بار بار پڑھتے رہنا چاہیئے۔ تلبیہ بلند آواز سے کہنا مستحب ہے۔ اگر تکلیف محسوس ہو تو آہستہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ لیکن عورت کو بلند آواز سے تلبیہ کہنا منع ہے۔ اسے صرف اس قدر اونچا کہنا چاہیئے کہ اس کے ساتھ والی عورت اس کی آوازن سکے۔ اس کے لئے تلبیہ پوشیدہ کہنا افضل ہے۔

تلبیہ کی حکمت

ہر حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا احرام باندھنے کے بعد «لَيْكَ اللَّهُمَّ لَيْكَ» کہتا ہے۔ یعنی میں ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں تیری اطاعت اور فریابداری پر قائم ہوں۔ تلبیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو ان کو فاتحہ پہنچتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذْنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَا تُوْكِ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَارِبٍ (الحج ۴)

اسے ابراہیم علیہ السلام لوگوں میں اعلان کر دو کہ پتیلی دبلي سواریوں پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر (خانہ کعبہ کا) حج کرنے کے لئے آتیں۔

محرم کے لئے ممنوع کام

جب حاجی حج کے لئے احرام باندھ لیتا ہے تو اس پر کچھ شرعی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں جن کو مخطوطات حج یا ممنوعات حج کہتے ہیں۔ یہ پابندیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بغیر کسی شرعی عذر کے سراور چہرہ اور جسم کے دیگر حصوں سے بالوں کو

اکھاڑنا، تراشنا اور کاٹنا منع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر بانا ہے۔
 وَلَا تُنْحِقُوا رُؤْسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغُ الْحُدُودُ أَيُّ مُحَلَّةٍ (البقرہ ع 24)

جب حجج کا احرام باندھ لو تو اپنے سروں کو مت منڈوا وہ حتیٰ کہ قربانی قربان گاہ میں پہنچ جاتے۔

دیگر اعضا کو اس پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہاتھ اور پاؤں کے ناخن تراشنا منع ہے۔

(۱) محرم مرد کے لئے سر ڈھانپنا منع ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محرم کے متعلق فرمایا، جسے اوشنی نے گردادیا تھا اس کا سرمت ڈھانپو۔ یہ قیامت کے روز تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا۔ دونوں کانوں کا بھی بھی حکم ہے۔ وہ بھی سر کے حکم میں ہیں۔ اس لئے ان کو ڈھانپنا درست نہیں۔

(۲) مردوں کے لئے احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہتنا جائز نہیں۔ جوابوں کا بھی بھی حکم ہے۔

(۳) محرم کے لئے خوبصورت کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ نہ بدن پر اور نہ کپڑوں پر اسی طرح کھانے پینے کی اشیا۔ میں خوبصورت کا استعمال کرنا درست نہیں۔ خوبصوردار صابن سے غسل کرنا بھی جائز نہیں۔

(۴) محرم کے لئے حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے۔

(۵) اسی طرح احرام کی حالت میں زکاح کرنا اور اپنی عورت سے جماع یا مباشرت کرنا بھی منع ہے۔

ابن دقيق العيد بیان کرتے ہیں زکاح، مباشرت وغیرہ کی ممانعت میں یہ حکمت ہے کہ عام عادت کے خلاف کام کرنے سے اپنے آپ کو دنیا کی لذات سے کنارہ کش کرنا ہے نیز ان سلی چادریں پہن کر اپنی موت کو یاد کرنا ہے کیونکہ مردے کو بھی ایسا کفن پہننا یا جاتا ہے۔ نیزاں طریقہ سے شریعت کے قوانین کی پابندی کرنا سہل ہو۔

جاتا ہے۔

محرم کو کن امور کی اجازت ہے

محرم کو مندرجہ ذیل امور کی اجازت ہے۔

(۱) ضرورت کے موقع پر محروم اپنے چہرہ کو کپڑے سے ڈھانک سکتا ہے کیونکہ مانعت تو سر ڈھانکنے کی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان[ؓ]، حضرت زید بن ثابت[ؓ]، حضرت عبد اللہ بن عباس[ؓ] اور حضرت عبد اللہ بن زبیر[ؓ] کا یہ فتویٰ ہے۔

(۲) جب ضرورت ہو تو محروم اپنا سامان اپنے سر پر اٹھاسکتا ہے۔

(۳) محروم کو غسل کرنا اور سر کو دھونا جائز ہے۔ سر کو گڑانا بھی جائز ہے۔ جب سر کو گڑانے کی ضرورت پڑے تو آہستہ آہستہ رگڑے تاکہ کوتی بال نہ اکھونے پاتے۔

(۴) ہمہ بند پر ازار بند یا پیٹی باندھنا جائز ہے۔

(۵) اسی طرح ہاتھ میں انگوٹھی پہتنا اور گھڑی باندھنا جائز ہے۔

(۶) آنکھوں پر عینک لگانے میں کوتی حرج نہیں۔ کیونکہ ان امور سے شریعت نے منع نہیں کیا اور بعض امور کے متعلق ایسے آثار ملتے ہیں جو ان کے جواز کی دلیل ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ[ؓ] سے کسی نے دریافت کیا کیا محروم روپوں کی تھیلی اپنی کمر سے باندھ سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اس میں کوتی حرج نہیں۔ وہ اپنے نفقة کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح عطا سے مردی ہے کہ محروم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور روپوں کی تھیلی بھی پہن سکتا ہے۔ (بخاری)

گھڑی اور عینک، انگوٹھی اور ازار بند کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کے متعلق کوتی فی مذکور نہیں بلکہ ان دونوں کو اور ایسی دیگر اشیاء کو انگوٹھی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(۷) محروم کے لئے اپنے کپڑوں سے میل کپیل دور کرنا اور دھونا جائز ہے۔ دوسرے کپڑے تبدیل کرنا بھی جائز ہے۔ سردی سے بچاؤ کے لئے نیچے سویٹروں غیرہ

پہنچاتے ہے۔ وہ کپڑے سے سراور کانوں کے ماسا تام جسم کو ڈھانپ سکتا ہے۔ (۸) عورت کے لئے احرام کی حالت میں سر ڈھانپنا اور سلے ہوتے کپڑے پہنچاتے ہے۔ زیورات پہنچنے میں بھی کوئی مضاائقہ نہیں۔

فديه

اگر محرم عمدہ اور جان بوجھ کر سر کو ڈھانپ لے یا خوشبو لگاتے یا سلا ہوا کپڑا پہنچنے یا اپنے بال تراشے یا ناخنوں کو تراشے تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا۔ کفارہ میں تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاتے۔ ہر مسکین کی خوارک ایک کلو گندم سے کم نہ ہو اگر گندم نہ ملے تو دیگر اجناس سے نصف صاع فی مسکین کے حاب سے دے یا کفارہ میں ایک قربانی دے۔ اگر اس نے بھول کر یاد مراقبت کی بنائی پر کسی منوع کام کا ارتکاب کیا تو اس پر کچھ توان نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ «میری امت کی خطہ اور نسیان معاف ہے»۔

مکہ مکرہ میں داخلہ

جب زائر حرم مکہ مکرہ پہنچے تو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ سیدھا مسجد حرام میں آتے اور باب السلام سے اندر داخل ہو کیوں نکدی یہ خانہ کعبہ کا چہرہ ہے۔ حرم شریف کے دیگر دروازوں سے داخل ہونا بھی جائز ہے۔ جب حرم کے دروازے پر پہنچے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ وَإِلٰيَّ اللّٰهُ إِلٰهُمَّ اقْبِلْنَا أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ فَ

اللہ کا نام لے کر اللہ کی مد کے ساتھ میں اپنا کام کرنے لگا ہوں۔ میں اس کی طرف سے آیا ہوں اور اسی کی طرف بالآخر واپس جاتا ہے۔

اہی! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجیئے۔

جب حاجی کی زگاہ بیت اللہ شریف پر پڑے اور اس کی زیارت سے مشرف ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اللَّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ حِينَأَرْبَتَنَا بِالسَّلَامِ۔

اللَّٰهُمَّ زِدْهُنَّ الْبَيْتَ تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَمَحَابَةً وَبَرًا وَزُدْمَنْ عَظَمَةً وَشَرْفَهُمْشَنْ جَيْدًا وَعَمَّرَهُ تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَمَحَابَةً وَبَرًا۔

الْحَمْدُ لِلَّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ كَثِيرًا كَمَا هُوَ أَحَدٌ وَكَمَا يَنْبَغِي لِكَرِيمٍ وَجُنْهٍ وَعَزَّ جَلَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّٰهِ الَّذِي بَلَغَنِي بَيْتُهُ وَرَأَيْتُ لِذَاكَرَهُ أَحَدًا وَلَمْ يَلْمِدْهُ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ۔ الْلَّٰهُمَّ إِنِّي دُعَوتُ إِلَيْكَ بِعَيْنِكَ الْحَرَامَ وَمَدِعَيْتُكَ لِذَاكَرَهُ الْلَّٰهُمَّ تَقْبِلْ مِنِّي وَاعْفْ عَنِّي وَاصْلِحْ لِي شَانِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

إِلَيْكَ ! صَوْلَامِتَيْ وَالاَهَيْ۔ تیری طرف سے سلامتی ہی ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھنا۔

إِلَيْكَ ! اس گھر کی تعظیم و تکریم میں اضافہ فرمایا اور اس کا رعب اور شان و شوکت بڑھا۔ جوچ کرنے والا یا عمرہ کرنے والا اس کی عظمت اور شان و شوکت کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے اس کی عظمت اور بزرگی کو دو بالا فرمائیں۔ اس کا رعب بڑھا اور اسے نیکی کرنے کی زیادہ توفیق فرمایا۔

تمام تربیتوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جو تمام چہانوں کا پروردگار ہے۔ میں اللہ کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہوں جیسا کہ وہ اس کے لائق ہے اور جس طرح اس کی عوت و احترام والی ذات کے لائق ہے۔ اس کی بزرگی تو بہت زیادہ ہے۔ ہر طرح کی تعریف کے لائق اللہ کی ذات ہے جس نے مجھے اپنے گھر میں پہنچایا اور مجھے اس کا اہل تصور کیا۔ میں ہر حالات میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔

إِلَيْكَ ! تو نے مجھے اپنے گھر کی زیارت کے لئے بلا یا ہے۔ تو میں حاضر ہو گیا ہوں۔

إِلَيْكَ ! میریا یہ عمل قبول فرمایا اور میری کو تاہیبوں کو معاف فرمایا اور میرے تمام امور کی اصلاح فرمایا۔ تیری ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اس کے علاوہ کوتی اور مسنون اور ما ثور دعا پڑھے تو جائز ہے۔

نیت طواف

جب طواف کا ارادہ کرے تو دل میں نیت کرے زبان سے نیت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نیت کا محل دل ہے۔ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور آئمہ اربعہ میں سے کسی نے زبان سے نیت نہیں کی اور نہ کسی نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ زبان سے طواف یا اسمی یا غاز پڑھنے کی نیت کرنا ہرگز ثابت نہیں اور نیکی وہی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کی جاتے۔

طواف کا آغاز

بیت اللہ شریف کے پاس جا کر حجر اسود سے طواف کا آغاز کرے۔ طواف کرتے وقت بیت اللہ شریف اس کے باہمیں جانب ہونا چاہیتے۔ جب طواف کرنے لگے تو اوپر والی چادر کو اضطیاع کی صورت میں کرے۔

اضطیاع یہ ہے کہ اوپر والی چادر کو دائیں کندھا کے نیچے سے نکالے اور کندھا کو تنگا کرے اور دائیں کندھا کی طرف اس کے کنارے لے جائے۔

تقبیل حجر اسود

پھر حجر اسود کو بوسہ دے۔ بوسہ دیتے وقت آواز نہیں کرنی چاہیتے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کرنے سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر دیر تک وہاں پر روتے رہے۔ پھر آپ نے پیچھے مذکور دیکھا تو حضرت عمرؓ بھی رورہے تھے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عمرؓ یہ آنوبہانے کی جگہ ہے۔ (ابن ماجہ) صحیحین میں اسلم سے مذکور ہے کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا وہ حجر اسود کو چوم

رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے حجر اسود میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ تجھے نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اگر اژدهام کی وجہ سے بوسہ دینا مشکل ہو تو ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر اپنے منہ سے لگائے۔ اگر یہ بھی مشکل ہو جاتے تو ہاتھ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے اور طواف کے لئے چل پڑے۔ حجر اسود کو بوسہ دینے کی خاطر کسی کو تکلیف مت دے بلکہ اژدهام کی صورت میں ہاتھ سے اشارہ کرے۔

اسلام حجر اسود کی دعا

جب حجر اسود کو بوسہ دے یا اس کی طرف اشارہ کرے تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَبْرٰكُ وَتَصَدِّقُنَا بِكَ وَفَاعْبُدْهُ كَمْ وَإِنَّا عَلَيْهِ أُسْتَدٰ

بِسْمِكَ مُحَمَّدٌ

اللہ کا نام لے کر طواف شروع کرتا ہوں۔ اللہ بہت بڑا ہے۔

اہی ! میں اسے بوسہ دیتا ہوں اور تجھ پر میرا ایمان ہے۔ تیرے نبی کی کتاب کی تصدیق کرتا ہوں اور تیرے عہد کو پورا کرتا ہوں اور تیرے نبی کی امتیاع کرتا ہوں۔

طواف کی کیفیت

خانہ کعبہ کے سات چکر لگانے سے ایک طواف بنتا ہے۔ پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی کچھ تیز چلے جب کہ طواف قدوم ہو۔ اگر طواف قدوم نہ ہو تو ساتوں چکر معمول کے مطابق چل کر پورے کرے۔ عورتوں کے لئے اور اہل مکہ یا مکہ کے قرب و جوار کے باشندوں کے لئے رمل غیر مسنون ہے۔

دونوں رکنوں کی درمیانی دعا

حجر اسود اور رکن یہاں کے درمیان یہ دعا پڑھے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَلَا تَنْعَذَنَّ بِأَثْنَارٍ (البقرہ ع 24)

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں اچھی شے اور آخرت میں جو اچھی شے ہو وہ عنایت فرمائے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

جب محبر اسود کے سامنے آئے تو اللہ اکبر ہے اور باقی طواف میں کثرت سے ذکر اور دعا میں مشغول رہے۔ طواف کے دوران یہ دعا بھی پڑھنی چاہیتے۔

طواف کی دعا

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي حَمَدُورًا وَسَعِيًّا مُمْكِنُورًا وَذِنْبًا مُغْفُورًا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوزْ عَمَّا تَعْلَمْ
وَأَنْتَ أَعْزُمُ لَا كَرَامُ

الی! میرا ج گناہوں سے پاک بنادے۔ میری کوشش کو قبول فرمائے اور میرے گناہ معاف فرمائے۔

اے میرے پروردگار میرے گناہ معاف فرمائے اور مجھ پر رحم فرمائے اور میری کوتاہیوں اور لغوثوں سے تو واقف ہے۔ ان سے درگزر فرمائے۔ تو بہت عوت والا اور بہت کرم والا ہے۔

غیر مسنون دعائیں

غانہ کعبہ کا طواف اور صفارہ کی سعی کے ہر چکر کے لئے لوگوں نے کچھ دعائیں اپنی طرف سے ایجاد کی ہوتی ہیں۔ شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ وہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ پڑھی جاتیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی دعائے پڑھی جاتے۔

طواف کے دیگر احکام

طواف کرتے وقت بیت اللہ شریف کے قریب ہونا ہمتر ہے۔ اگر اٹھا مہم ہو تو

پھر دور ہو کر چلے۔ پھر مقام ابراہیم اور زمزم کے اوپر کی طرف سے طواف کرنا جائز ہے، اگر کوئی شخص طواف کا کچھ حصہ چھوڑ دے خواہ معمولی ہو یعنی ساتویں چکر کے درمیان میں چھوڑ دے تو اس کا طواف صحیح نہیں ہو گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل طواف کیا ہے اور فرمایا مجھ سے حج کی عبادت کے طریقے سیکھو۔ طواف کرتے وقت مسلسل چکر لگانا شرط ہے۔ اگر نماز کے لئے اقامت ہو جاتے یا نماز ختم نہ شروع ہو جاتے تو طواف کو چھوڑ کر نماز میں شامل ہو جاتے اور باقی ماندہ طواف نماز ادا کرنے کے بعد پورا کرے۔ طواف کا آغاز حجر اسود سے کرے۔ اگر کوئی چکر درمیان میں منقطع ہو گیا تو وہ چکر شمار نہیں ہو گا۔

مقام ابراہیم کی دور رکعت

طواف کرنے والا جب طواف سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے آ کر دور رکعت پڑھے۔ اگر اڑھام کی وجہ سے وہاں پر نماز پڑھنا مشکل ہو تو جہاں اسے موقع ملے وہاں پڑھ لے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے۔

طواف کی ان دور رکعتوں میں ان دونوں سورتوں کے پڑھنے میں خاص حکمت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کو اپنے ذہن میں حاضر کرے اور دل کو یہ بات سمجھاتے کہ خانہ کعبہ کا طواف اس کی عبادت نہیں بلکہ اللہ کی عبادت کے لئے ہے جو ایک ہے اور جو بے نیاز ہے اور جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر کوئی طواف کرنے کا خواہ شمند ہو تو ہر طواف کے بعد دور رکعت پڑھے کیونکہ منتخب یہی امر ہے۔ اگر اس نے کسی طواف اکٹھے کئے اور ہر طواف کے لئے نماز نہ پڑھی تو طواف سے فارغ ہو کر ہر طواف کی دور رکعت پڑھنا چاہیئے۔ تمام طوافوں کے بعد صرف دور رکعت پڑھ لینا کافی نہیں۔ چنانچہ سور بن محزمه اور حضرت عائشہ کا یہی مذہب ہے۔ طواف

کعبہ اور صفا مروہ کی سعی میں تسلسل ضروری نہیں۔ اگر دن کے اول حصہ میں طواف کرے اور آخری حصہ میں سعی کرے تو جائز ہے۔

سعی

مقام ابراہیم کے پاس دور کعت ادا کرنے کے بعد پھر حجر اسود کی طرف لوٹے۔ اگر اشدحام نہ ہو اور ممکن ہو تو اسے بوسہ دے ورنہ ہاتھ سے اشارہ کر کے باب صفائی طرف چلا آتے۔ باب صفائی سے باہر نکل کر سیدھا صفا پہاڑی پر چڑھے۔ پھر خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھئے۔

صفا مروہ کی دعا

پھریہ دعا پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هٰدَانَا..... لَا إِلٰهَ إِلٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ..... لَهُ الْكَلْمَٰنُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُبَخِّرُ وَيُبَشِّرُ..... وَهُوَ حَمِيمٌ لِلْيَوْمَ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ..... لَا إِلٰهَ إِلٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ..... لَهُ الْمَدْقَأُ وَعِدَهُ وَنَصْرٌ عَبِيدَهُ وَهُوَ مَالُ الْجَنَابَ وَحْدَهُ۔

تمام تعریفوں کے لائق اللہ کی ذات ہے جس نے ہمیں ہدایت سے نوازا۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے ہرگز لائق نہیں۔ وہ واحد لا شریک ہے۔ حقیقت میں تمام ملک اسی کا ہے۔ تعریفوں کے لائق بھی وہی ہے۔ وہ زندگی بخششا ہے اور مارتا ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ ہر قسم کی بھلائی اس کے کنٹرول میں ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا۔ اپنے بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمائی اور اکیلے نے کفار کے تمام لشکروں کو شکست دی۔

اس دعا کو تین مرتبہ پڑھئے۔ پھر اور دعا جو اسے پسند ہو کرے۔ پھر صفا پہاڑی سے

اڑکر سبز نشان تک آہستہ چلے۔ سبز نشان کے پاس آ کر دوڑنے لگے حتیٰ کہ دوسرے سبز نشان سے گزر جاتے۔ پھر حسب معمول آہستہ چلے۔ پھر جب مردہ پہاڑی پر پہنچ جاتے تو قبلہ رو ہو کر وہ دعا پڑھے جو صفا پر پڑھی تھی۔ پھر نیچے اتر آتے اور آہستہ آہستہ چلتا رہے۔ پھر جب سبز نشان کے پاس پہنچے تو یہ تیز سعی کرے حتیٰ کہ دوسرے سبز نشان سے گزر جاتے۔ پھر حسب معمول آہستہ چلے۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک جانے سے ایک چکر شمار ہو گا۔ پھر جب اس پہاڑی سے اس پہلی پہاڑی پر آتے گا تو دوسرا چکر شمار ہو گا۔ اسی طرح سات چکر پورے کئے جاتیں۔ صفا پہاڑی سے سعی کا کام شروع کیا جاتے اور مردہ پر ختم کیا جاتے۔ سعی کرتے وقت کثرت سے ذکر الہی میں مصروف رہے۔

سعی کی دعا

امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جب صفار مردہ کے درمیان سعی کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفْ عَنْ تَعْلُمْ وَأَنْتَ الْأَعْلَمُ الْأَكْرَمُ۔

اے میرے پروردگار مجھے بخش اور مجھ پر رحم فرم اور میری کوتاہبیوں کو جو تو جانتا ہے معاف فرم۔ تو بہت عزت والا اور کرم والا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ رمی اور صفار مردہ کی سعی اللہ کے ذکر کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

سعی کے دیگر احکام

صفاف مردہ کی درمیانی جگہ تمام کاٹے کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی حاجی صفا سے مردہ تک نہ گیا اور راستے سے واپس چلا آیا تو اس کی سعی نہیں ہو گی۔ سعی کرنے کے لئے وضو کرنا ضروری نہیں لیکن کوشش یہ کرے کہ حدث اکبر اور اصغر سے بدنب پاک ہو۔

اور کپڑے بھی پاک ہوں۔ سعی کی نیت کرنا ضروری ہے۔ سخت طریقہ یہ ہے کہ غانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد سعی کرے۔ عورت صفا مروہ پر نہ چڑھے بلکہ ان پہاڑیوں کے ماہین آ کر کھڑی ہو جاتے۔ اسی طرح دو سبز نشانات کے درمیان دوڑنے سے بھی گریز کرے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے وقت رمل اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا عورتوں کے لئے ضروری نہیں۔ نیز عورت صفا مروہ پر چڑھنے سے گریز کرے اور تلبیہ اونچی آواز سے نہ پڑھے۔ (دارقطنی) چونکہ عورت کے لئے ستر اور اپنے جسم کو چھپانا فرض ہے لیکن ان امور میں عموماً بے پر دگی اور پہنچی ہو جاتی ہے۔ تیزی سے دوڑنے کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ اپنے جسم کی پہنچی اور قوی کی مضبوطی کا انہصار کیا جاتے۔ لیکن یہ باتیں عورتوں سے مطلوب اور مقصود نہیں ہوتیں۔

جماعت

جب سعی سے فارغ ہو تو اگر بحیثیت کامتع کا احرام باندھا ہوا ہو تو حاجی اپنے سر کے تمام بالوں کو منڈوانتے یا کتراتے۔ جامات کرانے کے بعد حاجی کا احرام کھل گیا اور اب محرم ہونے کی صورت میں جو اس پر پابندیاں تھیں ختم ہو گئیں۔ جامات بنواتے وقت تمام بالوں کو منڈوانا یا کترانا ضروری ہے۔ سر کے کچھ بال منڈوانا جائز نہیں۔ اب بحیثیت کامتع کا احرام باندھنے والوں کا عمرہ پورا ہو گیا۔ اب آگے بحیثیت کی تفصیل اور بحیثیت کا طریقہ ذکر ہو گا۔

حج کا مسنون طریقہ

عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد حاجی پر لگی ہوتی سب پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ کمکہ معنفہ میں دیگر لوگوں کی طرح رہتا ہے۔ جب ذوالحجہ کی آمد تاریخ آتی ہے تو پھر حاجی کو سابقہ ذکر کردہ طریقہ کے مطابق حج کا احرام باندھنا ہوتا ہے۔ مستحب امریہ ہے کہ

بھی میقات سے گزتے وقت احرام باندھاتھا اور غسل اور خوشبو وغیرہ کام کئے تھے
ویلے اس احرام میں بھی کرے۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ 8 ذوالحجہ کی صبح کو احرام باندھ کر منی کی طرف چل پڑے
اور زوال آفتاب سے پہلے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کرے۔ پھر وہاں پر ظہر، عصر،
مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں قصر پڑھے۔ دو نمازوں کو جمع نہ
کرے۔ رات منی میں گزارے۔ اگر مکہ سے منی آنے کے بجائے سیدھا میدان
عرفات میں چلا جائے تو پھر بھی جائز ہے۔ جب سورج نکل آتے تو میدان عرفات کی
طرف چل پڑے۔ جب سورج ڈھل جائے تو وہاں پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ظہر
کے وقت میں پڑھے اور قصر کرے۔ اس میں ایک اذان کی جائے اور اقامۃ ہر نماز
کے لئے علیحدہ پڑھی جائے۔

وادی۔ بطن عرفہ کے سواتام عرفات وقوف کرنے کی جگہ ہے۔ جبل رحمت کے
پاس قبلے رو ہو کر وقوف کرنا سنت ہے۔ وہاں پر کثرت سے دعا اور استغفار میں مشغول
رہے۔ عبور و انکساری کا اٹھار کرے۔ اپنی کمزوری اور فقر و فاقہ کا اٹھار کرے۔ دعا
کرتے وقت ایک دعا کو بار بار پڑھے۔ کم از کم تین مرتبہ ہر دعا کو پڑھے۔ پورے
خضوع و خشوع اور حضور قلب سے دعائیں۔

میدان عرفات کی دعائیں

میدان عرفات میں مندرجہ ذیل دعائیں کثرت سے پڑھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَوْلَا لَكُنُوكُ وَلَوْلَا لَحْمُهُ وَلَوْلَا عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اللَّهُمَّ اجْعُلْ فِي قُلُوبِنَا نُورًا وَ فِي سَمَاءنَا نُورًا وَ فِي بَصَرِنَا نُورًا وَ نَمِرِي أَمْرِنَا۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ واحد لاشریک ہے۔ حقیقت میں
سب ملک اسی کا ہے۔ ہر طرح کی تعریف کے لائق بھی وہی ہے۔ وہ ہر شے پر قدرت

رکھتا ہے۔

الی ! میرے دل کو منور فرماء، میرے کانوں میں نور پیدا فرمایا اور میری آنکھوں کو منور فرمایا۔ میرے کام کو آسان فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ عرفات کے میدان میں وقوف کے وقت یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ لَا إِلَهَ لَهُ لَهُ الْحَمْدُ اللَّهُمَّ اهْدِنِي بِالْهُدَى وَرَقِّنِي بِالْتَّقْوَى وَاغْفِرْ لِنِي فِي
الْآخِرَةِ وَالْأُولَى۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہی تعریف کے قابل ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ درحقیقت ہر جگہ بادشاہی اسی کی ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔

الی ! مجھے ہدایت سے سرفراز فرماء اور تقویٰ کے ساتھ مجھے گناہوں سے بچا اور دنیا اور آخرت میں میرے گناہوں سے درگزر فرمایا۔

نیز یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَلَّذِي تَقُولُ وَخَيْرًا مَا نَقُولُ

الی ! تو تعریف کے لائق ہے جس طرح توہتا ہے اور جس طرح ہم کہتے ہیں اس سے بہتر تعریف کے لائق ہے۔

اللَّهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَلُنْكَلِي وَمُنْجَانِي وَمَانِي وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِي

یا الی ! میری نماز، قربانی بلکہ زندگی اور موت تیرے لئے ہے۔ میرا تو ہی تو وارث ہے۔

اللَّهُمَّ انِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَسُوءِ الْصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ

الی ! میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ دلوں میں غلط قسم کے پیدا ہونے

والے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میرا کام درہم
برہم ہو جائے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ رَجُبِيِّ بِالرِّيَاحِ

ایہی ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس چیز کی برآئی سے جبے ہوائیں اڑاتی ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ الْمُنَانُ بِدُونِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَلِكَ الْجَلَلُ
وَالْأَكْرَامُ اسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الْفَرُودُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُكَوِّنْ لَهُ كُفُواً أَهْدَوْ
أَنْتَ لَكَ الْحُكْمُ وَالْعَافِيَةُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَنْتَ لَكَ الْهُدَى وَالْبَدَاءُ

ایہی ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں ہر طرح کی تعریف تیرے لئے ہے۔
تیرے سو اکوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو بہت احسان کرنے والا ہے۔ تو زین و
آسمان کو پہلی مرتبہ معرض وجود میں لانے والا ہے۔ اے بزرگی اور عورت والے میں
تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔ تو اللہ ایک ہے۔ واحد ہے۔ بے نیاز ہے۔ تیری نہ
اولاد ہے نہ ماں باپ ہے۔ تیری ہمسری کوئی نہیں کر سکتا۔ میں تبحح سے معافی مانگتا ہوں
اور دنیا اور آخرت میں مندرستی کا سوال کرتا ہوں۔

میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے ہدایت فرم اور سیدھی راہ چلنے کی
 توفیق فرم۔

أَنَّا لَكَ الثَّبَاتُ فِي الْأَمْرِ وَالْغَيْرِ مَتَّةٌ عَلَى الرُّشْدِ وَأَنَّا لَكَ شُكْرٌ نَعْمَلُكُ وَحْنُنْ
عَبْدًا بِتَكَ وَأَنَّا لَكَ تَفْلِيْأً سَلِيمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَأَنَّا لَكَ مِنْ خَيْرٍ مَا تَعْلَمُ وَمَا تَعْلَمُ فَكَمَا
تَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَامُ الْغَيْوبِ۔

میں تبحح سے سوال کرتا ہوں ثابت قدم رہنے کا اور نیکی کے امور پر پختہ رہنے کا۔
میں تبحح سے سوال کرتا ہوں کہ تیری نعمت کا شکر ادا کروں اور تیری عبادت اچھے
 طریقے سے کروں۔

میں تبحح سے سلامتی والا دل مانگتا ہوں اور سچ بولنے والی زبان کا سوال کرتا ہوں۔

میں تجھ سے اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جسے تو جانتا ہے۔ بخش مانگتا ہوں ایسی کو تابیوں کی جنہیں تو جانتا ہے۔ تو تو بہت ہی غیب کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشَأْكُ مِنَ الْخَيْرِ كُلَّهُ عَاجِلًا وَآجِلَّهُ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ

الہی! میں تجھ سے ہر قسم کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں خواہ جلدی حاصل ہو یادی سے اور جس کا مجھے علم ہے یا نہیں۔

وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلًا وَآجِلَّهُ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ

اور ہر قسم کی براتی سے پناہ مانگتا ہوں خواہ جلدی میں آنے والی ہو یادی میں مجھے اس کا علم ہو یا نہ۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشَأْكُ مِنْ خَيْرِ مَا شَأْكَ مِنْ عِدْكَ وَرُسُوكُكَ مُحَمَّدٌ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا سْتَعَا مِنْهُ عَنْدَكَ وَرُسُوكَكَ مُحَمَّدٌ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

الہی! میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کا تیرے بندے اور تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور اس براتی سے پناہ مانگتا ہوں جس براتی سے تیرے بندے اور تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشَأْكُ الْجَنَّةَ وَاقْرَبَ إِلَيْهَا مِنْ قُولَ وَعَمَلٍ وَأَشَأْكُ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَىٰ تَقْفِيسِهِ لِي خَيْرًا۔

الہی! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ایسے اعمال اور اقوال کا سوال کرتا ہوں جو مجھے جنت کے قریب کر دیں۔ نیز تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ ہر فیصلہ

جو تو کرے میرے لئے خیر و فلاح کا موجب ہو۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشَأْكُ مَوْجَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَوَامِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ أَثْمٍ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالثُّخَّةَ مِنَ النَّارِ۔

الہی! میں تجھ سے ایسے امور کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کے موجب ہوں

اور جن کی وجہ سے تیری مغفرت میرے لئے پختہ ہو جاتے اور ہر نیکی کو میں غنیمت شمار کروں اور ایسے امور کا سوال کرتا ہوں جن کی بدولت ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہوں اور جنت میں کامابی حاصل ہو اور جہنم کی آگ سے رہائی پاؤں۔

اللَّهُمَّ لَا تَدْعُنَا بِنَا إِلَّا خَفْرَةً، وَلَا هَمَا إِلَّا فَرْجَةٌ، وَلَا كَيْنَا إِلَّا قُبْنَةٌ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

الی ! میرے ہر قسم کے گناہ معاف فرماؤ اور ہر قسم کی پریشانی دور فرماؤ اور مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا فرماؤ اور میری ہر قسم کی حاجت جو تیری رضاکی موجب ہو پوری فرماؤ۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ فَقْرِيْتُ قُلْمَانِيْكَ شَيْئاً وَلَا يَغْفِرُ الذُّوبَ الْأَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحُمْنِيْ إِنِّيْكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

الی ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے (میں نے بے شمار گناہوں کا ارتکاب کیا ہے) تیرے سوا گناہوں کی معافی کوئی نہیں دے سکتا۔ بنابریں اپنی ذات کی طرف سے مجھے معافی فرماؤ اور مجھ پر رحم فرماؤ۔ تو بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللَّهُمَّ أَغْفِرْ لِي ذُوبَنِيْ بِحَمِيْعِهَا وَاهْدِنِي لِأَخْرَى الْأَعْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَخْسَخَ الْأَعْلَاقَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَاتِ الْأَعْلَاقِ۔

الی ! میرے تمام گناہ معاف فرماؤ اور مجھے اچھے اخلاق کی رہنمائی فرماؤ۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔ بے اخلاق سے بچا۔ تیرے سوا بے اخلاق سے پھریرے اور ہٹانے والا کوئی نہیں۔

لَيْسَكَ وَسَعْدَكَ وَلَيْتَ وَلَكَ بَيْدِيْكَ وَالرَّغْمَيْنِ إِنِّيْكَ تَبَارِكَتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْعَفْكَ وَكَوْ وَأَتُوبَ إِنِّيْكَ۔

الی ! میں حاضر ہوں اور تجوہ سے سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ہر قسم کی بحلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ لیکن برآتی تیری طرف سے نہیں۔ تو برکت والا ہے اور بلند ہے۔ میں تیری بارگاہ میں گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشَارَكُ نُخْبِتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَأَشَارَكُ كَلْمَتَكَ لِحَقٍّ فِي الْغَضْبِ وَالرَّضَاوَ
أَشَارَكُ الْقَدْرَ فِي الْفَقْرِ وَالْغَنِيَّ وَأَشَارَكُ نَعْيَّا لَا يَنْفَدُ وَقَرْةً عَيْنٍ لَا شَقْطَعُ وَأَشَارَكُ الرِّضَا بَعْدَ
الْقَضَاءِ وَبَرْ وَاعْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ فِي لَذَّةِ الْتَّفَرِّيَّ إِلَى وَجْهِكَ الْكَرِيمَ وَالشُّوقَ إِلَى لِقَائِكَ مِنْ غَيْرِ
مُفْرَّغَةٍ وَلَا فَرِيَّةٍ مُفْلِتَةٍ۔

اہی ! میں تجوہ سے تیری خشیت اور خوف کا سوال کرتا ہوں کہ ہر وقت تجوہ سے
ڈر تا رہوں اور کلمہ حق کہنے کا سوال کرتا ہوں خواہ غصے کی خالت میں ہوں یا رضاکی
حالت میں اور میانہ روی کا سوال کرتا ہوں خواہ متندگستی کی خالت ہو یا تو نگری اور
مالداری کی خالت ہو۔ میں تجوہ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہو اور آنکھ کی
ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں جو ہمیشہ کے لئے قائم رہے اور تیری قضا پر راضی رہنے کا
سوال کرتا ہوں۔ موت کے بعد ٹھنڈی زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ تیرے کریم چہرے
کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا سوال کرتا ہوں۔ تیری زیارت کا شرف حاصل
کرنے کا شوق چاہتا ہوں۔ یہ شرف بغیر کسی تکلیف کے حاصل ہو اور کسی گمراہ کرنے
والے فتنے میں نہ پڑ جاؤ۔

اللَّهُمَّ زِينْنَا بِزِينَتِ الْإِيمَانِ وَاجْعَلْنَا فُدُّرَةً مُهْتَدِينَ غَيْرَ ضَالِّينَ وَلَا مُفْلِتِينَ سُلْمًا لَا وَبِيَا بَاهِثًا
حَرَبًا لَا عَدَاءً بَاهِثًا نُحْبِبُ زَحْلَكَ وَمَنْ أَحْبَبَكَ وَنُعَادِي بَعْدًا وَبَاهِثًا مَنْ عَادَكَ أَوْ خَالَفَكَ۔

اہی ! ہم کو ایمان کی زینت سے مزین فرم۔ ہمیں ہدایت کرنے والے اور ہدایت
یافتہ بننا۔ ہمیں گمراہ ہونے والے اور گمراہ کرنے والوں میں سے نہ بنا۔ ہمیں اپنے دوستوں
کے لئے باعث امن و سلامتی اور اپنے دشمنوں کے لئے جنگ کرنے والے بنا۔ جو
تیرے ساتھ محبت کرتا ہے تو ہم تیری محبت کی وجہ سے اس سے محبت کریں اور جو
تیرے ساتھ دشمنی کا اٹھا کرتا ہے تو تیری دشمنی کی وجہ سے اس سے دشمنی کریں یا
جو تیری مخالفت کرتا ہے تو اس سے تیری مخالفت کی وجہ سے مخالفت کریں۔

اللَّهُمَّ هَذَا لِدُعَا وَعَلَيْكَ إِلَّا جَاءْتَهُ وَهَذَا لِمُحْمَدٍ وَعَلَيْكَ الْتَّكَلَّافُ۔

اہی ! یہ ہماری دعا ہے۔ اسے تو نے قبول فریانا ہے۔ یہ ہماری جدوجہد ہے لیکن ہمیں اپنی کوشش پر کوئی بھروسہ نہیں۔ صرف تیری ذات پر بھروسہ ہے۔ مذکورہ بالادعاؤں کے علاوہ اور بھی جودعا چاہے مانگ سکتا ہے۔ ظہراً اور عصر کی ناز قصر جمع کر کے پڑھنے کے بعد غروب آفتاب تک دعائیں کی جاتیں۔ غروب آفتاب سے قبل میدان عرفات سے نکلنا منوع ہے۔ اگر کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پیشتر وہاں سے چلا آیا تو اس کا حج نہیں ہو گا بلکہ اسے دوبارہ حج کرنا ہو گا۔ اگر کوئی شخص یوم عرفہ کو میدان عرفات میں نہ جاتے تو اس کا بھی کوئی حج نہیں ہو گا۔ اگر کوئی عورت حج کے دوران ایام ماہواری میں بتلا ہو جاتے تو اسے بھی میدان عرفات میں جا کر وقف کرنا چاہیتے اور اس کا وقف صحیح ہو گا اور اس کا حج کافریفہ بھی ادا ہو جاتے گا۔

مزدلفہ میں قیام

جب سورج غروب ہو جاتے تو حاجی میدان عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جاتے اور میدان عرفات میں مغرب کی نماز ادا نہ کرے۔ راستہ میں آرام اور سکون سے چلے اور کسی کو ایذا نہ دے کیونکہ بہت بڑے اجتماع کی وجہ سے راستہ میں اڑھاہم ہو جاتا ہے اور جلدی چلنے سے بعض صغیف و ناتواں کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ مزدلفہ میدان عرفات سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب حاجی مزدلفہ پہنچے تو وہاں پر مغرب اور عشاء کی دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھے۔ ان کے لئے اذان ایک کہے لیکن جماعت کی صورت میں دو نمازوں کے لئے دو دفعہ اقامت پڑھی جاتے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کو وہاں پر ٹھہرنا ضروری ہے۔ رات وہیں بسر کرے اور آدمی رات سے پہلے وہاں سے کوچ کرنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر کوئی مریض ہو جے ہسپتال میں جانا ہو تو وہ اگر مزدلفہ میں رات گزارنے کے بغیر چلا آتے تو اسے کوئی مضاائقہ نہیں لیکن سنت یہی ہے کہ حاجی مزدلفہ میں طلوع فجر تک ٹھہرے اور وہاں پر صحیح کی نماز

پڑھنے کے بعد مشعر الحرام کے پاس آ کر وقف کرے اور وہاں پر تحمید تہليل اور تکبیر پڑھے اور بھریہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ كَمَا وَفَقْتَنَا فِيهِ وَأَرْتَنَا إِيَّاهُ فَوَفِّقْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا وَأَغْفِرْنَا وَارْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا
بِغُورِكَ وَقُدْلَكَ أَعْنَى

الی! جس طرح اس میں آنے کی اور اس کی زیارت کرنے کی تو نے توفین بخشی ہے اسی طرح اس مقام پر ذکر و اذکار کرنے کی توفین عنایت فرم۔ جس طرح تو نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے اس کے مطابق ذکر کرنے کی توفین بخش۔ ہمیں معافی عنایت فرم اور ہم پر رحم فرمائیسا کہ تو نے اپنے قول کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ تیری بات پھی اور حق ہے۔ جیسا کہ تو نے فرمایا ہے۔

فَإِذَا أَفْضَلْتُمْ مِنْ عِرَفَاتٍ فَادْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعُرِ الْحَرَامِ (البقرہ ۲۵)

جب تم عرفات کے میدان سے واپس لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس آ کر اللہ کو یاد کرو۔

مزدلفہ سے روانگی

وہاں سے کچھ دیر ذکر الی میں مشغول رہنے کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے ہی وہاں سے چل پڑے۔ جب وادی محرر میں پہنچے تو وہاں پر تیزی سے چلے۔ ہاں البتہ مزدلفہ سے روانہ ہونے سے پہلے وہاں سے چھوٹے چھوٹے لکنکر جو چنے کے دانے سے بڑے ہوں اور بندوق کی گولی سے چھوٹے ہوں لیں وہ اس سے پہلے کسی حاجی نے کسی جمرہ پر استعمال نہ کئے ہوں۔ مذکورہ بالا مقدار سے بہت بڑی اور چھوٹی لکنکریاں جائز نہیں۔ کیونکہ یوم نحر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا میرے لئے چھوٹی چھوٹی لکنکریاں اکٹھی کرو تو حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سات لکنکریاں اکٹھی کئیں۔

اپ نے اپنی ہتھیلی میں پکڑیں اور ایک ایک کر کے جمرہ پر مارنے لگے اور فرمایا۔
لوگو! میری کنکریوں کی مانند کنکریاں پھینکو اور دین میں غلوتمت کرو کیوں نکے سابق
اقوام کو دین میں غلومنے تباہ و برباد کیا۔

کنکریاں مارنے کا طریقہ

جب کنکریاں مارے تو اپنے داتیں ہاتھ سے مارے۔ پہلے روز یعنی یوم نحر کو
صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جب حاجی وہاں پہنچے تو سات کنکریاں یکے
بعد یگرے مارے اور کوشش کرے کہ جمرہ کو گک جاتیں۔ صبح سے لے کر یوم نحر
کی شام تک کنکریاں ماری جاسکتی ہیں اور جب کنکری مارے تو اللہ اکبر پڑھے

کنکری مارنے کی دعا

یہ دعا پڑھے۔
اللَّهُمَّ اجْعِلْهُ جَاهِدًا مُّسْرِدًا وَذِيَا مَغْفُورًا وَسَعِيًّا مُّشْكُورًا

الی! میرا ج گناہوں سے پاک و صاف بنادیجھیتے۔ میرے گناہ معاف فرا اور میری
کوشش راتیگاں نہ ہونے پاتے۔

نحر و حلق

کنکریاں مارنے کے بعد وہاں سے چلا آتے اور قربان گاہ میں جا کر قربانی کرے۔
اس کے بعد اپنا سر استر سے منڈوائے یا قیچی یا مشین سے بال چھوٹے کراتے۔
دونوں طرح جائز ہے لیکن سر منڈوانا افضل ہے۔ عورت کو سر منڈوانا منع ہے اس
کے لئے بالوں کو قدرے کرتنا ہے۔ جب رمی اور حلق سے حاجی فارغ ہو جاتے تو اس
کے لئے عورتوں سے مباشرت کے مساوا سمجھی امور جو پہلے من nou تھے جائز ہو جاتیں
گے۔

حلق، رمی اور نحر میں سے اگر کسی کام میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے تو کوئی مصافت نہیں کیونکہ یوم نحر کو کتنی ایسے اشخاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے جنہوں نے ترتیب کا خیال نہ رکھا۔ آپ نے سب کے حج کے متعلق فرمایا قبول ہے اور ان کے فعل کو جائز قرار دیا۔

طواف زیارت

قریانی سے فارغ ہو کر طواف زیارت کے لئے مکہ معظمه میں آتے اور وہاں آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اس کا نام طواف زیارت ہے اور یہ حج کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج کمل نہیں ہوتا۔ یوم نحر کو یہ طواف کرنا افضل ہے اگر ایام منی میں اس نے طواف نہیں کیا۔ بعد میں آکر کیا تو بھی جائز ہے کیونکہ اس طواف کے لئے آخری وقت کی کوئی تعین نہیں۔

آب زمزم

جب طواف زیارت سے فارغ ہو جاتے تو چاہ زمزم کے پاس آکر زمزم کا پانی پیتے اور پیٹ پھر کر پیتے اور کچھ اپنے جسم اور کپڑوں پر چھڑ کے اور یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اجْعَلْنَا عَلَيْا نَفَاعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَرِيَاءً وَسُبْغاً وَسِقَاءً وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ وَأَعْمَلْنَا

تَلْبِيَّيْ وَاللّٰهُمَّ مَنْ شَيْتَكُثُرَ.

الی! یہ پانی مفید علم، وسیع رزق کا موجب بنادے اور سیراب ہونے اور ہر بیماری سے شفا کا باعث بنا دیجیتے۔ اس پانی سے میرے دل کی میل کچیل، دور فرا اور اپنا خوف اور خشیت اس میں پیدا کر۔

ابن عربی کہتے ہیں یہ تأشیر یعنی آب زمزم نوش کرنے سے علم کا حاصل ہونا، رزق ملنا اور شفا پانا، قیامت تک اس میں موجود ہے گا۔ بشرطیکہ نوش کرنے والے کی نیت صحیح ہو اور اسے مکمل اعتماد ہو۔ اسے تجربہ کے طور پر نوش نہ کرے کیونکہ اللہ

تعالیٰ متنوں کا ساتھ دیتا ہے اور مجرموں کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔
ابن عرف کہتے ہیں کہ زمزم کا پانی بیٹھا نہیں کرنا چاہیتے کیونکہ یہ تو عبادت تصور
کر کے پیا جاتا ہے۔

سمیٰ صفا و مروہ

اُب زمزم پینے کے بعد متینع اب حج کے لئے صفا مروہ کی سمیٰ کرے کیونکہ اس
نے جو پہلی سمیٰ کی تھی وہ تو عمرہ کے لئے تھی۔ سمیٰ سے فارغ ہونے کے بعد پھر
واپس سمیٰ میں چلا جاتے۔ وہاں جا کر طہر کی نماز پڑھے اگر اسے موقعہ مل جائے۔ کیونکہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے واپس سمیٰ میں تشریف لا کر طہر کی نماز ادا کی
تھی۔

ایام تشریق میں جلدی کرنے والے کا حکم

اگر کوئی شخص سمیٰ سے جلد آنا چاہے تو سکیارہ اور بارہ کی رات میں گزارنا اس
کے لئے ضروری ہے۔ اگر جلدی نہیں ہے تو سکیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی رات کو سمیٰ
میں قیام کر کے چلا آتے۔

کنکر مارنے کا طریقہ

ایام تشریق میں حمرات کو کنکر مارنے کے متعلق یہ حکم ہے کہ زوال شمس کے بعد
تینوں حمرات کے پاس جا کر مارے۔ کیونکہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے یوم نحر کو چاشت کے وقت بڑے حمرہ کو
کنکر مارے۔ پھر ایام تشریق میں تینوں حمرات کو زوال آفتاب کے بعد کنکر مارے۔
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم وقت کو دیکھتے رہتے جب آفتاب ڈھل
جاتا تو ہم رمی کرتے۔

رمی کا وقت غروب آفتاب تک ہے۔ البتہ زوال آفتاب کے بعد جلدی کرنا مستحب ہے۔ ہر جمروہ کے پاس سات کنکریاں پھینکئے۔ سب سے پہلے جمروہ اولیٰ کے پاس آتے یہ مکہ سے سب سے زیادہ دور ہے۔ یہ مسجد خیف کے پاس ہے جب کنکری مارنے لگے تو منہ قبلہ کی طرف کرے۔ سات کنکریاں مار کر وہاں پر ٹھہر جائے اور کافی دیر دعا کرے اور اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اوپر اٹھاتے۔ پھر جمروہ وسطیٰ کے پاس آتے۔ اس کے دائیں طرف کھڑا ہو کر کنکریاں مارے اور اگر ممکن ہو تو قبلہ کی طرف منہ کرے۔ وہاں پر بھی کچھ دیر ٹھہرے اور دعا کرے۔ پھر جمروہ عقبہ کے پاس آتے اور جب کنکری مارنے لگے تو بیت اللہ شریف اس کے باقیں جانب ہوا اور مسی دائیں جانب ہوا اگر ممکن ہو۔ اس جمروہ کو بھی سات کنکریاں مارے اور کنکریاں مارنے سے فارغ ہو کر وہاں مت ٹھہرے۔ کنکریاں مارتے وقت جمراتی ترتیب ضروری ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کنکریاں ماری ہیں اور آپ نے فرمایا۔ ”مجھ سے جو کرنے کا طریقہ سیکھ لو۔“

اگر رمی نہ کی جاتے تو ایک قربانی دینا واجب ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی آدمی بیمار ہو یا کوئی عورت حاملہ ہو اور دیگر ایسے اشخاص اگر وہ خود رمی نہ کریں کسی اور کو کنکریاں مارنے کے لئے کہہ دیں تو یہ جائز ہے۔

منی میں قیام

جو شخص بلاعذر شرعی منی میں رات کو قیام نہیں کرتا تو اس پر ایک قربانی لازم ہو گی۔ اگر معذور ہو جیسے موڑ کے حادثہ میں زخمی ہونے والا وغیرہ یا اسے کوئی ایسی مرض ہو کہ اگر وہ منی میں رات کو قیام کرے تو اس کی سرض بڑھنے کا اندیشہ ہو اور اسے ہسپتال میں داخل کرانا ضروری ہو تو اس پر کوئی تادان نہیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے متعلق صاف نص موجود ہے جیسا کہ پانی پلانے والے وغیرہ کو منی سے جانے کی اجازت

ہے۔

اگر حاجی دو دن میں اپنا کام ختم کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بارہ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے ہی منی سے چل پڑے اور تیرے دن کی رمی بارہ تاریخ کو، ہی کرے۔ اگر سورج غروب ہونے تک وہاں ٹھہرہ رہتا تو اسے وہاں پر رات گزارنا ضروری ہو گا اور صبح کو زوال آفتاب کے بعد رمی کرنا بھی ضروری ہو گا کیونکہ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ جو شخص بارھویں تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد منی میں رہتا ہے تو اسے الگی رات وہاں گزارنا ضروری ہو گا اور جب باقی لوگ وہاں سے آئیں گے اس وقت اسے آنا ہو گا۔

طواف و داع

جب منی سے کوچ کر کے مکہ معظمه میں چلا آتے تو اسے اپنے گھر کو جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف ضروری ہے۔ اس کا نام طواف وداع ہے۔ اگر طواف وداع کے بعد پھر وہاں پر ٹھہرہ گیا تو پھر جاتے وقت اسے طواف کرنا ہو گا۔ اگر کوئی عورت حافظہ ہو تو اس سے طواف ساقط ہو جاتے گا۔ اسے طواف کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح نفاس والی عورت پر بھی طواف وداع ضروری نہیں۔

طواف وداع کرنے کے بعد حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے مابین جگہ پر جسے ملتزم کہتے ہیں کھدا ہو جاتے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ اپنا تمام جسم لگاتے اور یہ دعا

پڑھے

اللَّهُمَّ هَذَا يَبْيَثُكَ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَبْنُ عَبْدِكَ وَأَبْنُ أَمْبَتِكَ حَمْلَتِنِي عَلَى مَا حَمَّزْتَ لِي مِنْ خُلُقِكَ وَرَسِيمَتِنِي فِي بِلَادِكَ حَتَّى يَلْغُطَنِي بِيَبْيَثِكَ إِلَيْكَ يَبْيَثُكَ وَأَعْنَتِنِي عَلَى أَدَاءِ حُشْكِيٍّ فَإِنْ كُنْتَ رَضِيَتِي عَنِّي فَازَدْ عَنِّي رِضاً وَاللَّا فِرْمَانُ اللَّاهِ قَبْلَ أَنْ تَنْتَأِ عَنِّي يَبْيَثُكَ إِلَيْ دَارِيٍّ وَهَذَا أَوْ أَنْ أَنْصَرَنِي إِنْ أَدْعُتَ لِي غَيْرَ مُسْتَبِدِ لِي بَاكَ وَلَا يَبْيَثُكَ وَلَا رَاغِبًا عَنِّي وَلَا عَنِّي يَبْيَثُكَ

اللَّهُمَّ فَا صَحِّبْنِي الْعَافِيَةَ فِي بُدْنِي وَالصِّحَّةَ فِي جُسْمِي وَالْعُصْمَةَ فِي دِينِي وَاحْسُنْ مُنْقَلَبِي وَارْزُقْنِي طَاعَتِكَ مَا أَبْقَيْتَنِي وَأَجْمَعَ لِي بَيْنَ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ - إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -

الی ! یہ تیرا کھر ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں۔ تو نے مجھے اپنی اس مخلوق پر سوار کیا جو میرے تابع کی اور تو نے اپنے ملکوں کی سیر کرائی حتیٰ کہ تو نے مجھے اپنے لطف و کرم سے اپنے گھر میں پہنچا دیا اور حج کی عبادات ادا کرنے میں میری مدد فرمائی۔ اگر تو میری اس عبادت پر راضی ہو چکا ہے تو اپنی رضا کا کچھ اور اٹھار فرمایا۔ ورنہ اب تیرے گھر سے جدا ہونے اور اپنے گھر میں پہنچنے سے پہلے پہلے مجھ پر اٹھار خوشنودی فرمایا۔ اب میرا جانے کا وقت آچکا ہے۔ اگر تو مجھے اجازت فرمائے تو میں چلا جاؤں گا۔ تیرے احکام میں تبدیلی نہیں کروں گا اور نہ تیرے گھر کے بوا کسی اور گھر کی طرف جاؤں گا۔ تیرے گھر سے اور تجھ سے کبھی بے رغبتی کا اٹھار نہیں کروں گا۔

الی ! مجھے میرے بدن میں متدرستی عنایت فرمایا اور جسم کو صحت عطا فرمایا اور میرا دین محفوظ فرمایا اور میرا واپس لوٹنا اچھا بنا اور میں جب تک زندہ رہوں مجھے اپنی اطاعت کی توفیق عنایت فرمایا۔ میرے لئے دنیا اور آخرت کی بھلاتیاں اکٹھی عنایت فرمایا۔ (تیرے لئے یہ امور کوئی مشکل نہیں کیونکہ) تو توہر کام پر قادر ہے۔

اس کے علاوہ اور دعائیں جو چاہے حاجی وہاں پر مانگ سکتا ہے۔ دعا کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود و سلام پڑھے۔

عمرہ کابیان

حج اور عمرہ دونوں ایک ہی قسم کی عبادتیں ہیں۔ لیکن حج صاحب استطاعت کے لئے زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے اور اسلام کا پانچواں رکن ہے اور اس کے نہ کرنے سے انسان کا اسلام نا مکمل رہتا ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو

ایسے شخص کو یہود و نصاریٰ میں شمار کیا ہے۔ اس کے برعکس عمرہ فرض نہیں۔ یہ نفلی عبادت ہے۔ حج کی مثال جیسے پنجگانہ فرضی نماز جو اوقات مقرر مقتدر میں مقرر رکھتیں پڑھی جاتی ہیں اور عمرہ جیسے نوافل جب چاہا پڑھ لئے اور جتنے چاہے پڑھ لئے۔ تاہم عمرہ کی فضیلت حدیثوں میں کافی مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ذکر آیا ہے کہ رمضان المبارک کے عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ لگاتار عمرے کرنے سے انسان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔

عمرہ کا طریقہ

حج کی طرح جب کوئی آدمی میقات سے گزرے جس کا رادہ مکہ مظہر میں آنے کا ہو، تو وہ احرام باندھ لے اور حج کا تلبیہ پڑھنا شروع کر دے اور جو پابندیاں حج کا احرام باندھنے پر عائد ہوتی ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ان پابندیوں پر قائم رہے اور محشرات سے اجتناب کرے۔ جب مکہ مظہر میں پہنچے اور خانہ کعبہ پر زگاہ پڑھے تو وہ دعا پڑھے جس کا حج کے باپ میں زیارت کعبہ سے مشرف ہونے کے موقعہ پر ذکر ہو چکا ہے۔

پھر خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگاتے۔ بعد ازاں مقام ابراہیم کے پاس دور کعت پڑھے۔ اس سے فارغ ہو کر چاہ زمزم کے پاس آتے اور آب زمزم پینے کا شرف حاصل کرے اور آب زمزم نوش کرنے کی دعا پڑھے جس کا حج کے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

پھر صفا و مروہ کی سعی کرے اور سعی کا طریقہ یہ ہے کہ صفا سے مروہ تک چلے جو ایک چکر شمار ہو گا پھر مروہ سے صفا پر آتے اب دو چکر ہو گئے اسی طرح سات چکر

پورے کرے۔ اس کے بعد وہیں اپنے سر کے بال منڈادے یا کتراتے لیکن منڈادنا افضل ہے۔ اب عمرہ کی تکمیل ہو گئی اور عمرہ کرنے والے کے لئے وہ سب اشیاء اور افعال جائز ہو گئے جو احرام کی حالت میں ممنوع تھے۔

ایک سال میں کتنی عمرے کرنے میں کوئی مضافات نہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ ابن عمرؓ ابن عباس، انسؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ لیکن کہ میں جا کر بار بار عمرے کرنا درست نہیں۔ اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کیونکہ مسافر حاجی کے لئے عمرہ کرنے کے بجائے بیت اللہ شریف کا طواف کثرت سے کرنا چاہیتے۔
بیت اللہ شریف کا طواف نفلی عبادات سے بہتر ہے۔

مسجد نبوی اور روضہ اطہر

اگر حاجی حج کرنے سے پہلے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہو تو گھر کو واپس چلا آتے۔ اگر مسجد نبوی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے حج سے پہلے نہیں جاسکا تو حج سے فراغت پانے کے بعد مدینہ منورہ کو روانہ ہو جاتے۔ کیونکہ اگرچہ زیارت مسجد نبوی اور زیارت گنبہ خضا حضرات حج کے ارکان میں شامل نہیں تاہم ان کا کافی ثواب ہے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز سفارش کریں گے۔ بنابریں حاجج کو چاہیتے کہ جب حج کرنے کے لئے جاتیں تو اگر موقعہ ملے تو حج کرنے سے پہلے ورنہ حج کی ادائیگی کے بعد مسجد نبوی کی زیارت اور روضہ اطہر کی زیارت کا شرف ضرور حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حج کرنے اور زیارت نبوی اور زیارت روضہ رسول کی توفیق عنایت فریاتے۔ آمين

مسجد کے آداب

جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو دیاں پاؤں پہلے اندر رکھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر کام میں دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے۔ پھر یہ دعا بھڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ

میں اللہ کا نام لے کر کام شروع کرتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہو۔

پھر یہ دعا پڑھے۔

اللّٰهُمَّ أَغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْعُلْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

ای! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھوں
ائے۔ پھر مسجد میں تحریۃ المسجد کی دور کتعین پڑھے۔

روضہ اطہر کی زیارت کے آداب

تحریۃ المسجد سے فارغ ہو کر روضہ اطہر کے پاس حاضر ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے سامنے کی طرف اور محجرہ کی دیوار کی طرف منہ کر کے کھوا ہو جاتے۔ سرجھکا ہوا ہو، آنکھیں بند ہوں، عاجزی اور انکساری کا اٹھا ہو، دل میں چیخت موجن ہو گویا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بذات خود مشرف ہو رہا ہے۔ پھر

آپ پر سلام پڑھے اور یوں کہئے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو

حضرت عبد اللہ ابن عمر ان الفاظ سے زائد کچھ نہیں پڑھتے تھے اگر کوئی کچھ اضافہ کرے تو مضائقہ نہیں جیسے شہادتیں کا پڑھنا۔ پھر یہ بھی کہئے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَّ كَاتِبِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَخَيْرَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ

وَعِبَادِهِ۔ اشْهَدُ أَنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَهُدًى لَا شَرِّيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

اے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہوا اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔
اے اللہ کے بنی اور اس کی مخلوق اور بندوں سے بہترین ہستی آپ پر سلام ہو میں
گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی
شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور
رسول ہیں۔

نیز یہ دعا بھی پڑھے
وَأَشْهَدُ أَنِّي كَفُورٌ بِلُغَةِ رِسَالَاتِ رَبِّكَ بِالْحَكْمَةِ وَالْمُوعِظَةِ الْحُكْمَةِ وَعَبْدَتُ اللَّهَ حَتَّى
أَتَاهُ الْقِيقَانَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ كَثِيرًا كَمَا يُحِبُّ رَبِّنَا وَيُرِضِّنَا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کے پیغامات کو حکمت اور اچھی نصیحت
سے لوگوں تک پہنچا دیا۔ آپ نے انتقال فرمانے کے وقت تک اللہ کی عبادت کی۔ اللہ
تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل فریاتے جیسا کہ ہمارا پروردگار پسند کرتا اور راضی ہوتا
ہے۔

پھر یہ دعا پڑھے۔
اللَّهُمَّ إِنِّي عَنَّا بَيْتَنَا أَفْضَلُ مَا جَزَيْتَ أَهْدَى مِنْ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَابْعَثْتُ مُقَامًا مُحَمَّدًا إِلَيْذِي
وَعَدَتْ يَغْبِطُهُ الْأَشْوَانُ وَالْأَخْرُونَ ه

الی! ہماری طرف سے ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل جزا
عنایت فرما جو تو نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو جزا عنایت فرمائی ہے اور آپ کو مقام
محمود پر بھیج جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضور اکرم کو دیکھ کر
اگلے اور پچھلے سب رشتک کی نگاہوں سے دیکھیں۔

پھر یہ درود پڑھے۔
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى أَهْلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ
سَمَدِيْدٌ وَبَارَكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى أَهْلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ

اہی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائیں۔ تو قبل تعریف ہے اور بزرگی والا ہے۔ اہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں تو تعریف کیا گیا سے اور بزرگی والا ہے۔

پھر دہاں سے تقریباً ایک ہاتھ دائیں طرف پڑھے۔ دہاں پر کھڑا ہو کر پیچے کئے۔

السلام عليك يا أبا بكر الصديق

اے حضرت ابو بکر صدیقؓ میضھ آپ یہ سلام ہو۔

پھر قریباً ایک ہاتھ اور دائیں طرف آگے بڑھے اور دہاں پر عمر فاروق پر سلام
ڑڑھے۔ نزد یہ بھی کیے۔

پرے۔ یہیہ بن ہے۔
اَسْلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمِّ الْفَارُوقِ اَسْلَامٌ عَلَيْكَمَا يَا صَاحِبِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
صَحْبِيْهِ وَزَوْجِيْهِ۔

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور ساتھ لیٹنے والو اور اس کے وزیر و ایسا سلام ہو۔ نسبتہ گنجائی کئے۔

وَإِنْ أَپْرَهَا إِلَيْهِ بِي هے۔
اللَّهُمَّ ابْرِحْهَا عَنْ بَيْتِهَا وَعَنِ الْإِسْلَامِ خَيْرًا۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَقِيمْ عَقْبَى الدَّارِ۔

الی! ان دونوں کو اپنے نبی اور اسلام کی طرف سے حدا تے خسر عطا فرم۔

آپ پر سلام ہو کیونکہ آپ نے صبر سے کام لیا۔ اب آپ کا آخری گھر بہت جھائیں۔

پھر قبلہ کی طرف رخ کرے اور حجرہ نبوی کو اپنے بائیں جانب کر کے کھڑا ہو جائے اور جو دعا اسے پسند ہو وہ کرے۔ اپنے والدین، بھائی، بہنوں اور سب مسلمانوں کے لئے دعائے خر کرے۔ لیکن یاد رکھے حجرہ شریف کا طواف کرنا اسے چھوننا اور اس کی

دیواروں کے ساتھ سر لگانا منع ہے کیونکہ یہ سب امور از قبیل شرک ہیں۔
شیعۃ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے سوا کسی چیز کا
طواف جائز نہیں۔ اس مسئلہ میں علماء کا اتفاق ہے۔

محبہ شریف کے پاس بلند آواز سے بونا منع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
لَا تَرْفُو أَصْوَاتُكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا إِلَيْهِ بِأَفْوَلِ كَثْرَةٍ بِعَصْبَرِكُمْ (الحجرات ۱۱)
تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آوازیں مت بلند کرو اور جیسا کہ تم
آپس میں ایک دوسرے کو اونچی آواز سے مخاطب ہوتے ہو ایسے ہبھے سے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب مت کرو۔

یہ خرمت جیسے آپ کی زندگی میں تھی ویسے ہی آپ کی رحلت کے بعد بھی بدستور
قام ہے۔

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت

جو شخص مدینہ منورہ میں جا کر مسجد نبوی میں چالیس نمازیں باجماعت ادا کرتا ہے۔
اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نفاق کو نکال دیتا ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جاتی
ہے۔ بنابریں مجھ سے فراغت پا کر مسجد نبوی کی زیارت اور رسول اکرم کے روضہ اٹھر
کی زیارت اور آٹھ دن تک وہاں رہ کر چالیس نمازیں باجماعت ادا کرنی چاہیتے۔

گھر کو واپسی کے وقت کی دعا

جب وہاں سے فارغ ہو کر واپس اپنے گھر کو چلنے لگے تو یہ دعا پڑھے۔
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الْحُمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
مَّا يَتَبَوَّنُ عَابِدُوْنَ لِرِبِّنَا حَمِيدُوْنَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهُزُمَ الْأَحْزَابُ وَهُدُدُهُ۔
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک
نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے اور تعریف کے لائق بھی وہی ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

ہم گھروں کو لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اپنے رب کی تربیف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے مج فرمایا اپنے وعدہ کو مج کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام جنتھوں کو شکست دی۔

جب گھر کو واپس لوٹے تو یہ پختہ امید رکھے کہ اللہ نے میرے مج کو قبول فرمایا ہے اور میرے سابقہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ نیز آئندہ گناہ کرنے سے باز رہے۔

خاتمه: آخر میں اب بارگاہِ ایزدی میں دستِ سیستہ التجا ہے کہ الہی نو سعیں دلچسپی ہے تو عالمِ الغیب ہے تو قاضی الحاجات ہے کاشف المهمات ہے اور تو مشکل کشا اور حاجت روایت ہے تیری رحمت کے خزانے میں ہیں تیری کرم نوازیاں ان گفتہ اور تیرے احسانات لائے دیں یہ احقر العباد بھی تیرے سائلوں میں سے ایک سائل ہے اس کی یہ التجا ہے کہ اس کتاب کو اس کی اور اس کے والدین کی نجات کا ذریعہ بنा اپنی بخششوں اور رحمتوں کی بارش برسا اور خطاؤں کو معاف فرماء (آمین ثم آمین)

سیف الرحمان الفلاح

ایم لے
صَمَدْ پُورہ روڈ۔ اوکارٹا

۱۸ اربيع الاول ۱۴۰۳ھ
برطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء

ضمیمه

حادثہ حرم نومبر ۱۹۷۹ء

بیت اللہ شریف اللہ کا مقدس گھر ہے۔ اس کی زیارت کا شرف جن سعادت بندوں کو حاصل ہوتا ہے وہ فتن و فجور اور معاصی کی گندگی سے سفید بے در غ چادر کی طرح پاک و صاف ہو جاتے یں۔ یہاں پر ایک نماز پڑھنے سے لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے امن و سکون کی جگہ فرمایا ہے اور تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے قلب و نگاہ اس کی عقیدت میں سرشار ہیں۔ لیکن بعض اوقات غلط فہمی کی بنا پر انسان ایسے غلط کام کر گزرتا ہے جن کی بعد میں اسے ندامت ہوتی ہے۔

چنانچہ نومبر ۱۹۷۹ء میں حرم کی کو مسلمانوں کے ہاتھوں صدمہ سہنا پڑا۔ حرم کے بعض دروازوں کو منہدم کیا گیا حرم شریف کو عبادت گاہ کے بجائے میدان کارزار بنایا گیا حاج کرام اور دیگر بے گناہ لوگوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا اور تقریباً دو ہفتہ تک وہاں پر اذان و صلوٰۃ کا سلسلہ موقوف رہا اور حاج کرام زیارت کعبہ سے محروم رہے۔ اور اس کے تمام دروازوں پر کچھ مفسد لوگوں کا پھرہ رہا۔

خانہ کعبہ کے تقدس کو پامال کرنے والے اور اس عبادت گاہ کو آماج گاہ میں تبدیل کرنے والے کون تھے؟ یہ کوئی عیسائی یا بہودی نہ تھے۔ ہندو میں تو ایسی دلیری کہاں ہے کہ عناد اور دشمنی کی وجہ سے کسی کے مقدس مقام پر حملہ کرنے کی جگہ

کرے یہ کچھ جو شیلے نوجوان مسلمان ہی تھے۔ یہ اپنے زعم میں سمجھتے تھے کہ سودی حکومت اسلام کے معاملہ میں بہت سست ہے۔ وہ اسلام کی نشأة ثانیہ لانا چاہتے تھے لیکن ان کی نیت درست نہ تھی ایک شخص کو مہدویت کے روپ میں آگے لانا اور لوگوں کو اس کی بیعت کے لئے مجبور کرنا اور خانہ خدا میں تڑا تڑ گولیوں کی بوچھاڑ کرنا۔ بے گناہ محتاج کرام کی خون ریزی اور خانہ خدا کے تقدس کو پال کرنا ایسے جراحتم ہیں جن کی وجہ سے مخدیں کی تمام جماعت سپر مرتد ہونے کا فتویٰ صادر ہوا اور سودی حکومت نے ان کو کیفر کروار تک پہنچا کر حرم پاک کے تقدس کو بحال کیا۔

حادثہ حرم کی تفصیل

اس واقعہ ہائلہ کی تفصیل نامنندہ نواتے وقت کی زبانی سنئیے
مکہ مکرمہ ۲۹ نومبر (نامنندہ خصوصی)

حج کو تین ہفتے گزرے تھے اور باہر کے ملکوں سے آتے ہوتے کافی حاج کرام
ابھی تک کہ معظمه میں تھے اس خیال سے کہ جس حد تک ممکن ہو سکے بیت اللہ
شریف میں زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھ لیں اور طواف حرم کر لیں وہ بروز منٹل 20
نومبر کی صبح کے وقت نماز فخر کے لئے جوق در جوق مسجد حرام میں داخل ہوتے اس روز
حاضری مسحول سے زیادہ تھی، ہجری کا نیا سال 1400ھ شروع ہوا تھا کچھ لوگوں کا
خیال تھا کہ چودھویں صدی ختم ہو گئی ہے حالانکہ 29 ذی الحجه 1400ھ کو ختم ہو گی
تو قیامت آتے گی اس کا علم تو صرف خداوند تعالیٰ کو ہے لیکن
بیت اللہ شریف کے واقعہ ہائلہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دول پر قیامت ضرور
بیت گئی اور لوگ انگشت بدندال رہ گئے کہ ہم قبلتہ اول کی بازیابی کا عزم کر رہے
تھے یہ اصلی قبلہ کے بارے میں ہمارے کان کیا سن رہے ہیں؟ کعبۃ اللہ پر حملہ تو
پوری دنیا تے اسلام پر حملے کے متزادف ہے مسلمانوں کے آپس میں مذہبی یا سیاسی
اختلاف کرنے ہی کیوں نہ ہوں وہ بیت اللہ کی حرمت پر ہرگز آنچ نہیں آنے دیتے کعبہ
مکرمہ تو مسلمانوں کے لئے امن اور احکام کا شیع ہے یہ کون سا بدعتیوں کا ٹولہ ہے
جس نے ان بے گناہ اور معصوم نمازوں کے لئے جیل بنادیا اور اسے دہشت گردی
اور لا قانونیت کا مقام دیا کہ معظمه یا اس کے گرد و جوار میں جو لوگ فوت ہوتے ہیں
ان کے اقارب برکت و سعادت کی خاطر نماز جنازہ کے لئے بیت اللہ شریف میں نماز
جماعت سے پہلے آ جاتے ہیں جس کے فوراً بعد بیت اللہ میں موجود سب نمازی نماز

جنازہ میں شریک ہو جاتے ہیں اس شیطانی گروہ نے یہاں کے اس مسمول کی اوٹ میں اپنا مکروہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچایا ورنہ بیت اللہ شریف میں روشنیوں کا انتظام اتنا اچھا ہے کہ کسی گروہ کا کافی تعداد میں اسلحہ لے کر آنا ممکن نہ تھا۔

روایت ہے کہ اس لیتم گروپ نے بارہ کے لگ بھگ جنازوں کا روپ پھرا اتنی تعداد مسمول کے خلاف تھی لیکن کسی کو شک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان چار پانیوں پر چادروں کے نیچے اسلحہ ہے اس کے علاوہ گولہ بارود اور آسندہ دنوں کے لئے غذائی سامان تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنے مذمم اور ملعون مقاصد پورے کر سکیں گے لیکن عام آدمی بھی سمجھ سکتا تھا کہ مسلمانوں کے لئے دنیا میں مقدس تریں قطعہ اراضی اور اللہ کے گھر کی حرمت پر ہاتھ اٹھانے والے قرامتی ٹوے کے اب یہاں سے جنازے ہی جاتیں گے ہم تصور کر سکتے ہیں کہ یہ مکار ٹول نماز فخر سے کافی پہلے مسجد حرام کے مختلف گوشوں میں اپنا سامان رکھتا اور چھپا تکیا بیت اللہ کی مدور عمارت کے تہہ خانے والے حصے میں ان کے چھپنے کے لئے کافی جگہ تھی۔ پھر وہ دوسری منزل کی چھت پر چلے گئے یہاں پر عام طور پر نمازی نہیں جاتے اور انہوں نے اپنے گھناؤ نے منصوبے کے مطابق مختلف جگہوں کو اپنی کمین گاہ بنایا۔

ابھی کتنی ایک امور کی وضاحت باقی ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس صبح حرم میں فخر کی نماز کی جماعت ہو سکی یا نہیں وزارت داخلہ کے بیان کے الفاظ میں یہ کہا کیا ہے کہ حملہ آوروں نے ایک آدمی کو نمازیوں کے سامنے پیش کیا تاکہ یہ نماز پڑھاتے گا جس نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ وہ مہدی ہے اور رائف دکھا کر کہا کہ ”انو بمحی مہدی“ جبکہ روز نامہ الندوۃ نے اپنے ادارے میں ان لوگوں کی روایت سے جو حرم سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے یہ لکھا ہے۔

کیا مہدی منتظر اس طرح آتے گا کہ وہ نمازیوں پر ہتھیار سوتے ہوتے ہو گا اور وہ دوسری رکعت بھی ختم نہیں کر سکیں گے اور وہ ہتھیاروں سے ڈرا کر بیعت کا مطالبہ

کرے گا۔

اس بے دین فرقے کو غالباً اشارہ ملا۔ ایک طرف سے ہوائی فاتر ہوا لوگوں نے ادھر توجہ کی تو اپر چھتوں سے تڑتڑ ہوائی فاتروں کا سلسلہ شروع ہو گیا مطاف، اور پر کی منزل اور چھتوں سے اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتیں۔ لوگوں نے حرم کے ارد گرد لوگوں کے مجتمع دیکھے۔ ان میں تقاریر پر اللہ اکبر کی صدائی دینی تھی جس میں تحسین کا پہلو ہوتا تھا۔ لیکن اس دفعہ کے نعروں میں کچھ اور ہی بات تھی گویا اس سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کی جا رہی ہو جیسے منادی سے پہلے ڈھول بجا یا جارہا ہو۔ لیکن یہ کیا ہے گویاں کیوں چل رہی ہیں؟ یہ توبیت اللہ کے احترام اور تقدس کے منافی ہے یہ کون لوگ ہیں کیا انہیں بیت عتیق کی حرمت کا علم نہیں؟

امام حرم شیخ محمد ابن سبیل باقی لوگوں کے ساتھ حیران و پریشان کھڑے تھے شیطانی ٹوے والے ہو ایں فاتر کر رہے تھے نعرے لگا رہے تھے یا حرم کے دروازوں پر متین محققین سے دبدو ہو رہے تھے اس گمراہ گروہ کو اصرار تھا کہ وہ نوک سنگین کے زور پر دروازے بند کروا کے رہے گا دروازوں پر نمازیوں کے جمکھٹے تھے جو باہر نکلنے کے لئے بے تاب اور بے چین تھے۔ ان شریف نہتے لوگوں کے مقابلے میں ان خارجیوں کا مسلح گروہ تھا مخالفوں کے ساتھ اس جھوپ میں اس طائفے نے ایک مخالف کو شہید اور دو کو سخت زخمی کر دیا۔ پھر حرم میں گویاں چلنے کی آواز تھم گئی لیکن غنی ٹوے نے لوگوں کے مختلف گروہوں کو راتغلوں کی زد میں روک دیا اور جو چھٹی لگا ہوں سے اس دہشت گردی سے بیت اللہ کی بے حرمتی اور قتل و غارت گری کو پکشم خود دیکھ رہے تھے ساتھیوں نے ہزاروں حاضرین کے سروں کے اوپر ہی اوپر گویاں چلاتیں مگر لوگ خوفزدہ ہو کر اس جھوٹے مہدی پر ایمان لے آتیں گے لیکن ایسا نہ ہو کا سورج طلوع ہو رہا تھا اس نے اپنی غصب آسود سرخ آنکھ سے ان شریروں کو بیلی جنبوں نے اس جگہ فساد برپا کیا فتنہ پھیلایا گولی چلاتی اور انسانی خون بہایا جسے

عَامَ اِمْنَ قَرَارِ دِيَگِيْنَا ہے جب کے بُرالا مِين ہونے کی حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی تھی۔ شیخ حرمؑ آہستہ آہستہ پیچھے بیٹھ رہے۔ کسی نے ان کا نوٹس نہ بیا وہ چپکے سے حرم کے اس کمرے میں پیٹھ گئے چاہ پیلک ٹیلیفون نصب ہے وہاں سے انہوں نے پولیس کی مدد طلب کی پھر وہاں سے نکل کر ایک اور پر اسیویٹ کمرے میں چلے گئے جو حرم کے تہہ خانے میں بننا ہوا ہے وہاں ساڑھے آٹھ بجے تک رہے جبکہ حملہ آوروں کو حرم پر قابض ہوتے تین گھنٹے ہو چکے تھے شیخ محمد بن سبیل نے سوچا کہ باقی نمازیوں سے انہیں ممتاز کرنے والی چیزان کی عیا ہے انہوں نے عیا اتار کر ایک طرف رکھ دی اور باہر آ کر ایک دروازے کے پاس یوم میں داخل ہو گئے۔

یہ یوم حرم سے باہر نکلنے کے لئے زور لگا رہا تھا لیکن سامنے بدعتی ٹوے کا ایک مسلح گوریلا کھڑا تھا اور لوگ ڈرتے تھے کہ یہ گولی نہ چلا دے بالآخر لوگوں نے ایک حکم پیل کی اور ان کا ریلا باہر کو بہہ نکلا۔ انہیں میں شیخ محمد بن سبیل باہر آ گئے تھے کہ لوگ اندر موجود لوگوں کو ابھی کہہ رہے تھے کہ اس امت مسلمہ کو یہ زخم بھی سہنا تھا کہ جب کچھ ناہنجار لوگوں نے بیت اللہ کے تقدس کو یوں پا مال کیا ان باغیوں کا آخر کیا مذہب ہے کیونکہ دنیا کا کوئی مذہب قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے بڑا حرم آخر کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کے گھر کو مسجد سے مقتل میں تبدیل کر دیا جاتے سائٹ کروڑ مسلمانوں کے قبلے اور ہبھی وجی میں ایسی ناپاک جارت کی جاتے اس سے بڑھ کر شرمناک عمل اور کیا ہو سکتا ہے

اس غارجی ٹوے کا سر براد آگے بڑھا اور اس نے امام حرم سے کہا کہ نتی صدی شروع ہو چکی ہے آپ کو معلوم ہے کہ ہر صدی میں ایک مہدی آتا ہے اس صدی کا مہدی میں ہوں میں پوری دنیا میں عدل و انصاف قائم کروں گا اسلام کو پوری طرح نافذ کیا جانا چاہیتے اور امت کو چاہیتے کہ اسلام کی طرف لوٹ آتے میں مہدی منظر ہوں آپ اس دعوے کی تصدیق کریں اس جھوٹ دعویدار کے ساتھیوں نے اپنے اپنے سامنے

گھیرے ہوئے لوگوں کے سامنے یہی بات دہراتی کہ اس پاکھنڈی کو مہدی مان لیں۔

امام حرم نے اس بہر پیٹتے مہدی کو ہمچان لیا تھا کہ اس کا تعلق جیم سے ہے انہوں نے اس کے ایک 27 سالہ غیر ملکی ساتھی کو بھی ہمچان لیا تھا جو کلیتہ الشفیعہ کمہ میں چوتھے سال میں پڑھاتی چھوڑ گیا تھا وہ مسلمانوں کے مقدس ترین قبلہ کے مجرموں کی تعداد یقین سے نہ بتاسکے تاہم انہوں نے بتایا کہ یہ سب ٹولہ مشین گنوں، راتنفلوں ریوالوروں اور چاقوؤں سے مسلح تھا ان کے ساتھ کھجوریں اور مرموز (پانی یا سر کے میں بھیکی ہوتی کھجوریں) تھیں۔

اس جھوٹے مہدی کو اپنے مکروہ مشن میں کامیابی نہ ہوتی کہ لوگ اس کو مہدی تشییم کر لیں جو نمودار ہو چکا ہے اور اس وقت بیت اللہ شریف میں "بریڈی میڈ" موجود ہے باہر کی دنیا میں امام حرم کی شہادت کی خبر پھیلی ہوتی تھی لیکن روز نامہ الجزیرہ میں ہفتہ کی صبح ان کے حوالے سے پہلی دفعہ یہ منتصر خبر لوگوں کو حاصل ہوتی توجیہے صحرائیں پیاسے کو دکھونٹ پانی مل گیا۔

سعودی حکومت جو حرمین شریفین کی محافظ ہے اس صورتحال سے نبٹنے کے لئے بہت جلد اور زبردست انتظامات کئے ولی عہد شہزادہ فہد ان دونوں ٹیونس میں تھے لیکن وہ برابر صورتحال سے مطلع رہے اور احکامات دیتے رہے وزارت داخلہ کا بیان ہے کہ اس باغی ٹولے نے مسجد حرم کی بے حرمتی کی ایک مذہبی قاتد کو یہ غمال بنایا ہزاروں مسلمانوں کے سروں پر سے گویاں چلا تیں اور خوف زده کیا مسجد کے دروازے بند کر دیتے یوں نمازیوں کو محصور کر کے جال میں پھنسایا جن میں کثیر تعداد میں حجاج کرام تھے بعد ازاں ان میں سے کچھ لوگ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے سعودی حکومت نے حرم کے ارد گرد کے علاقے کے لئے ضروری احکامات دیتے حفاظتی دستے فراہ پہنچ اور انہوں نے خاصی تعداد میں پہنچ کر حرم کے ارد گرد حصائر ڈال لیا تاکہ اس فساد کو پڑھنے سے پہلے ہی روک دیا جاتے اس شیطانی طائفے کو جدید ترین ہتھیاروں سے لیں۔

ہو کر بہت جلد ختم کیا جاسکتا تھا کیونکہ اس وقت تو یہ جنوں گویا کہ پھرے میں پھنسنے ہوتے تھے حکومت حتی الامکان ان بے گناہ لوگوں کو بچانا چاہتی تھی جنہیں اس ناکار ٹولے نے کثیر تعداد میں اندر روک لایا تھا اور جن کے پاس غذا وغیرہ کا کوئی سامان نہیں تھا اس سے بھی زیادہ صبر و حکمت کی اس لئے ضرورت تھی کہ قابض بد قاش جنم موت کو اپنے سامنے دیکھ کر کہیں بیت اللہ شریف کو ہی نقصان پہنچانے کا خیال دل میں نہ لے آتے مسلمانوں کی جانب سے بھی زیادہ اس امر کو ملحوظ رکھنا تھا کہ بیت اللہ شریف کے تقدس پر کوئی حرف نہ آتے۔

چنانچہ حرم کا محاصرہ دوسرے اور تیسرے روز بھی جاری رہا۔ حکومت کے ہیلی کا پڑھرم کے اوپر مسلسل چکر کاٹتے رہے ان مجرموں پر نگاہ رکھتے رہے اور گولی کی زد میں لاتے رہے یہ مجرم بھی حرم کے اندر اور باہر گویوں کی بوچاڑ کرتے رہے جب ان کی طرف کوئی دستہ پڑھتا تو یہ ان کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے تاہم جلدی ہی انہیں پسپا ہونا پڑا اور مجرم جنہے حرم کی چھت سے اتر کر نخلی منزل میں چلا گیا محاصرے کے تیسرے روز جمعرات کو حفاظتی دستوں نے صفا اور مروہ کے علاقوں کی طرف پیش قدی کی اور وہاں چند بیناروں پر قبضہ کر لیا یہاں سے اس بدعتی ٹولے کے خلاف انہوں نے اپنی گرفت کو مضبوط کرنا شروع کر دیا، مجرم آہستہ آہستہ پسپا ہوتے ہوئے حرم کے نہبہ خانہ میں جانے پر مجبور ہو گئے جہاں ہفتہ کی صبح کو ان کے خلاف محاصرے کا جال اور تنگ کر دیا گیا شام تک مجرموں کو اپنے انجام کا صاف پہتہ چل کیا ان کے دعوے کی انکی مہدویت اور ان کا فساد فی الحرم انجام کو پہنچ گیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دتے اب وہ جیل میں موت کا انتظار کر رہے ہیں۔^۱

جامع مسجد ریاض کے امام شیخ عبد العزیز بن باز حفظہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حملہ آور خارج از اسلام ہیں ان پر میرے اللہ کی لعنت اور امت مسلمہ کی پھٹکار پڑھکی ہے انہیں ان کی بد اعمالی کی سزا سخت اور فرمائی چاہے سودی دار الحکومت ریاض میں جلالۃ اللہ سُوْدِی عدالت نے انہوں نے موت سائی تھی۔ چنانچہ اس فتنہ و فساد میں حصہ لینے والوں کے سرفتلم کئے گئے

^۱ الفلاح آر۔

الملک شاہ خالد (مرحوم) نے پہلے روز عذر آنکھ کیا پناہ کی تھیں شیخ علماء نے متفقہ فیصلہ دیا تھیں میں احادیث اور آیات مبارکی روشنی میں ان کے بارے میں فیصلہ صادر کیا انہوں نے سورۃ بقرہ کی اس آیت و شسویں سورہ پر لکھا۔ (ولا یَقْاتِلُهُمْ عِنْدَ الْمُسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّیٰ يَعْلَمُوا نَفْيَهُ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَا لَكُمْ جَزَاءٌ إِنَّكُمْ لَأَنْكَافُهُمْ)۔ تم ان (کافروں) سے مسجد حرام میں لڑائی نہ کرو لیکن اگر وہ اس میں تم سے جنگ و جدال کریں تو بھر ان کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کو ایسی ہی سراطلنی چاہئے۔

اس خبر وحشت اثر سے پاکستانیوں کے دل پر جو بیتی وہ عام آشکار ہے۔ باقی مالک کے مسلمانوں کے دل بھی اس خبر سے ڈھل گئے تمام مسلمان حکومتوں اور عوام نے اس خبر پر اپنے غم و غصہ کا اٹھا کر کیا جلالۃ الملک شاہ خالد کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا اخبارات نے ادارتیے لکھے علماء کرام نے فتوے دیتے اور انہوں نے اس کے گروہ خوارج کے بارے میں کہا کہ یہ لوگ قرآنی تعلیمات کے مطابق اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر رہے ہیں زمین میں فساد پھیلایا رہے ہیں اور ان کی سرا قرآن کریم میں صاف طور پر لکھی ہوتی ہے انہیں قتل کر دو یا پھانسی دے دو یا ہاتھ پاؤں کاٹ دو یا زمین سے خارج کر دو۔

روزنامہ ندوہ نے امت مسلم کے دلوں کے ترجمانی کی ہے کہ بیت عتیق یعنی حرم شریف پہلے کی طرح امت پر سایہ نکلن رہے گا ام القری کہ محظہ کی حرمت و تقديریں ہمیشہ قائم و دائم رہے گی یہ بلد الامین ابد تک مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈک دیتا رہے گا اس گمراہ ٹولے کو دنیا اور آخرت میں ذلت و رسالت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا اس غیر انسانی اور شنیع کام کے بد لے میں جوانہوں نے دین اسلام اور مسلمانوں سے کیا ہے یہی بد لہ ہونا چاہئے (هفت روزہ المحدث بابت 30

نومبر 1979 -

ایک فوجی افسر کا بیان

28 نومبر 1979 کو سعودی فوج کے ایک اعلیٰ افسر میجر محمد زوید تقائی نے ٹیلی ویژن پر انٹرویو کے موقع پر اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا مرتدین کے قبضے کے بعد حرم شریف کے اندر کافی خون خرابہ ہوا بہت سی جانیں ضائع ہوتیں۔ مرتدین نے حرم شریف کے اندر موجود عورتوں اور پکوں کو قتل کیا۔ مہرفوج اور مرتدین کی لڑائی کے دوران طوفین کا بھاری جانی نقchan ہوا۔

میجر تقائی کے بیان کے مطابق حملہ آوروں کی تعداد 200 سے 500 تک تھی۔ ان میں سے بیشتر مارے جا چکے ہیں کچھ گرفتار ہو چکے ہیں جبکہ حرم شریف کے ہمراہ غاذ میں بھی کچھ مرتدین مراحمت کر رہے ہیں اور انہوں نے کچھ افراد کو یہ غمال بنارکہا ہے۔ ان مرتدین کو زندہ پکڑنے کے لئے کیس پھینکی جا رہی ہے جس سے ان کے سانس لینے میں بھی دشواری ہوتی ہو گی۔ میجر تقائی نے بتایا حملہ آوروں کا صفائی کرنے کے لئے ان سے ایک ایک کمرے اور ایک ایک مینار پر لڑائی لڑنا پڑی۔ ان مرتدین نے سب سے پہلے حرم شریف میں موجود عورتوں اور پکوں پر ٹکم ڈھایا۔ بعض پکوں اور عورتوں کو قتل کیا گیا۔ شاہ خالد (مرعم) نے جب افواج کو کارروائی کا حکم دیا تو ان کو چار ہدایات جاری کیں۔

1۔ مسجد الحرام کو جہا ہونے سے بچایا جاتے۔

2۔ بے گناہ لوگوں کی جانیں بچائی جاتیں۔

3۔ فوجیوں کی جانیں بچائی جاتیں۔

4۔ چہاں تک ممکن ہو مرتدین کو زندہ گرفتار کیا جائے۔

اس کارروائی میں بری فوج کے دستوں نیشنل گارڈ خصوصی افواج اور سیکورٹی فورس نے حصہ لیا یہ افواج باب السلام زیریں المردوہ کیٹ سے اور باب عثمان سے داخل ہوتیں۔ مرتدین غیر مسلح گارڈز کو ہلاک کرنے کے بعد حرم شریف میں یکم حرم الحرام کی صبح نماز فخر کے بعد داخل ہوتے۔

حرام شریف کے تہہ خانے میں اب جو چند مرتدین چھپے ہوتے ہیں ہم ان کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں ان سے ہتھیار ڈالنے کی بار بار اپیل کی جا رہی ہے انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لئے دوسرے ذرائع بھی اختیار جا رہے ہیں (ہفت روزہ) الحدیث بابت 30 نومبر 1979 -

چنانچہ تہہ خانوں میں چھپے ہوتے مرتدین کو گرفتار کرنے کے لئے وہاں پر پانی چھوڑا گیا اور اس میں بجلی کا کرنٹ چھوڑا گیا کچھ بھاگ کر باہر نکلنے آتے اور گرفتار ہوتے اور کچھ دیں ہیں تہہ خانوں میں اپنے کیفر کردار کو پائیکتے اس گروہ کا یڈر جس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ بھی فوج کی گولیوں کا نشانہ بن کر واصل جہنم ہوا زندہ بیج رہئے والوں پر مقدمہ چلا یا گیا اور ان کے جرم کے مطابق ان کو سزا تیس دی گئیں۔

یٰ تو سبع حرم کی تشریف

حرمین شریفین کی تو سبع آئی سعود کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جس پر انہیں جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ حرمین شریفین کی تو سبع کا کام شاہ عبدالعزیز کے دور میں شروع ہوا جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت سے فواز انہوں نے اس کام کو اولیت دی پہلے سجدہ بُوی کی تو سبع سے اس نیک کام کا آغاز ہوا۔ بن لادن کمپنی جو بڑی تعمیراتی سعودی تکمیلیں اس کے مالک کو شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ خزانہ میں مکمل رقم موجود نہیں۔ مگر تم اللہ کا ہم الیکر کام کا آغاز کرو جو رقم مل جائے ٹھیک ہے باقی اپنی طرف سے ڈال دو جب خزانہ میں رقم آجائے گی تمہیں مل جائے گی اللہ نے پھر اسے یہ سعادت دی شیخ بن لاون نے یہ کام بڑی محنت سے شروع کیا آج تک تو سبع کا کام اسی خاندان نے کیا ہے شاہ سعود، شاہ فیصل اور شاہ خالد کے دور میں ہر وقت کسی نہ کسی طریقے سے تو سبع حرم کا سلسلہ جاری رہا۔ جامع تو سبع کیلئے دن رات ادارے کام کرتے رہے مگر جب زماں کا خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے اس کام کو نئی رفتاؤں سے ہمکار کیا۔

۱۳۔ دسمبر ۱۹۸۸ء کو تو سبع حرم کی کا افتتاح ہوا

نئے اضافی حرم کا رقبہ ۴۰،۷۷۷ مربع میٹر ہے یہ تو سبع مندرجی حصے میں باب المحمدہ اور باب الملک کی طرف (سوق صغیر)، کے علاقے میں ہوتی ہے زینی منزل، پہلی منزل اور تھپت پر ۲۰،۰۰۰ افراد غماز ادا کر سکتے ہیں ایک صدر دروازہ دریاب ملک فہد بن عبدالعزیز (۲۰۰۱ء) اور تھہ خانے بیسے گئے ۸۹ میٹر اونچے دو مینار بنائے گئے اس طرح میناروں کی کل تعداد ۹ ہو گئی خود کا سیٹر صیوں کیلئے دو میناریں نئی بنائی گئیں جو یک قت ۵۰،۰۰۰ افراد کو تھپت پر لے جاسکتی ہیں اس طرح کل سیٹر صیوں کی تعداد ۱۵ ہو گئی ہے حرم کی نئی تو سبع میں ۹۲ مسٹون ہیں۔ جو اپوکی موزیک یا سنگ مرمر سے مزین ہیں چھت پر

ٹھنڈی طائلیں لگائی گئی ہیں جو دھوپ کو منگھس کر لی ہیں اس منصوب پر ...، ۱۰۔ الکلیپ بیٹر کنکریٹ ...، ۸۵ ٹن سریہ استعمال ہو گا۔ دیواریں ...، ۵ م مکعب میٹر تھپر سے تیار ہوں گی۔ راس کا ۹ فیصد حصہ تیار ہو چکا ہے، زین پر بچھائے جانیوالا سنگ مرمر کارتبہ ...، ۵ م مربع میٹر ہے بیرد فی احاطوں میں بچھائے جانے والا سنگ مرمر کارتبہ ...، ۴ م مربع میٹر ہے بجلی کے نتڑول کے لئے کئی ایم جنسی پورا اسٹشن بنائے گئے ہیں جن میں ہر ایک، ایک میگاوات طاقت کا ہے تمام دائرنگ زین دوز کی گئی ہے۔ اور ساؤنڈ سسٹم میں سپیکروں کی بھی دائرنگ بھی زین دوز تھے خانے میں ایسے پنکھے لگائے گئے ہیں جن میں فلٹر لگا ہوا ہے جو ہوا کو گرد وغبار سے محظوظ رکھتے ہیں۔

جاج کرام روزانہ دس ہزار مکعب میٹر آب زمزم استعمال کرتے ہیں شروع میں آب زمزم مکان میں داخل تھا اب اس کو تھہ خانے میں منتقل کر دیا گیا ہے مردوں اور عورتوں کے لئے ٹھنڈے آب زمزم کا انتظام ہے روزانہ درجنوں ٹن آب زمزم مسجد نبوی چیخا جاتا ہے۔

مسجد الحرام میں کل دروانے ۵ ہیں باب ملک عبدالعزیز، باب اسلام، باب عبدالعزیز باب ملک فہد، چادر صدر دروازے ہیں۔ جن میں ہر ایک پر دو دو مینار ۹۲ میٹر اور پنچے بنائے گئے ہیں۔

پہلے مسجد کا کل رقبہ ...، ۲۷ مربع میٹر تھا۔ اب ...، ۱۱۰ مربع میٹر ہو گئے ہے ...، ۸ بجلی کے پنکھے اور الکلیپ انک گھٹریاں لگائی گئی ہیں۔ بجلی کا استعمال تو سیع میں آئیوں نے مکانوں کا ...، ۷۰ میال محاوہ ضر دیا گیا ہے اس پر مکمل خرچ ...، ۷۰ میال محاوہ ضر دیا گیا ہے اس کے دروانے پر ۲۸ کلو گرام خالص

سونا اور...، ۳۲، ۳۷ ریال خرچ آئے

پانی کی ہر وقت سپلائی کیئے ۵ کول اور حرم کی صفائی کیئے تک کمپنی کے تقریباً ایک ہزار ملاز میں ۲۴ گھنٹے کام میں مصروف رہتے ہیں اور حرم پاک اس طرح چک جاتا ہے جیسے پالش کیا گیا ہو۔ یہ کمپنی پاکستانی افراد کو اس خدمت کیلئے مناسب سمجھتی ہے جو کہ حرم کی صفائی کرتے وقت مذہبی جذبہ سے یہ صفائی کرتی ہے۔

نئی تو سیع حرم نبوی مدینہ منورہ

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تو سیع اس حد تک کوئی ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد بن گئی ہے پہلی مسجد نبوی سے دس گنا اضافہ کیا گیا ہے مسجد کا پہلا رقبہ ۶۵ امریع میٹر تھا جو کہ اب ۱۶۵ میٹر ہو گیا ہے پہلے چار میسنار تھے ۲۷ میٹر اور بچے۔ اب ان کی تعداد دس ہو گئی ہے مسجد میں ۶۵ دیگر دروازے ہیں جن کی تعداد سے اب تعداد ۸۱ ہو گئی ہے تو سیع سے پہلے ۲۷ نمازوں کی گنجائش تھی۔ اب ۲۵ نمازی نماز پڑھو سکیں گے مرکزی ائیر کنڈیشن سسٹم کا میٹر بابر پارلائر س لگا کر بندا گیا ہے جو ۰۷ نہار مربع میٹر کے ایریا میں واثق ہے۔ مرکزی ائیر کنڈیشن سسٹم دنیا کا سب سے بڑا ائیر کنڈیشن سسٹم ہے جس میں ٹھنڈی ہواستونوں کے نچلے حصے سے آتی ہے قطعی غیر محسوس طریقے سے آنوالی اس ٹھنڈی ہوا سے مسجد نبوی شریف بالکل ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اس سال جو کے سیز ان میں اس ائیر کنڈیشن سسٹم کو کھول دیا گیا ہے مسجد کیلئے عیلحدہ بجلی کا پارلائر اس بنایا گیا ہے۔ ۱۱ میگاوات بجلی کے پارلائر اس پر ۸۰،۰۰۰ ریال خرچ آیا ہے۔ تمام منصوبے میں ٹھنڈی ٹالوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ مسجد کی خوبصورتی کے لئے باخچے اور روشنی کے میدان تعمیر کئے گئے ہیں ۹ ہزار کاٹریوں کی پارکنگ کا بند بست کیا گیا ہے بر قی نقصشوں کی تعمیر پر ۲ عمارتیں بنائی گئی ہیں۔

جن میں ہر ایک کا ایریا ۵۷۲ مربع میٹر ہے۔

۳۶ متحرک چھپتوں کی ترکیب یہ انجنینرنگ کاماؤنٹرن طریقہ ہے اس سے پہلے کہی مسجد میں استعمال نہیں کیا گیا متحرک چھپتیں دراصل گنبدیں جنہیں دھصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ضرورت پڑنے پر ان کو لکھو لا اور بند کیا جاسکتا ہے مثلاً سردیوں کے موسم میں جب نازیوں کو دھوپ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو ان خود کا رمتحرک چھپتوں کو لکھوں دیا جائے گا جس سے دھوپ اندر آنے لگئے گی موسم میں شدت آگئی تو ان کو بند کر دیا جائے گا۔

یہ تو سیع تاریخ مسجد نبویؐ کی سب سے بڑی تو سیع ہے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دور نبوی شریف میں مدینہ کی کل آبادی اور شہر جہاں جہاں آباد تھا وہ سب کی سب موجودہ تو سیع کے دوران مسجد نبوی شریف کا حصہ بن چکا ہے۔ خود خادم الحرمین شریفین کم از کم سال میں ایک دفعہ ضرور مدینہ جا کر اس تو سیع کا معائنہ کر تے ہیں ۲۳ گھنٹے کام ہو رہا ہے اس رمضان المبارک میں انشاء اللہ ساری تو سیع کا کام مکمل ہو جائے گا نئی تعمیر کے بعد مسجد اتنی خوبصورت ہو گئی ہے کہ بلے اختیار اس کی تو سیع کرنیوالوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اور یوں بھی مسجد کو دیکھ کر آل سعود کی اس مسجد کے ساتھ مجست اور عجیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور

ماہیت ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء

ہمارے اغراض و مقاصد

○ ہم قرآن کریم اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور رہ بصور کرتے ہیں اور ان دونوں کی دعوت دیتے ہیں اور توحید و سنت کے علم بردار ہیں۔

○ ہم قرآن پاک اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے امت مسلم کے قلوب سے کفر و شر ک رک کا زنگ آتا رک نور توحید سے متور رک ناچاہتے ہیں اور ان دونوں کا فوجھ گھر پہنچنا چاہتے ہیں۔

○ ہم بدعات اور رسومات کو اسلام کا جزو تصویر نہیں کرتے بلکہ اسلام کو مردو جب دعات سے پاک اور صاف کرنا چاہتے ہیں۔

○ ہم تمام مسلمانوں کو دعوتِ اتحاد دیتے ہیں اور فرقہ بندی اور گروہ بندی کو امت مسلم کے لئے زہر قائل تصویر کرتے ہیں۔

○ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام صحابہ کرام، اہل بیت، بزرگان دین اور اکرم عظام کی تعظیم و تحریر کو بجز دلایاں تصویر کرتے ہیں اور انکا ادب و احترام کی دعوت دیتے ہیں۔

○ کیا آپ ہماری دعوت کے اغراض و مقاصد سے تافق ہیں؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو تلقیناً الفاق ہو گا لہذا اس تبلیغی مرضی کو جاری رکھنے کے لئے دائے، درمی اور سخن ادارہ کی اعتماد فرمائیں۔ اور کنیت فارم اڈرہ سے طلب کر کے اپنے کو الگ رج کر کے بھر نر یعنی سبلغ۔۔۔ اردو پسیدہ ارسال فرمائیں ادارہ آپکو سال بھر کے لئے اپنی مطبوعات مفت ارسال کرتیار ہے گا۔ (رانشار اللہ)

رابطہ میونا سیدف الرحمان الفلاح مدینہ ناظم مرکز الدعوۃ الاسلامیہ مسیہ سید رحمانیہ
محمد پورہ اوکھا

مذکورہ سیف روزہ الاعتصام لاہور کے تاثرات

ہم مولانا الفلاح صاحب کے ادارہ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ صحد پورا روڈ اوکار کوئی بہ جیران ہیں کہ کس طرح ایک فرو واحد خاموشی سے ایک چھوٹے سے شہر میں دینی خدمات انجام دے لے ہے جس کے فضائل نہ ہونیکے بلکہ ہی۔ اپنے گھر کی بودباش کو سکریٹری مدرسہ حماۃ قائم کر دیا ہے جس میں کم و بیش چالیس طلباء اور طالبات قرآن پاک پڑھنے اور حفظ کرنے میں منہج ہیں بلکہ مولانا کی گرفتے انعامات حاصل کرتے ہیں۔

خود مولانا شبی و ز تصنیف و تالیف اور ترجمہ انشاہیں مصوف رہتے ہیں عبادات و تبلیغ کا سلسلہ الگ جاری ہے کم و بیش دو درجیں رسائے تالیف و ترجمہ ہو کر تائیں ہو چکے ہیں اور دو درجیں اشاعت کے منتظر ہیں ایک مختصر سی نی لائبریری الگ ہے جو اہل ثبوت کے ہدایا اور یقین کی محتاج ہے۔۔۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا کے نام رسائل اور کتابچے صدقہ جاریہ کے طور پر ادارہ کے مبروع اور معماں نیں میں مفت تحریک کے جلتے ہیں۔

ہم اپنی جماعت کے اہل ثبوت اور نیشا جاہبے درخواست کرتے ہیں کہ مولانا مصوف کے اس دینی، علمی، تبلیغی اور اشاعتی ادارے سے زیادہ تعاون فرماسکر ثواب دارین حاصل کریں

اللهم ایدك بنصرک العزيز

۰۴۷۴۵ سیف روزہ الاعتصام جولائی ۱۹۸۸ء

نومٹ: ابتداء میں ہم نے تبلیغی مشن کا آغاز کرنے کیلئے اپنے گھر کی بودباش کو سکریٹری کیلئے ٹھہری کے ایک طرف بچوں کیلئے درسگاہ اور مرکز الدعوۃ الاسلامیہ کا دفتر بنایا تھا اب وجودہ حالات کا تاثر اضافہ کے سیع جگہ منتقل کیا جائے لیکن ہمارے وسائل انتہی محدود ہیں جو تما مصارف پورا کرنا تو درکار کتب کی اشاعت کیلئے بھی کافی ہیں۔ اندریں حالات صاحب بڑوت اور نیخور حضرات توجہ فرمائیں اور اس کا خیر میں شرکت فرمائے جائے۔ اب تبلیغی مشن پاپہ تکمیل تک پہنچ جائے۔

www.KitaboSunnat.com

سیف الرحمن الفلاح ناظم مرکز الدعوۃ الاسلامیہ

